حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت میں دلائل

محقق

حافظ الحاج ڈاکٹر سید شفیع احمد دہلوی

از مطبوعات نیو کینیڈا

"MOHAQQIQ"

First Edition - 1922
Third Edition - 2014

New Canada Publication
Suite 500
120 Eglinton Avenue East
Toronto, Ontario
M4P 1E2
Canada

Note for Librarians: A cataloguing record for this book is available from Library and Archives Canada at
www.collectionscanada.ca/amicus/index-e.html

ISBN – 978-1-77084-405-6

Printed in Canada for New Canada Publications
on recycled paper

FIRST CHOICE BOOKS

www.firstchoicebooks.ca
Victoria, BC

10 9 8 7 6 5 4 3 2



حافظ الحاج ڈاکٹر سید شفیع احمد دہلوی

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیا پیش لفظ

سید شفیع احمد صاحب دہلوی، خانوادۂ حضرت خواجہ میر درد کے چشم و چراغ تھے۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب (والد حضرت اماں جانؓ) آپ کے رشتہ کے نانا لگتے تھے۔

چھوٹی عمر میں حفظ قرآن کے بعد حصولِ علم کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور ہندوستان کے بڑے بڑے مدارس کی خاک چھانی ابھی تیرہ برس کا سن تھا۔ آپ آگرہ کے ایک مدرسہ میں زیر تعلیم تھے ایک روز امام مسجد نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا ذکر مخالفانہ انداز میں کیا۔ آپ کو شروع سے جستجو کی عادت تھی۔ مدرسہ چھوڑا اور تحقیق کے لئے قادیان روانہ ہو گئے اور آپ کی سعادت مندی کہ چہرہ دیکھتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کر لی۔ خاندانی تعارف ہوا تو حضرت اماں جانؓ نے سن کر فرمایا یہ تو میرا رشتہ کا بھانجا ہے۔ تب سے آپ کو حضرت اماں جانؓ کی شفقتِ خاص اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا قرب حاصل ہوا اور قادیان میں قیام کے دوران بعض خدمات کی توفیق بھی پاتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد خواجہ کمال الدین صاحب نے آپ کی ذہانت سے متاثر ہو کر لاہور میں اپنے پاس ملازم رکھ لیا تو لاہور سے اکثر قادیان آنا جانا رہتا تھا۔ اس زمانہ میں آپ حضرت خلیفۂ اول اور دیگر رفقائے مسیح موعود علیہ السلام کی بابرکت صحبت سے بھی وافر حصہ پاتے رہے۔ اور ذاتی شوق، لگن اور مطالعہ سے آپ نے اپنی علمی استعداد خوب بڑھالی۔ بعد میں ۱۹۱۴ء میں جب آپ نے دلّی میں سکونت اختیار کی تو ایک بہترین داعی الی اللہ کے طور پر اُبھر کر سامنے آئے اور تقریر و تحریر کے ذریعہ خوب پیغام حق پہنچانے کی سعادت پائی۔ فی الحقیقت آپ نے ہمہ وقت اپنے آپ کو دعوت الی اللہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اور اس کے لئے عمدہ عمدہ تدبیریں کرتے رہتے تھے۔

۱۹۱۸ء میں آپ نے دلّی سے ہی ایک ماہانہ رسالہ محقق شائع کرنا شروع کیا جس میں سوال جواب کے پیرایہ میں عقائدِ احمدیت پر گفتگو ہوتی تھی۔ اس زمانہ کے مسلمان علماء کا خیال تھا کہ امام مہدی چودھویں صدی کے شروع

میں بھی پیدا ہو تو زیادہ سے زیادہ ۱۳۴۰ء تک ضرور ظاہر ہو جائے گا۔ سید شفیع احمد صاحب نے اس سال کا انتظار کر کے ۱۳۴۱ء میں ''محقق'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ (اس کا تاریخی نام ''ثواب الآخر'' ہے جس کے اعداد بحروف ابجد ۱۳۴۱ء بنتے ہیں) سید صاحب نے اپنے جدا ذوق کے مطابق اس کتاب میں ۱۳۴۱ء شہادتیں اور دلائل دیں۔

دعوۃ الاسلام'' کے نام سے پہلا احمدیہ روزنامہ جاری فرمایا جس میں انسداد فتنہ ارتداد کے واقعات شائع کرنے کے علاوہ ہندو پریس (اخبار تیج، بندے ماترم، کیسری، پرتاپ، ملاپ وغیرہ) میں اسلام کے خلاف چھپنے والے اعتراضوں کے دنداں شکن جوابات دئے۔ علاوہ ازیں کوچہ پنڈت دھلی میں ۱۶ اگست ۱۹۲۳ء سے تعلیم المناظرین نائٹ کالج کھولا جس میں مغرب سے دس بجے شب تک آریوں اور عیسائیوں سے مناظرہ کا فن سکھلایا جاتا تھا۔ اس کالج سے بلا لحاظ فرقہ ۔۔۔ کسی فیس کے بغیر کئی اصحاب نے استفادہ کیا یہاں غرباء کو کھانا اور کتابیں بھی مفت دی جاتی تھیں۔

آپ ان ایام میں نہایت معمورالاوقات تھے ایک رسالہ ''محقق'' بھی آپ کی ادارت میں چھپتا تھا اور صحیح بخاری کے ترجمہ کی اشاعت کا انتظام بھی آپ فرما رہے تھے جوفی زمانہ ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ بایں ہمہ آپ غیر از جماعت حلقوں تک پیغام احمدیت پہنچانے سے ایک لحہ بھی غافل نہیں ہوئے جس کا منہ بولتا ثبوت آپ کی کتاب ''محقق'' بھی ہے۔

اس دینی و علمی پیشکش کا پہلا ایڈیشن وسط ۱۹۲۳ء میں منظر عام پر آیا اور اس درجہ مقبول ہوا کہ دو ماہ کے اندر اندر ختم ہو گیا جس کے بعد اُسے اگست ۱۹۲۳ء میں مفید اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع کیا گیا۔ یہ کتاب احمدی علم کلام کا ایک مختصر مگر دلآویز اور حسین گلدستہ ہے جس کا سرسری مطالعہ بھی دل و دماغ کو معطر کر دیتا ہے۔

مرکز احمدیت قادیان کے اخبار ''الفضل'' نے اپنی ۲۱ دسمبر ۱۹۲۳ء کی اشاعت کے صفحہ ۱۶ میں اس اہم تالیف کا اعلان درج ذیل الفاظ میں کیا:۔

''قرآن و حدیث اور بزرگان سلف کی کتب سے جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہر چند کہ ڈیڑھ ہزار کے قریب دلائل پیش کرتے ہوئے ان کی کثرت کی وجہ سے اختصار سے ھی کام لینا پڑا ہو۔ تاہم مجموعی طور پر اس ہجومِ دلائل اور لشکر براہین کا اپنا ایک رعب ہے۔ نیز دلائل کے تنوع کے باعث ہر مزاج کے انسان کے لئے اس میں

راہنمائی کا مواد ضرور موجود ہے۔ جب کہ اہل علم وفہم کے لئے بالخصوص یہ مواد ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ خود سید شفیع احمد صاحب نے ''محقق'' کے دوسرے ایڈیشن کے عرضِ حال میں لکھا تھا کہ ''الحمد للہ جس سلیم الفطرت نے بھی اس کتاب کو پڑھا وہ احمدی ہوگیا یا کم از کم احمدیت کے قریب آ گیا۔''

سید صاحب کے صاحبزادگان کی روایت کے مطابق حضرت ملک سیف الرحمٰن صاحب مرحوم (مفتی سلسلہ) فرمایا کرتے تھے کہ ان کے تعارف احمدیت کا ایک باعث ''محقق'' تھی اور سید شفیع احمد صاحب دہلوی کی اولاد بالخصوص مکرم سید حسنات احمد صاحب حال کینیڈا کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جنہوں نے اپنے والد بزرگوار کا یہ علمی ورثہ ایک لمبے عرصہ کے بعد افادۂ عام کے لئے نہ صرف شائع کرنے کی توفیق پائی ہے۔ بلکہ اس اشاعت سے قبل محقق کی نظر ثانی بھی کر لی گئی ہے۔ جس کے لئے مکرم جمال الدین صاحب شمس مربی سلسلہ خصوصی طور پر شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے خوب محنت سے حوالہ جات کی کوشش کی ہے۔ دعوت الی اللہ کے جہاد کے موجودہ دَور میں داعیان الی اللہ کے لئے یہ کتاب ایک مفید حربہ ثابت ہوسکتی ہے۔ خدا کرے کہ اس کتاب سے مخلوق خدا کو بھی فائدہ ہو اور سید صاحب کے خاندان کے لئے یہ علمی ورثہ صدقہ جاریہ بن جائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

حافظ مظفر احمد

ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد (دعوت الی اللہ) ربوہ

عرض حال

الحمد للہ کہ پہلا ایڈیشن صرف دو ماہ کے قلیل عرصہ میں ختم ہو گیا اور دوسرا ایڈیشن بہت سی اصلاح اور ترمیم و تنسیخ کے بعد شائع کیا جاتا ہے مگر تاہم میں انسان ہوں اور بیحد مصروف ہوں اور خصوصاً آجکل جبکہ حضرت خلافت مآب کے حکم سے روزانہ ایک اخبار نکال رہا ہوں صبح سے شام تک فرصت نہیں ملتی۔ اس عدیم الفرصتی میں اس کی حتیٰ المقدور اصلاح کر کے شائع کر رہا ہوں۔ احباب سے التجا ہے کہ پھر بھی جو کچھ غلطیاں وعیوب ان کو معلوم ہوں ان سے عاجز کو مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ نیز غیر احمدی لوگوں کو بغرض مطالعہ اس وعدہ پر دیں کہ اس کتاب کو آپ بغور ملاحظہ فرما کر مجھے واپس کر دیں۔ اکثر وہ احباب جو بوجہ اللہ مفت تقسیم نہیں کر سکتے اس طرح عارضی طور پر دیتے رہے اور ان کا بیان ہے کہ جس شخص نے اس کتاب کو پڑھا وہ احمدی ہو گیا یا کم از کم احمدیت کے قریب ہو گیا اس لئے احمدیت کی تبلیغ کا فرض ہر احمدی کو ادا کرنا چاہئے اور اس سے غفلت گناہ ہے اور یہ کتاب تبلیغ کا بہترین ذریعہ ہے۔

آپ کی دعا کا محتاج

سیّد ابوالبرکات محقق دہلوی

۲۰ دسمبر ۱۳۴۱ھ بمطابق ۱۹۲۲ء

رُسُلاً مُّبَشِّرِينَ وَ مُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ
حُجَّةً بَعْدَ الرُّسُلِ (النساء: ٦٦)

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ
يَسْتَهْزِئُون (يٰسين: ۳۱)

إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد: ۸)

(کتاب لاجواب موسومہ)

جس کا تاریخی نام ثواب الآخر ہے جس کے

اعداد بحساب ابجد ۱۳۴۱ھ ہوتے ہیں۔

جری اللہ فی حلل الانبیاء حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر ۱۳۴۱ معتبر شہادتیں جس کو حضرت علامہ سیّد ابو البرکات صاحب محقق دہلوی یادگار حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ و جانشین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بصد عرقریزی تالیف فرمایا۔ اور خاکسار احمد علیخاں احمدی منیجر روزنامہ اخبار دعوۃ الاسلام نے مالکان کے واسطے مطبع دستکاری پریس کوچہ پنڈت دہلی میں چھاپکر شائع کیا۔

طبع دوم ۱۰۰۰ (جملہ حقوق محفوظ ہیں) قیمت جلد ۸ عہ

سورة الفاتحة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ لا

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ لا

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ ط

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾ ط

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ لا

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾ ع

ترجمہ : اللہ کے نام کے ساتھ جو بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ تمام حمد اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ بے انتہا رحم کرنے والا، بن مانگے دینے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا۔ جن پر غضب نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’جب انسان مرجاتا ہے تو اُس کے عمل ختم ہو جاتے ہیں مگر تین عمل ختم نہیں ہوتے اوّل صدقہ جاریہ دوم ایسا علم (چھوڑے) جس سے فائدہ اُٹھایا جائے۔ تیسرے نیک اولاد جو اُس کے لئے دعا کرے۔ (حدیقۃ الصالحین صفحہ ۵۷۷)

ڈاکٹر سیّد شفیع احمد محقق دہلویؓ ایک صاحب طرز محقق تھے اُن کے لمبے مطالعے علم اور تحقیق کا نچوڑ اُن کی کتاب ’’محقق‘‘ ہے۔ جو بہتوں کے لئے ہدایت کا موجب بنتی رہی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز تبلیغ کرنے کی بار بار نصیحت اور تاکید فرما رہے ہیں جس کے پیش نظر اس کتاب کو شائع کیا جا رہا ہے۔

اس کتاب کا پیش لفظ ۱۹۹۹ء میں مکرم و محترم دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت نے لکھا جو پیش کیا جا رہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

مکرم دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت

کتاب ’’محقق‘‘ کے نامور مؤلف حضرت الحاج، حافظ، ڈاکٹر ابوالبرکات سیّد شفیع احمد صاحب دہلویؓ اُسی مبارک خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے جسے ازل سے قسّام ازلی نے ایک خاص نعمت سے نوازا جو حضرت مہدی موعود علیہ السلام کو حضرت اماں جانؓ (نور اللہ مرقدھا) کی صورت میں ۷ انومبر ۱۸۸۴ء کو منتقل ہوئی۔ میری مراد حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ کے خاندان سے ہے جن کی ساتویں پشت میں ہونے کا شرف ابوالبرکات حضرت سیّد شفیع احمد صاحبؓ کو حاصل ہے۔

حضرت علامہ ابوالبرکات کی ابتدائی زندگی حضرت مسیح موعودؑ کے زیر سایہ قادیان دارالامان میں گزری۔ آپ کے قلم سے متعدد ایمان افروز روایات حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرۃ المہدی جلد

سوم (صفحہ ۱۶۶۔۲۷۶) میں زیب قرطاس فرمائی ہیں۔

آپ نامور صحافی اور صاحب طرز اہل قلم اور بہت سی علمی تصانیف کے موٴلف تھے۔ زیرنظر کتاب ''محقق'' ۱۹۲۳ء کے ہنگامہ پرور دور کی ایک بیش قیمت علمی یادگار ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جبکہ جماعت احمدیہ اپنے مقدس امام ھمام حضرت مصلح موعودؓ کی زیر قیادت شدھی کی خوفناک ہندو تحریک کے خلاف نبرد آزما تھی اور شدھی کے قلعوں کو مسمار کرنے میں دیوانہ وار مصروف تھی۔

حضرت علامہ سیّد شفیع احمد دہلویؓ شدھی کے خلاف قلمی جہاد کرنے والوں کی صف اوّل میں تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر دارالسلطنت دہلی سے ''دعوۃ الاسلام'' کے نام سے پہلا احمدی روزنامہ جاری فرمایا۔ جس میں انسداد فتنہ ارتداد کے واقعات شائع کرنے کے علاوہ ہندو پریس اخبار تیج، بندے ماترم، کیسری، پرتاب، ملاپ وغیرہ میں اسلام کے خلاف چھپنے والے اعتراضوں کے دندان شکن جوابات دیئے۔ علاوہ ازیں کوچہ پنڈت دہلی میں ۱۶؍اگست ۱۹۲۳ء سے تعلیم المناظرین نائٹ کالج کھولا جس میں مغرب سے دس بجے شب تک آریوں اور عیسائیوں سے مناظرہ کا فن سکھلایا جاتا تھا۔ اس کالج سے بلالحاظ فرقہ کسی فیس کے بغیر کئی اصحاب نے استفادہ کیا یہاں غرباء کو کھانا اور کتابیں بھی مفت دی جاتی تھی۔

آپ اُن ایام میں نہایت معمور الاوقات تھے ایک رسالہ ''محقق'' بھی آپ کی ادارت میں چھپتا تھا اور صحیح بخاری کے ترجمہ کی اشاعت کا انتظام بھی آپ فرما رہے تھے جو فی ذاتہ ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ باایں ہمہ آپ غیر از جماعت حلقوں تک پیغام احمدیت پہنچانے سے ایک لحہ بھی غافل نہیں ہوئے جس کا منہ بولتا ثبوت آپ کی کتاب ''محقق'' بھی ہے۔

اس دینی و علمی پیشکش کا پہلا ایڈیشن وسط ۱۹۲۳ء میں منظر عام پر آیا اور اس درجہ مقبول ہوا کہ دو ماہ کے اندر اندر ختم ہو گیا جس کے بعد اُسے اگست ۱۹۲۳ء میں مفید اضافوں کے ساتھ دوبارہ شائع کیا گیا۔ یہ کتاب احمدی علم کلام کا ایک مختصر مگر دلآویز اور حسین گلدستہ ہے جس کا سرسری مطالعہ بھی دل و دماغ کو معطر کر دیتا ہے۔

مرکز احمدیت قادیان کے اخبار ''الفضل'' نے اپنی ۲۱ دسمبر ۱۹۲۳ء کی اشاعت کے صفحہ ۱۶ میں اس اہم تالیف کا اعلان درج ذیل الفاظ میں کیا۔

''حضرت علامہ سیّد ابوالبرکات صاحبؒ محقق دہلوی جانشین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے صداقت احمدیت پر ۱۳۴۱ھ میں ایک نایاب کتاب لکھی تھی جس میں صداقت احمدیت پر ۱۳۴۱ دلائل درج فرمائے اور دلائل لچر پوچ نہیں بلکہ اس کی تردید لکھنے والے کو ۱۳۴۱ روپیہ بھی انعام مقرر کیا کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ ۱۳۴۱ گھنٹہ میں تمام فروخت ہوگئی اب اس کا دوسرا ایڈیشن نہایت احتیاط سے عمدہ کاغذ پر بے حد اضافہ کے ساتھ چھپ کر تیار ہوگیا یعنی پہلا ایڈیشن ۳۲۹ صفحات کا تھا اور تازہ ایڈیشن ۵۰۰ صفحات کا ہے جس کے متعلق ہر احمدی کی رائے ہے کہ یہ کتاب ہر احمدی کی ہر وقت جیب میں رہنی چاہئے اس واسطے جیبی تقطیع ہے۔ حضرت صاحب نیز سلسلہ کے جملہ بزرگوں کی جملہ کتابوں کا عرق کھینچ کر رکھ دیا ہے کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس پر اسمیں مفصل بحث موجود نہ ہو پھر بھی یہ شرط ہے کہ آپ کتاب منگوا لیجئے اور مکمل مطالعہ کے بعد ناپسند ہو تو واپس کر کے قیمت منگوا لیجئے۔ جلد بندی کروا کر عمدہ جلد بندھوائی گئی ہے اور قیمت 14 آنہ ہے۔

پتہ: منیجر روزانہ دعوۃ الاسلام کوچہ پنڈت دہلی۔

حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ امام موعود مہدی موعود کے دور میں ''تمام جہان ایک نور سے روشن ہوگا اور اس نیّرِ اعظم کے انوار میں سب فرقوں کے ستاروں کی روشنی گم ہو جائے گی''۔ (میخانہ درد، صفحہ ۱۴۵۔۱۴۸ مولفہ ناصر نذیر فراق دہلوی)

دعا ہے کہ خدائے ذوالعرش اس مفید کتاب کو بھی اس بھاری بشارت کی تکمیل کا ذریعہ بنا دے اور اس کے پڑھنے، پڑھانے اور پھیلانے والوں کے ذریعہ احمدیت کا نور چہار دانگ عالم میں پھیلا دے۔ یہانتک کہ پوری دنیا امام عصر حاضر کی ضیاء پاشیوں سے بقعہ نور ہو جائے۔ واشرقت الارض بنور ربّھا۔ آمین

۱۴۔۵۔۱۹۹۹

تعارف

کم وبیش ستر سال کے بعد ابوالحسنات الحاج حافظ سید شفیع احمد محقق دہلوی کے نادر تبلیغی نسخے کا تیسرا ایڈیشن مطبوعات نیو کینیڈا نے شائع کیا ہے۔

سید شفیع احمد مرحوم نے کوئی چالیس کے لگ بھگ کتابیں شائع کی ہیں اور یہ سلسلہ مطبوعات ۱۹۱۶ء سے لے کر ۱۹۴۱ء تک جاری رہا۔ شومئ قسمت سے اب ان مطبوعات میں سے اکثر نایاب ہیں۔
سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتی خدمت بجالانے کی سعادت حاصل کی۔ جس کا ذکر قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''سیرۃ المہدی'' میں یوں رقم فرمایا ہے۔

۵۳۴۔ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔
میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں خاکسار خواجہ کمال الدین صاحب کے ہاں رہتا تھا اس زمانہ میں خواجہ صاحب نے اپنے ایک دوست سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کے دوران میں کہا کہ حضور کا یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی نئی کتاب لکھتے ہیں تو میرے پاس اس کتاب کی ایک جلد ضرور روانہ فرمادیتے ہیں یا اپنے ہاتھ سے خود مرحمت فرماتے ہیں۔ اور فرمایا کرتے ہیں کہ اس کو شروع سے آخر تک قانونی نقطہ نگاہ سے ملاحظہ کرلو۔ مَیں اس کو محض حکم کے مطابق پڑھ لیتا ہوں۔ گومَیں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ حضرت صاحب کی کتابیں قانونی نگاہ سے دیکھنے کی محتاج نہیں۔ بلکہ اس سے حضور کا یہ مقصود ہوتا ہے کہ مَیں حضور کی تصانیف کو پڑھ لوں اور سلسلہ کی تعلیم سے واقف رہوں۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ محقق صاحب دہلی کے رہنے والے ہیں اور مَیں نے سنا ہے کہ ہمارے ننھیال سے ان کی کچھ رشتہ داری بھی ہے۔ کسی زمانہ میں غیر مبایعین کے سرگردوں کے ساتھ ان کے اچھے تعلقات تھے۔ خوب ہوشیار آدمی ہیں۔ اور اب خدا کے فضل سے مبایع ہیں۔

۵۳۵۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مَیں نے ایک خاص بات دیکھی کہ جتنی مرتبہ حضور باہر تشریف لاتے مَیں دوڑ کر السلام علیکم کہتا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا۔ حضور فوراً اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں اس طرح دیدیتے کہ گویا اس ہاتھ میں بالکل طاقت نہیں ہے یا یہ کہ وہ خاص اس لئے میرے سپرد کیا گیا ہے کہ جو چاہو اس ہاتھ سے برتاؤ کرلو۔ مَیں اس ہاتھ کو لے کر خوب چُومتا اور آنکھوں سے لگاتا اور سر پر پھیرتا۔ مگر حضور کچھ نہ کہتے۔ بیسیوں مرتبہ دن میں ایسا کرتا مگر ایک مرتبہ بھی حضور نے نہیں فرمایا کہ تجھے کیا ہوگیا ابھی تو مصافحہ کیا ہے پانچ پانچ منٹ بعد مصافحہ کی ضرورت نہیں۔

۷۴۷۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ مَیں نے متعدد مرتبہ دیکھا کہ حضرت اقدس جب بیعت لیتے تو حضور جب یہ الفاظ فرماتے کہ اے میرے ربّ مَیں نے اپنی جان پر ظلم کئے اور مَیں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں تُو میرے گناہوں کو بخش دے۔ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں تو تمام آدمی رونے لگ جاتے تھے اور آنسو جاری ہوجاتے تھے کیوں حضرت صاحب کی آواز میں اس قدر گداز ہوتا تھا کہ انسان ضرور رونے لگ جاتا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے یہ الفاظ یوں یاد ہیں کہ اے میرے ربّ مَیں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور مَیں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں تُو میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔

۷۴۸۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ مولوی محمد احسن

صاحب نے چھوٹی مسجد میں جمعہ پڑھایا۔ حضرت صاحب بھی وہیں جمعہ میں موجود تھے۔ مولوی صاحب نے درود شریف پڑھ کر خطبہ پڑھا اور اس میں انہوں نے اس درود سے یہ استدلال کیا کہ حضرت ابراہیمؑ جو ابوالانبیاء ہیں ان پر تمام انبیاء اور ان کی اُمتیں اسی طرح صلوٰۃ اور برکت کی دعائیں پڑھتی ہیں اور اسی دعا اور برکت کا اثر ہے کہ آج ہم میں بھی ایک نبی پیدا ہوا جو ہم میں اس وقت موجود ہے۔ وہ خطبہ بہت ہی لطیف تھا۔ مَیں غور سے ٹکٹکی باندھ کر حضرت اقدس کے چہرہ کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس خطبہ کا حضرت صاحب پر کیا اثر ہوتا ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام پر اس خطبہ کا کوئی خاص اثر مَیں نے محسوس نہ کیا۔ اس دن نماز مغرب کے بعد بھی حضور علیہ السلام کافی عرصہ تک مسجد میں بیٹھے رہے مگر حضرت صاحب نے اس خطبہ کے متعلق کچھ ذکر نہ کیا میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب کو ایک نیا مضمون ملا ہے اب حضرت صاحب اس پر کوئی الگ مضمون تحریر فرمائیں گے۔ مگر حضرت ساحب نے اپنی کسی کتاب میں اس مضمون کا ذکر تک نہیں کیا جس سے معلوم ہوا کہ حضرت اقدس ادھر اُدھر کی باتیں اڑا لینے والے نہ تھے بلکہ وہی کہتے تھے جو خدا آپ کو بتلاتا تھا۔

۸۱۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مستری محمد مکی صاحب پشاوری نے مجھ سے ایک روز بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک خادم پیرا نامی ہوتا تھا۔ اس سے حضرت اقدس کی موجودگی میں کسی نے دریافت کیا کہ تُو حضرت صاحب کو کیا مانتا ہے؟ پیرا کہنے لگا کہ 'تھوڑے دناں توں کہندے ہن کہ مَیں مسیح آں' یعنی تھوڑے عرصہ سے انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ مَیں مسیح موعود ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ جواب سن کر مسکرانے لگے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ پیرا ایک پہاڑی ملازم تھا اور بالکل جاہل اور نیم پاگل تھا۔ مگر بعض اوقات پتہ کی بات بھی کر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ اس سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے بٹالہ کے سٹیشن پر کہا کہ تمہارے مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو جھوٹا ہے اور قرآن حدیث کے خلاف ہے۔ پیرے نے جواب دیا مولوی صاحب مَیں تو کچھ پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ مگر مَیں اتنا جانتا ہوں کہ لوگوں کو

بہکانے کے لئے آپ بٹالہ کے سٹیشن پر آ آ کر جوتیاں بھی گھس گئی ہیں۔ مگر پھر بھی دنیا مرزا صاحب کی طرف کھچی چلی آتی ہے۔

۸۱۵۔ **بسم اللہ الرحمن الرحیم۔**

میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے مجھ سے بذریعہ تحریر بیان کیا کہ مستری محمد مکی صاحب نے مجھ سے بیان کیا کہ جب کبھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیر کے واسطے تشریف لے جاتے اور بازار میں سے گزرتے تو بعض ہندو دوکاندار اپنے طریق پر ہاتھ جوڑ کر حضور علیہ السلام کو سلام کرتے اور بعض تو اپنی دکان پر اپنے رنگ میں سجدہ کرنے لگتے۔ مگر حضرت صاحب کو خبر نہ ہوتی۔ کیوں کہ آپ آنکھیں نیچے ڈالے گزرتے چلے جاتے تھے۔ ایک دن مستری صاحب نے بعض عمر رسیدہ ہندو دوکانداروں سے دریافت کیا کہ تم مرزا صاحب کو کیا سمجھتے ہو جو سجدہ کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ بھگوان ہیں بڑے مہا پرش ہیں، ہم ان کو بچپن سے جانتے ہیں یہ خدا کے بڑے بھگت ہیں۔ دنیا بھر کو خدا نے ان کی طرف جھکا دیا ہے۔ جب خدا ان کی اتنی عزت کرتا ہے تو ہم کیوں نہ ان کی عزت کریں۔ مستری صاحب نے بیان کیا کہ جب سے قادیان میں آریہ سماج قائم ہوئی تب سے آریوں نے ہندوؤں کو غیرت اور شرم دلا کر اور مجبور کر کے ایسی حرکات تعظیمی سے روک دیا ہے مگر ان کے دل حضرت صاحب پر قربان تھے اور وہ آپؑ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ مستری ساحب کا بیان ہے کہ مَیں نے متعدد مرتبہ قادیان کے ہندوؤں سے حضرت صاحب کے حالات دریافت کئے مگر کبھی کسی ہندو نے حضرت صاحب کا کوئی عیب بیان نہیں کیا بلکہ ہر شخص آپ کی تعریف ہی کرتا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مستری صاحب کو تفصیلی حالات علم نہیں ہے اور نہ وہ قادیان کے سب ہندوؤں سے ملے ہیں۔ قادیان کے ہندوؤں کا ایک طبقہ قدیم سے مخالف چلا آیا ہے اور گو یہ درست ہے کہ وہ حضرت صاحب میں کوئی عیب نہیں نکال سکے۔ مگر مخالفت میں انہوں نے کبھی کمی نہیں کی البتہ بیشتر حصہ پرانے سناتنی طریق پر ہمیشہ مؤدب رہا ہے۔

۸۳۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت مَیں لاہور میں تھا اور خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں رہا کرتا تھا۔ جب آپ فوت ہوئے تو مَیں اور ایک اور احمدی نوجوان حضرت صاحب کے غسل دینے کے لئے بیری کے پتّے لینے گئے مجھے یہ یاد نہیں کہ کس بزرگ نے پتّے لانے کے لئے کہا تھا۔ مَیں روتا جارہا تھا اور اسلامیہ کالج کے پشت پر کچھ بیریاں تھیں وہاں سے پتّے توڑ کر لایا تھا۔ گرم پانی میں ان پتوں کو کھولا کر اس پانی سے حضور کو غسل دیا گیا تھا۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ جہاں تک مجھے یاد ہے کہ حضرت صاحب کو غسل ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہور اور بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے دیا تھا۔

۸۳۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ مَیں نے ایک دوست سے یہ واقعہ سنا ہے کہ جناب خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب جب ای اے۔ سی کا امتحان دینے کے لئے لاہور گئے تو جہاں دوسرے اُمیدوار مقیم تھے وہاں مرزا صاحب ٹھہر گئے۔ ان اُمیدواروں میں سے کوئی بی۔ اے تھا اور کوئی ایم۔ اے تھا اور کوئی ایل ایل بی تھا۔ ان ایام میں ایک رات مرزا سلطان احمد صاحب ذرا جلدی لیٹ گئے۔ دوسرے اُمیدوار ابھی جاگ رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو سویا ہوا سمجھ کر آپ میں مذاق شروع کر دیا۔ کہ ان مرزا صاحب کو بھی امتحان کا شوق چرایا ہے ایسے ایسے قابل لوگوں کو تو پاس ہونے کی اُمید نہیں اور یہ خواہ مخواہ امتحان میں آکودے۔ ان کی یہ گفتگو سن کر مرزا صاحب نے دل میں کہا کہ مَیں حضرت والد صاحب کو دعا کے واسطے کہہ تو آیا ہوں اور آپ نے دعا کا وعدہ بھی کیا تھا۔ ضرور دعا کریں گے۔ خدا کرے مَیں کامیاب ہو جاؤں۔ تاکہ ان لوگوں کے مذاق کا جواب مل جائے۔ انہی خیالات میں آپ سو گئے اور قریباً چار بجے صبح کو آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت صاحب تشریف لائے اور آپ نے مرزا سلطان احمد کو ہاتھ سے پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا ہے۔ یہ خواب دیکھ کر مرزا سلطان احمد صاحب کی آنکھ کھل گئی اور انہوں نے خود ہی اس خواب کی تعبیر کی کہ مَیں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ اتنے میں دیگر اُمیدوار بھی بیدار ہو گئے اور

مرزا سلطان احمد صاحب نے ان کو کہا کہ دیکھو رات تم لوگ میرا مذاق اُڑا رہے تھے اب تم دیکھنا کہ مَیں ضرور کامیاب ہو کر آؤں گا اور تم دیکھتے رہ جاؤ گے۔ انہوں نے ازراہِ مذاق کہا کہ کیا آپ کو بھی اپنے والد صاحب کی طرح الہام ہوتا ہے۔ مرزا سلطان احمد صاحب نے کہا بس اب تم دیکھ لینا کہ کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ مرزا سلطان احمد صاحب اس امتحان میں بفضلہٖ تعالیٰ کامیاب ہو گئے۔ اگرچہ مرزا صاحب اس وقت حضرت صاحب کی بیعت میں داخل نہ تھے مگر ان کو حضور کی دعا اور وحی پر یقین اور ایمان تھا۔ چنانچہ اس سے پہلے مرزا صاحب نے تحصیلداری میں کامیابی کے واسطے بھی حضرت صاحب سے دعا کرائی تھی۔ اور پھر تحصیلدار ہو گئے تھے۔ مَیں نے سنا ہے کہ اس وقت انہوں نے پہلے ماہ کی تنخواہ حضرت صاحب کے پاس بھیجی کہ میری طرف سے لنگر خانہ میں بطور چندہ آپ قبول فرمائیں۔ مگر آپ نے اس روپیہ کے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا یہ نعمت صرف احمدی لوگوں کے لئے ہے۔ ایک غیر احمدی کا چندہ اس میں نہیں لیا جا سکتا۔ اگر تم دینا چاہتے ہو تو سکول میں دیدو کیونکہ اس میں تمہارا بیٹا بھی پڑھتا ہے۔

خاکسار عرض کرتا ہے کہ مجھے اس واقعہ کے متعلق کوئی ذاتی علم نہیں ہے اور نہ کوئی اور اطلاع ہے اس لئے مَیں اس کی صحت یا عدم صحت کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مگر اس قدر بات مجھے بھی معلوم ہے جو سیرۃ المہدی حصہ اول کی روایت نمبر ۲۰۸ میں گزر چکی ہے کہ ایک دفعہ جب تحصیلداری کے امتحان کے لئے مرزا سلطان احمد صاحب نے حضرت صاحب کو دعا کے لئے لکھا تھا تو حضرت صاحب نے ناراضگی کے ساتھ ان کا رقعہ پھینک دیا تھا کہ بس دنیا کا خیال ہی غالب رہتا ہے۔ مگر اسی رات حضرت صاحب کو خدا نے الہام کیا کہ ہم اسے پاس کر دیں گے۔ چنانچہ وہ کامیاب ہو گئے۔

۸۳۵۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔

میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ چند لوگوں نے ایک احمدی سے مباحثہ کے دوران میں کہا کہ مرزا صاحب کا اپنا بیٹا ان کو نبی نہیں مانتا۔ پہلے اس کو مناؤ پھر ہم سے بات کرنا۔ یہ بات بڑھی اور مرزا سلطان احمد کی شہادت پر فیصلہ قرار پایا۔ چنانچہ وہ احمدی اور ان کے مخالف مرزا سلطان احمد صاحب کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا کہ آپ مرزا صاحب یعنی اپنے والد صاحب

کو نبی مانتے ہیں یا نہیں؟ مرزا سلطان احمد صاحب نے جواب دیا کہ مَیں نے بنی اسرائیل کے انبیاء کا حال پڑھا ہے اگر وہ ان حالات کی بنا پر نبی کہلانے کے مستحق ہیں تو میرے والد صاحب ان سے بہت زیادہ نبی کہلانے کے مستحق ہیں۔ اس پر کسی نے کہا کہ پھر آپ ان کو مان کیوں نہیں لیتے۔ جواب دیا کہ میں دنیاداری میں گرفتار ہوں اور مَیں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ بیعت کر لینے کے بعد بھی میرے اندر دنیا کی نجاست موجود رہے۔ اس سے ایک عقلمند یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ غیر احمدی ہونے کے ایام میں بھی مرزا سلطان احمد صاحب دل میں حضرت اقدس علیہ السلام کی کس قدر عزت کرتے تھے اپنے مقدس باپ کا اثر ان کے اندر اس قدر موجود تھا کہ نائب تحصیلدار کے بعد تحصیلدار پھر ای۔ اے۔ سی پھر افسر مال پھر ڈپٹی کمشنر وغیرہ رہے مگر کسی جگہ آج تک مرزا صاحب سے کسی کو شکایت نہیں ہوئی۔ انہوں نے کبھی کسی کو دکھ نہیں دیا نہ ظلم کیا نہ جھوٹ بولا اور نہ رشوت قبول کی۔ بلکہ ڈالی تک قبول نہ کرتے تھے۔ یہ تمام خوبیوں کا مجموعہ انہیں وراثۃً باپ سے ملا تھا نہ صرف اس قدر بلکہ ان کے بچوں میں بھی فطرتاً یہ باتیں موجود ہیں۔ مرزا عزیز احمد صاحب ایم۔ اے ہی سرکاری ملازم ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ ان کے دفتر والے ماتحت اور افسر بلکہ ہمسایہ تک ان کے چلن اور اخلاق کے مداح خواں ہیں۔

اسی ضمن میں ایک بات عرض کرتا ہوں کہ ایک زمانہ میں حضرت میاں محمود احمد صاحب، میاں محمد اسحٰق صاحب اور میاں بشیر احمد صاحب تلاب کے کنارے بیڈمنٹن کھیلا کرتے تھے۔ گو مَیں بچہ تھا مگر میری فطرت میں تحقیق کا مادہ تھا۔ کھڑے ہو کر گھنٹوں دیکھتا کہ یہ لوگ کھیل میں گالی گلوچ یا جھوٹ یا فحش کلامی بھی کرتے ہیں یا نہیں مگر مَیں نے ان حضرات کو دیکھا کہ کبھی کوئی جھگڑا نہ کرتے تھے۔ حالانکہ کھیل میں اکثر جھگڑا ہو جایا کرتا ہے۔

اسی طرح اکثر دفعہ مَیں میاں بشیر احمد صاحب و میاں شریف احمد صاحب کے ساتھ شکار کے لئے جایا کرتا تھا دونوں حضرات کے پاس ایک ایک ہوائی بندوق ہوا کرتی تھی اور پرندوں کا شکار کرتے تھے۔ ہر جگہ میرا یہ مقصد ہوتا تھا کہ میں دیکھوں کہ ان لوگوں کے اخلاق کیسے ہیں۔

پھر حضرت میاں محمود احمد صاحب مغرب کے بعد اکمل صاحب کی کوٹھڑی میں آ کر بیٹھا کرتے

تھے اور مَیں بھی وہاں بیٹھا رہتا تھا۔ شعر و شاعری اور مختلف باتیں ہوتی تھیں مگر مَیں نے کبھی کوئی ایسی ویسی بات نہ دیکھی بلکہ ان کی ہر بات حیرت انگیز اخلاق والی ہوتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد جب پیغام پارٹی خصوصاً شیخ رحمت اللہ صاحب نے مجھے کہا کہ میر صاحب! آپ میاں صاحب یعنی خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ اور اکمل کی پارٹی میں بہت بیٹھا کرتے ہیں ذرا پتہ لگائیں کہ یہ بدؔر میں آجکل کوئل، بلبل اور فاختہ کیسی اُڑتی ہیں۔ اس زمانہ میں اکملؔ صاحب کی اس قسم کی اکثر نظمیں شائع ہوتی تھیں۔ چنانچہ مَیں رات دن اس امر کی تلاش میں رہتا کہ مجھے کوئی بات مل جائے تو مَیں پیغام پارٹی کو اطلاع دوں مگر مَیں جس قدر حضرت میاں صاحب کی صحبت میں رہا کونوا مع الصادقین کا کرشمہ مجھ پر اثر کرتا چلا گیا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ میاں محمود احمد صاحب، میاں محمد اسحاق صاحب اور قاضی اکملؔ مل کر کوئی خاص ایجی ٹیشن پھیلا رہے ہیں۔ کیوں کہ ان دنوں میں میاں محمد اسحٰق صاحب کم عمر کے تھے مگر ان کا دماغ اور ذہن بڑے غضب کا تھا۔ غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مصاحب اور رشتہ دار اور اولاد ہر ایک اس قدر گہرے طور پر حضرت صاحب کے رنگ میں رنگین ہو گئے تھے کہ بے انتہا جستجو کے بعد بھی کوئی آدمی ان میں کوئی عیب نہ نکال سکتا تھا۔ مَیں خود پیروں کے خاندان میں پیدا ہوا ہوں۔ اور پیروں فقیروں سے بے حد تعلقات اور رشتہ داریاں ہیں مجھے اس کے متعلق ایک حد تک تجربہ ہے وہ لوگ اپنے مریدوں میں بیٹھ کر جس قدر اپنی بزرگی جتاتے ہیں اسی قدر وہ در پردہ بدچلن اور بد اخلاق ہوتے ہیں۔

۹۱۸۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

میر شفیع احمد صاحب محقق دہلوی نے بذریعہ تحریر مجھ سے بیان کیا کہ عرصہ کی بات ہے کہ مَیں لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان میں صبح کے وقت بیٹھا قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا اور ایک چارپائی پر فخر الدین ملتانی بھی بیٹھا ہوا تلاوت کر رہا تھا اتنے میں مجھے فخر الدین ملتانی نے کہا کہ دیکھو میر صاحب! مولوی محمد حسین بٹالوی جا رہا ہے مَیں نے پوچھا کہاں؟ تب اس نے اشارہ کیا کہ وہ دیکھو۔ مَیں ننگے پاؤں اور ننگے سر جس طرح بیٹھا ہوا تھا اسی طرح اُن کے پیچھے بھاگا۔ دیکھا تو ایک وزنی بیگ اُٹھائے ہوئے مولوی صاحب اسٹیشن کی طرف جا رہے ہیں۔ مَیں نے جا کر السلام علیکم کہا اور ان کا بیگ لے لیا کہ

مَیں آپ کے ساتھ لئے چلتا ہوں۔ پہلے انہوں نے انکار کیا مگر میرے اس اصرار پر مجھے دے دیا کہ آپ ضعیف ہیں اور اتنا بوجھ نہیں اُٹھا سکتے۔ اس پر انہوں نے جزاک اللہ کہا اور مَیں ساتھ ہولیا۔ راستہ میں کہا کہ مَیں نے ٹمٹم کا انتظار کیا مگر نہ ملی۔ اگر ٹمٹم کا انتظار کرتا تو شاید گاڑی نکل جاتی۔ مجھے ضروری مقدمہ میں جانا ہے۔ آپ نے بڑی تکلیف کی۔ مَیں نے کہا کہ نہیں مجھے بڑی راحت ہے کہ آپ ایک معمولی سے معمولی آدمی کی طرح اتنا بوجھ اُٹھائے چلے جارہے ہیں اور انی مھین من اراد اھانتک کی ایک نئے رنگ میں تصدیق کررہے ہیں۔ یہ فقرہ سن کر مولوی صاحب بہت ناراض ہوئے اور مردود میرزائی کہ کر وہ بیگ مجھ سے چھین لیا اور پھر چل پڑے مگر کچھ دُوران کے ساتھ گیا اور منت خوشامند سے بیگ پھر اُٹھالیا۔ اس پر کہنے لگے کہ مرزا نے تم لوگوں پر جادو کردیا ہے تم تو دیوانہ ہوگئے ہو۔ اس میں کیا دھرا ہوا ہے ہم تو انہیں بچپن سے جانتے ہیں۔ ان کے کچے چٹھے ہمیں معلوم ہیں۔ مَیں نے کہا آج تک تو کسی نے ان کا کچا چٹھا شائع نہیں کیا۔ کہنے لگے کوئی سنتا بھی ہو۔ بری بات لوگ فوراً قبول کرلیتے ہیں اور نیک بات کی طرف کان بھی نہیں دھرتے۔ مَیں نے کہا آپ سچ فرمارہے ہیں ہر نبی کے ساتھ اس کی قوم نے ایسا ہی برتاؤ کیا۔ چونکہ بوجھ بہت تھا۔ اس لئے مولوی صاحب نے میرے لئے بھی پلیٹ فارم کا ٹکٹ خریدا اور چونکہ ریل بالکل تیار تھی سوار ہوکر چلے گئے۔

باب اوّل

اُمت مسلمہ میں افتراق کی نشاندہی

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
زجامِ دہرمئے کُلُّ مَنْ علیہا فان

آہ! اک دن موت ہے اور ضرور موت ہے، یقیناً موت ہے اور اس سے کسی طرح نجات نہیں، مگر بڑی مبارک وہ موت ہے جو ایمان کے ساتھ ہو اور بڑی بُری وہ موت ہے جو جہنمی موت ہے۔

دوستو! یہ بڑا ضروری اور سب سے اہم سوال ہے کہ ایمان کے ساتھ کسطرح موت نصیب ہو؟ خصوصاً اس حدیث شریف کے پڑھنے کے بعد

تفرق امتی عَلیٰ ثلاث و سبعین مِلة کلھم فی النّار الا واحدہ (البیھقی کتاب)

یعنی امام بیہقی نے حضرت ابن عمر سے بیان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اک زمانہ ایسا آئیگا جبکہ میری اُمت میں تہتر (۷۳) فرقے ہوجائیں گے اور وہ سب جہنمی ہونگے سوائے ایک فرقہ کے جس کا ذکر رسول خَدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں کیا ہے:

تفرقت الیھود علی احدی وسبعین فرقة وتفرق امتی علیٰ ثلث و سبلعین

(سنن ابوداؤد کتاب السنة باب شرح السنة)

یعنی یہود ا۷ یا ۷۲ اور نصاریٰ بھی ا۷ یا ۷۲ فرقے ہوگئے۔ میری اُمت ۷۳ فرقہ میں ہوجائے گی۔ اس حدیث کو ابوداؤد جامع ترمذی ابواب الایمان باب افتراق ھذہ الامة اور ابن ماجہ کتاب

الفتن باب افتراق الامم نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ کی ایک روایت عوف بن مالک سے یوں ہے کہ یہود ۷۱ فرقے ہو گئے کہ ۷۰ آگ میں ہیں اور ایک جنت میں۔ قسم ہے اُس خدا کی کہ جس کے قبضۂ قدرت میں بقائے ذات محمدی ہے۔ تحقیق میری اُمت ۷۳ فرقہ ہو جائے گی۔ جن میں سے ایک فرقہ جنتی ہے اور باقی 72 بہتر دوزخی۔ اور عبداللہ بن عمر بن عباس کا لفظ مرفوع ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ليا تين على امتى ما اتى علىٰ بنى اسرائيل خذ و النعل بالنعل حتىٰ ان كان منهم من الى امه علانية مكان فى امتى من يصنع ذالک و ان بنى اسرائيل تفرقت على اثنتين و سبعين ملته وتفترق امتى على ثلاثٍ و سبعين ملة كلهم فى النار الا ملةً واحدة قالو امن هى يارسول الله قال ماانا عليه و اصحابى رواه الترمذى وقال غريب (جامعه الترمذى البواب الايمان باب افتراق هذه الامة)

یعنی میری اُمت کے لوگوں پر وہی زمانہ آئیگا جو بنی اسرائیل پر آیا۔ یہاں تک کہ اگر کسی نے ان میں سے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ صحبت کی ہو تو میری اُمت میں بھی کوئی شخص پیدا ہو جائے گا کہ وہ ایسا کام کرے گا۔ اور بنی اسرائیل بہتر فرقے ہو گئے میری اُمت تہتر فرقے ہو جائے گی۔ سب آگ میں جائیں گے مگر ایک ملت والے۔ صحابہ نے پوچھا وہ کون ہیں اے رسولؐ خدا۔ فرمایا ''وہ طریقہ جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

مسند احمد بن حنبل جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۳۲، جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۲۰، جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۴۵ اور سنن ابوداؤد کتاب السنۃ باب شرح السنۃ کے الفاظ حضرت معاویہ سے یوں ہیں۔

قام فى نا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال ان من كان قبلكم من اهل الكتاب افترقو اعلى ثلثين وسبعين ملة وان هل الامة ستفترق علىٰ ثلث وسبعين فرقة ثنتان وسبعون فى النار و واحدة فى الجنة وهى الجماعة .

یعنی ہم میں آنحضرت ﷺ خطبے کو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ خبردار کہ جو تم سے پہلے اہل کتاب تھے وہ ۷۲ بہتر فرقے ہو گئے اور قریب ہے کہ یہ اُمت ۷۳ فرقے ہو جائے گی۔ ۷۲ نار میں جائیں گے اور

ایک جنت میں وہ جماعت ہے اور ابن عدی نے ابو ہریرہ سے صرف اس قدر روایت کیا ہے کہ یہود ۷۱ فرقے بن گئے اور نصاریٰ ۷۲ میری اُمت ۷۳ فرقے ہوجائے گی۔ بیہقی نے افتراق اُمت کی حدیث کو صحیح حسن کہا ہے اور حاکم ابن حیان نے بھی اپنی صحیحین میں اسی مضمون کی حدیث ابو ہریرہ سے روایت کی ہے اور بقول مولف مقاصد حسنہ انس اور جابر اور ابوامامہ اور ابن مسعود اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اور عویمر اور ابودرداء اور واثلہ اور عبداللہ بن عمر بن عاص ومعاویہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی مضمون کی روائتیں آئی ہیں اور ابو ہریرہ بھی اس کے راوی ہیں اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور ابن جدی اور حاکم اور ابن حبان وغیرہ محققین حدیث نے اس کو اپنی اپنی کتب میں روایت کیا ہے اور جامع الاصول اور تبسیر الوصول اور مقاصد حسنہ اور جمع الجوامع اور کتاب بیہقی وغیرہ میں ان روایت کو ان کتب صحاح وحدیث وغیرہ سے نقل کیا ہے اور اس کی صحت میں کلام نہیں مجھے شبلی صاحب نعمانی سے تعجب ہے کہ انہوں نے سیرۃ النعمان مصنفہ شبلی نعمانی کے صفحہ ۱۳۲ میں محض اپنی رائے سے اس حدیث کو کیوں موضوع قرار دیدیا۔ کوئی بھی دلیل اس کی موضوعیت کی مولوی صاحب نے نہیں بیان کی۔

اس حدیث کی طریق بہت ہیں اور ائمہ حدیث نے اس کو صحیح مانا ہے اور ترمذی نے جو اس طریق کی روایت کو غریب کہا ہے سو اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی زمانہ میں اس کی روایت ایک ہی راوی سے ہوئی ہے اور غریب احادیث صحیحہ کے اقسام سے ہے اور صحیح حدیث قابل حجت ہے۔ پھر حسن لذاتہٖ پھر حسن لغیرہ اور تمام طریقوں میں تفرق ۷۳ فرقوں میں آیا ہے نہ بہت ۷۲ میں۔ اگرچہ سیوطی نے ایک حدیث ابن ماجہ کی جو انس سے مروی ہے۔ اس مضمون کی بھی نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل کے ۷۱ فرقہ ہوگئے اور میری اُمت ۷۲ فرقے ہوجائیں گے۔ سب دوزخ میں جائیں گے مگر ایک فرقہ اور یہ جماعت ہے مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی شرح سفر السعادت میں کہتے ہیں کہ اس روایت کا اعتبار ان بہت سی روایت کے مقابل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ سیوطی نے بھی ابن ماجہ کی حدیث عوف بن مالک سے اُمت محمدی کے ۷۳ فرقے ہوجانے کے باب میں نقل کی ہے سو یہی صحیح روایت ہے اور یہی وجہ ہے کہ صاحب سفر السعادت نے فرمایا ہے کہ درباب افتراق اُمت بر ہفتاد و دو فرقہ چیزے ثابت نہ شدہ۔ مطلب یہ ہے کہ تفرق اُمت ۷۳ فرقوں پر ثابت

ہوا ہے نہ ۷۲ پر اور اگر یہ ثابت کیا جائے کہ مصنف سفر السعادت کی مراد یہ ہے کہ افتراق اُمت کے باب میں مطلقاً کوئی حدیث صحیح نہیں وارد ہوئی اور جو کچھ اس معاملہ میں آیا ہے وہ سب موضوع ہے تو یہ قول ان کا کیسے معتبر ہوسکتا ہے جبکہ اتنے بہت سے ائمہ حدیث افتراق امت کی روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور بہت سے طریقوں سے مروی ہے شاید مولوی شبلی صاحب نے اس حدیث کو موضوع ہونے کے قول' کو یہیں سے لیا ہے مگر صاحب سفر السعادت تو یہ کہتے ہیں کہ اُمت محمدی کا بہتر فرقے ہو جانا کسی حدیث سے ثابت نہیں مولوی صاحب نے ایک بڑھا کر ۷۳ اپنی رائے سے کہا ہے۔

اب کون نہیں جانتا کہ آجکل ۷۳ فرقے ہوگئے مگر بعض اصحاب یہ کہتے ہیں کہ اگر فرقہ ورفرقہ گنے جائیں تو ہم ۷۳ کے سات گنے یعنی ۵۱۱ فرقے گنوانے کے واسطے تیار ہیں۔ جس کا مفصل حال ہم سے کتاب فرقہ ہائے اسلامی منگوا کر دیکھیے جن کی مفصل تشریح ۸سو کلاں صفحہ سے زیادہ میں درج ہے قیمت ہے ۶ آنہ مگر ان تمام فرقوں کی اصل یہ تہتر فرقہ ہیں مثلاً شیعوں میں ۸۰ کے قریب فرقے ہیں۔ مگر اصلیت اُن کی شیعہ فرقہ ہے اور ان میں اس قدر اختلاف ہے کہ ایک دوسرے کو کافر سمجھتے ہیں ایک سنی کے نزدیک وہ تمام ایک ہی فرقے میں شمار ہوتے ہیں اس لئے فرقوں کے نام درج کرتے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام فرقہ	نمبر شمار	نام فرقہ	نمبر شمار	نام فرقہ
۱	آمریہ	۲	اباجیہ	۳	اباضیہ
۴	ابتریہ	۵	ابدیہ	۶	ابوالحسنیہ
۷	ابوبکریہ	۸	ابوحنیفہ	۹	اتحادیہ
۱۰	اثناعشریہ	۱۱	اثناعشری خوجے	۱۲	اشنینیہ
۱۳	اچھوتیہ	۱۴	احمدیہ	۱۵	اخنسیہ
۱۶	ادریسی	۱۷	ازراقہ	۱۸	ازلی

۱۹	اسحاقیہ	۲۰	اسماعیلیہ	۲۱	اسکافیہ
۲۲	اسراریہ	۲۳	اشاعرہ	۲۴	اشربیہ
۲۵	اشعریہ	۲۶	اصفریہ	۲۷	اطرافیہ
۲۸	افسطحیہ	۲۹	افعالیہ	۳۰	افترانیہ
۳۱	اہل اہوا	۳۲	اہل حدیث	۳۳	اہل الروایت
۳۴	اہل سنت الجماعت	۳۵	اہل قرآن	۳۶	بابی
۳۷	بانیہ	۳۸	باطنیہ	۳۹	باقریہ
۴۰	بتریہ	۴۱	بحاریہ	۴۲	بدائیہ
۴۳	بدعیہ	۴۴	برغوثیہ	۴۵	بزیغیہ
۴۶	برقعیہ	۴۷	بسلمیہ	۴۸	بشریہ
۴۹	بطخیہ	۵۰	بقاعیہ	۵۱	بکریہ
۵۲	بنانیہ	۵۳	بنومہدی	۵۴	بوہرے
۵۵	بہائی	۵۶	بہشمیہ	۵۷	تازکیہ
۵۸	تبریہ	۵۹	تشبیہ	۶۰	تعلمیہ
۶۱	تفویفیہ	۶۲	تناسخیہ	۶۳	تہمیہ
۶۴	ثعالیہ یا ثعلبیہ	۶۵	ثمامیہ	۶۶	ثنویہ
۶۷	ثومیہ	۶۸	ثونیہ	۶۹	ثومینیہ
۷۰	ثوبانیہ	۷۱	جاحظہ	۷۲	جارودیہ
۷۳	جبائیہ	۷۴	جبریہ	۷۵	جحدیہ

۷۶	جرمیہ	۷۷	جعفریہ	۷۸	جلالیہ
۷۹	جنابیہ	۸۰	جناحیہ	۸۱	جوائفیہ
۸۲	جہمیہ	۸۳	حابطیہ	۸۴	حازمیہ
۸۵	حاصریہ	۸۶	حبیبیہ	۸۷	حدوثیہ
۸۸	حربیہ	۸۹	حرقیہ	۹۰	حرماقیہ
۹۱	حرمیہ	۹۲	حرہ	۹۳	حدیثہ
۹۴	حزنیہ	۹۵	حسانیہ	۹۶	حسیبیہ
۹۷	حسنیہ	۹۸	حشویہ	۹۹	حششین
۱۰۰	حفصیہ	۱۰۱	حکمیہ	۱۰۲	حلاجیہ
۱۰۳	حماریہ	۱۰۴	حمزیہ	۱۰۵	حمریہ
۱۰۶	حنابلہ	۱۰۷	حرمیہ	۱۰۸	حنئلیہ
۱۰۹	خطابیہ	۱۱۰	خلفیہ	۱۱۱	خلیقیہ
۱۱۲	خمسیہ	۱۱۳	خوارج	۱۱۴	خوجے
۱۱۵	خوفیہ	۱۱۶	خباطیہ	۱۱۷	داؤدیہ
۱۱۸	وکسینیہ	۱۱۹	دہانیہ	۱۲۰	دین الٰہی
۱۲۱	ذبابیہ	۱۲۲	ذمیر	۱۲۳	ذومصہ
۱۲۴	راجیہ	۱۲۵	راجبہ	۱۲۶	راوندیہ
۱۲۷	ربوبدیہ	۱۲۸	رجعیہ	۱۲۹	رزامیہ
۱۳۰	روشنیاں	۱۳۱	روندیہ	۱۳۲	زماریہ

۱۳۳	زردپوش	۱۳۴	زرینیہ	۱۳۵	زعفرانیہ
۱۳۶	زکریا	۱۳۷	زنادقہ	۱۳۸	زیادیہ
۱۳۹	زیدیہ	۱۴۰	سابقیہ	۱۴۱	سالمیہ
۱۴۲	سامریہ	۱۴۳	سبائیہ	۱۴۴	سبعیہ
۱۴۵	سرحوبیہ	۱۴۶	سریعنیہ	۱۴۷	سفیدپوشاں
۱۴۸	سقطیہ	۱۴۹	سلغیہ	۱۵۰	سلیمانیہ
۱۵۱	سمانیہ	۱۵۲	سنوسیہ	۱۵۳	سوس کا مہدی
۱۵۴	شافعی	۱۵۵	شاملیہ	۱۵۶	شبیبہ
۱۵۷	شریکیہ	۱۵۸	شعیبیہ	۱۵۹	شلمغانیہ
۱۶۰	شمراضیہ	۱۶۱	شمریہ	۱۶۲	شمسی
۱۶۳	شمیطہ	۱۶۴	شناقطہ	۱۶۵	شقیطی
۱۶۶	شیبانیہ	۱۶۷	شیطانیہ	۱۶۸	شیعہ
169	شیرازیہ	۱۷۰	شیعہ نفیصلہ	۱۷۱	صفویہ
۱۷۲	صباحیہ	۱۷۳	صالحیہ	۱۷۴	صفاتیہ
۱۷۵	صفریہ	۱۷۶	صحاکیہ	۱۷۷	ضراریہ
۱۷۸	طیبیہ	۱۷۹	طیاریہ	۱۸۰	عابدیہ
۱۸۱	عادلشاہیہ	۱۸۲	عبادیہ	۱۸۳	عباسیہ
۱۸۴	عبیدیہ	۱۸۵	عثمانیہ	۱۸۶	عجاردہ
۱۸۷	عجردیہ	۱۸۸	عزاقریہ	۱۸۹	عطائی

۱۹۰	عطویه	۱۹۱	عشریه	۱۹۲	علویه
۱۹۳	علی اللّٰہی	۱۹۴	علیادیہ	۱۹۵	علیایہ
۱۹۶	عماریہ	۱۹۷	عمائیہ	۱۹۸	عمریہ
۱۹۹	عملیہ	۲۰۰	عنانیہ	۲۰۱	عنبریہ
۲۰۲	عینیہ	۲۰۳	عزابیہ	۲۰۴	غسانیہ
۲۰۵	غیلانیہ	۲۰۶	فانیہ	۲۰۷	فدائی
۲۰۸	فدیکیہ	۲۰۹	فطحیہ	۲۱۰	فکریہ
۲۱۱	قہریہ	۲۱۲	قدریہ	۲۱۳	قرامطہ
۲۱۴	قرمطیہ	۲۱۵	قضویہ	۲۱۶	قطب شاہیہ
۲۱۷	قطعیہ	۲۱۸	کاظمیہ	۲۱۹	کرامیہ
۲۲۰	کربیہ	۲۲۱	کسلیہ	۲۲۲	کلابیہ
۲۲۳	کعبیہ	۲۲۴	کرزیہ	۲۲۵	کندیہ
۲۲۶	کنزیہ	۲۲۷	کیالیہ	۲۲۸	کیسانیہ
۲۲۹	لاعینیہ	۲۳۰	لفظیہ	۲۳۱	ماتریدی
۲۳۲	مالکی	۲۳۳	مبارکیہ	۲۳۴	مبیضہ
۲۳۵	مترصبیہ	۲۳۶	متناسخیہ	۲۳۷	مجتہدی
۲۳۸	مجرہ	۲۳۹	مجسمہ	۲۴۰	مجہولیہ
۲۴۱	محظوریہ	۲۴۲	محمدیہ	۲۴۳	محمرہ
۲۴۴	محملیہ	۲۴۵	مختاریہ	۲۴۶	مخطیہ

۲۴۷	مخمسہ	۲۴۸	متراضیہ	۲۴۹	مرجیہ
۲۵۰	مرواسیہ	۲۵۱	مریسیہ	۲۵۲	مزداریہ
۲۵۳	متشبیہ	۲۵۴	مستعلویہ	۲۵۵	مسقطیہ
۲۵۶	معاذیہ	۲۵۷	معبدیہ	۲۵۸	معتزلہ
۲۵۹	معطلہ	۲۶۰	معطلیہ	۲۶۱	معلومیہ
۲۶۲	معمریہ	۲۶۳	مغریہ	۲۶۴	مفضلیہ
۲۶۵	منقبیہ	۲۶۶	مفوضہ	۲۶۷	مقیعیہ
۲۶۸	مکرمیہ	۲۶۹	ملتزقہ	۲۷۰	ملکانیہ
۲۷۱	منصوریہ	۲۷۲	منقوصیہ	۲۷۳	مہالیہ
۲۷۴	موحدین	۲۷۵	موسکافیہ	۲۷۶	موسویہ
۲۷۷	مولائی	۲۷۸	مہدویہ	۲۷۹	میمونیہ
۲۸۰	ناقصیہ	۲۸۱	ناکیتہ	۲۸۲	ناوسیہ
۲۸۳	بخایہ	۲۸۴	نزاریہ	۲۸۵	نصیری
۲۸۶	نصیریہ	۲۸۷	نسطوریہ	۲۸۸	نظام شاہیہ
۲۸۹	نظامیہ	۲۹۰	نعمانیہ	۲۹۱	نعیمیہ
۲۹۲	نفسیہ	۲۹۳	نگاریہ	۲۹۴	نمیریہ
۲۹۵	نگوشیہ	۲۹۶	نیچری	۲۹۷	واحدیہ
۲۹۸	واردیہ	۲۹۹	واسطیہ	۳۰۰	واصلیہ
۳۰۱	واقفیہ	۳۰۲	وعدووعید	۳۰۳	دہابیہ

۳۰۴	وہمیہ	۳۰۵	ہاشمیہ	۳۰۶	ہشامیہ
۳۰۷	ہزیلیہ	۳۰۸	ہصمیہ	۳۰۹	یزیدیہ
۳۱۰	یعفوریہ	۳۱۱	یعقوبیہ	۳۱۲	بوزعانیہ
۳۱۳	یُونسیہ				

ناجی فرقہ کا بیان

اسقدر فرقوں کا نام معلوم ہونے کے بعد اب غور کیجئے کہ اس حدیث شریف کے مطابق سب جہنمی ہیں۔ سوائے ایک فرقہ کے۔ ان ۷۳ فرقوں کا یہ حال ہے کہ آج بزعم خود ہر فرقہ یہ کہتا ہے کہ ہم جنتی ہیں باقی سب دوزخی۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَالَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ (سورہ المؤمنون آیت ۵۴) ترجمہ: سب گروہ، اس پر جو اُن کے پاس تھا، اِترانے لگے۔

اس لئے ہم اس جنتی فرقہ کا حال آپ کو بتاتے ہیں کہ ان ۷۳ فرقوں میں وہ جنتی فرقہ کونسا ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ نور آیت ۵۶ میں فرماتا ہے۔ وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مَنْ قَبْلِھِمْ ؂ ترجمہ: وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کئے کہ ضرور بالضرور انہیں زمین میں خلیفہ مقرر کرے گا جیسا کہ خلیفہ کیا اُن لوگوں کو جو اُن سے پہلے تھے۔ اس کی تفسیر کے واسطے بھی ہم کسی لمبی چوڑی بحث میں آپ کو نہیں ڈالنا چاہتے بلکہ ایک حدیث نبوی پیش کئے دیتے ہیں۔

(6) ان اللّٰہ یبعثُ لِھٰذ الا مت علیٰ رأس کُلّ مائۃٍ سنۃ مِن یجد دلَھَا دینھا.

(ابو داؤد کتاب اعلاحم باب مایذکر فی قرن المائۃ)

ابوداؤد نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایک ایسے شخص کو مبعوث کیا کرے گا جو ان کے لئے دین کو تازہ کرے گا۔ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۲۳۸ ابو داؤد مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۲۴۱ (کتاب الفضائل باب المجتھد علی رأس کل مئۃ ھذہ الامۃ امر وینھا مطبعہ دائرہ المعارف النظامیۃ حیدرآباد ۱۳۱۳ھ)۔

نیز امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسالہ تنبیہ میں لکھا ہے کہ عام حافظان حدیث نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی نسبت اتفاق کیا ہے اور ملا علی قاری نے وعلی متقی اور حاکم نے مستدرک (کتاب

الفتن باب ذکر بعض المجددین فی هذه الامة) میں اور بیہقی نے معرفت میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے وغیرہ۔

اوّل قرآن شریف کی آیت اور اس حدیث کے بعد صحیح حدیث سے ثابت ہونے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ تیرہ سو سال سے ہر زمانہ میں ہر صدی میں برابر مجدد آئے ہیں۔

اُمت محمدیہ میں ظاہر ہونے والے مجددین کے اسماء مبارکہ

(۱) چنانچہ پہلی صدی میں عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ۔

(۲) دوسری صدی میں احمد بن محمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ۔

(۳) تیسری صدی کے مجدد قاضی احمد بن شریح بغدادی شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۴) چوتھی صدی کے مجدد امام ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵) پانچوی صدی کے مجدد محمد ابو حامد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۶) چھٹی صدی کے مجدد حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سرتاج طریقت قادری بغدادی المعروف پیران پیر دستگیری محی الدین جیلانی۔

(۷) ساتویں صدی کے مجدد حضرت معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۸) آٹھویں صدی کے مجدد حضرت حافظ علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۹) نویں صدی کے مجدد عبدالرحمٰن بن کمال شافعی معروف بامام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۰) دسویں صدی کے مجدد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۱) گیارہویں صدی کے مجدد شیخ احمد بن عبدالاحد بن زین العابدین۔
فاروقی معروف بامام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہندی۔

(۱۲) بارہویں صدی کے مجدد حضرت احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۳) تیرہویں صدی کے مجدد مولوی محمد اسمٰعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

(دیکھو حج الکرامہ مصنف نواب صدیق حسن خاں صفحہ ۱۳۵ تا صفحہ ۱۳۹)

اوّل قرآن کی آیت اس کے بعد حدیث سے جب یہ ثابت ہوگیا کہ ہر صدی میں مجدد آتے رہیں گے اور ہر صدی کے مجددوں کا آنا اس حدیث کو صحت کی انتہا تک بھی پہنچا دیتا ہے۔ جب ہم یہ بخوبی ثابت کر چکے ہیں کہ ہر صدی میں مجدد آتے رہے ہیں تو اب پھر پہلی حدیث کی طرف آپ کی توجہ ہم دوبارہ مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اُمت میں ۷۳ فرقے ہو جائیں گے اور ان میں ایک فرقہ جنتی ہوگا اور باقی سب دوزخی تو معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے گنہگار بندوں کی اصلاح کے واسطے ہمیشہ سے مصلحین کو بھیجتا رہتا ہے جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو بھیجا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اس سلسلہ کو بند نہیں کیا جیسا کہ سورہ نور کی آیت اور حدیث اور پھر مسلسل ہر صدی میں مجددوں کے آنے سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ سلسلہ کبھی بند نہیں ہوا۔

ان آیات واحادیث کو سامنے رکھنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو فرقہ ان مامورین و مصلحین کو مانتا رہیگا صرف وہ جنتی ہوگا۔ اور یہ ایسی موٹی بات ہے کہ معمولی عقل والا بھی اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اصلاح کے واسطے مجدد آتے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے۔ اگر ان کے حکم کے مطابق ہم اصلاح نہ کریں تو ضرور سزا کے مستحق ہیں۔

پس جو شخص ان کو مان کر اپنی اصلاح کرے وہ جنتی ہے باقی سب دوزخی۔ اور حدیث میں بھی یہی وارد ہوا ہے مِن لم یَعرف امامُ زمانهٗ فقد مات میتّة الجاهلية ۔ جو شخص امام زماں کو پہچانے بغیر مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا اب ظاہر ہے کہ جاہلیت کی موت ابوجہل کی موت ہے۔

چنانچہ کلینی کے صفحہ ۸۶ پر دوسری حدیث موجود ہے اس میں ومن مات علیٰ هٰذه الجاهلية ماتِ متيه۔ کفر ونفاق یعنی اگر اسی حالت میں مر گیا تو کفر اور نفاق کی موت مرا۔

من مات بغير امام مات ميتة الجاهلية رواه احمد و ابطرانی عن معاوية رضی الله عنه ايضاًمن مات مية الجاهلية ومن نزرع يده امن طاعت جاع يَومَ القيامته لا حجته رواه ابوطاؤد والطيالسی فی مسنده وابونعيم فی حلية عن ابن عمر رضی الله عنه۔

اس حدیث میں یہ بات زائد ہے کہ جس شخص نے امام زمانہ کی اطاعت نہ کی قیامت کے روز اُس

کے پاس اپنی بریت کے لئے کوئی حجت نہ ہوگی۔

اس کے علاوہ حدیث کلینی کے صفحہ ۱۹۰ میں درج ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ احمد بن ادریس سے روایت ہے کہ اس نے محمد بن عبدالجبار سے اُس نے صفوان سے اُس نے فضیل سے اس نے حرث بن مغیرہ سے سُنا کہ میں نے ابی عبداللہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص امام کے پہچاننے کے بغیر مرگیا وہ جاہلیت کی موت مرا اسی کتاب میں اسی صفحہ پر ایک اور اسی مضمون کی حدیث موجود ہے غرضیکہ شیعہ سنی۔ اہل حدیث وغیرہ صاحبان کی مسلمہ متعدد احادیث موجود ہیں اس لئے ہم اسی قدر حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں۔

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ
دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

جب معلوم ہوگیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے اور ان میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا باقی سب دوزخی۔ اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ہر صدی پر ایک مجدد آئے گا اور اسوقت تک مسلسل مجدد آتے رہے اور جو کوئی اس مجدد کو نہ مانے گا تو ابوجہل کے مانند اُسکی موت ہوگی۔

یہ باتیں معلوم ہونے کے بعد طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب ہر صدی کے شروع میں مجدد آتے رہے تو لامحالہ اس چودھویں صدی کے مجدد کی تلاش ہر مسلمان پر فرض ہے۔

چودھویں صدی کا مجدد کون؟

اور اسوقت جبکہ نصف صدی گزر گئی یعنی ۱۳۴۱ھ۔ اب تو ۱۴۳۵ھ آ گئی ہے پندرھویں صدی کے بھی انیس سال گزرنے کو ہیں مگر عالم اسلام چودھویں صدی کے مجدد کے انتظار میں ہے۔ صد حیف! حد ہوگئی مگر کوئی مجدد نظر نہیں آیا اور دنیائے اسلام بیتاب ہے مجدد کے لئے۔

کیونکہ اسلام اس قدر کفر کے نرغے میں کبھی نہیں آیا۔ نیز یہ وہ صدی ہے جس کے متعلق حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰ کے ظہور کا وقت کہا جاتا ہے ہزار ہا کتب میں جو آخری سے آخری تاریخ امام مہدی کے ظہور کی مقرر ہے وہ ۱۳۴۰ھ ہے۔

پہلی بات تو یہ کہ نصف صدی گزر گئی مگر مجدد نہیں آیا حالانکہ اس میں اس سے پہلے صدیاں یہ بتارہی ہیں کہ ہر صدی میں مجدد آتے رہے دوسری یہ بات کہ صدہا پیشگوئیاں اس صدی کے متعلق ہیں۔

زمانہ کی بیتابی کا اس قدر اضطراری عالم ہے کہ مولانا ظفر الملک علوی نے رفاہ عام کلب لکھنو ۱۹۲۰ء کے جلسہ میں کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبین نہ ہوتے تو میں یہ ضرور کہتا کہ اس زمانہ کا نبی مہاتما گاندھی ہے۔ استغفر اللہ توبہ توبہ۔ شرائط اسلامی کے مطابق تو گاندھی معمولی گنہگار مسلمان بھی نہیں ہوسکتا مگر نام نہاد مولوی ایک کافر کو نبی مان لینے کے لئے تیار ہے۔ اسی طرح ۱۹۲۱ء میں لودھران ضلع ملتان کے جلسہ میں مولوی آصف علی بیرسٹر نے بیان کیا کہ ہمارے اسلام میں ہر صدی کے بعد ایک مجدد آیا کرتا ہے اور میں صدق دل سے یقین کرتا ہوں کہ اس صدی کا مجدد مہاتما گاندھی ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔

اسی طرح یہ مولانا شوکت علی نے شہر سورت کے ایک جلسہ ۱۹۲۰ء میں کہا کہ ہمارے اسلام میں امام مہدی کے آنے کی پیشنگوئی موجود ہے اور وہ زمانہ یہی ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ وہ امام مہدی ،مہاتما گاندھی ہیں۔ نعوذ باللہ منہا چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

اسی طرح مولانا محمد علی کامریڈ نے جیل سے جو پیغام بھیجا اس میں وہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بے سوچے سمجھے میں مہاتما گاندھی کی پیروی کرتا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے کہ ایک ماں کے پیٹ میں پاؤں پھیلائیں تین بھائی بڑا ذوالفقار علی منجھلا شوکت علی چھوٹا محمد علی۔ دو کی یہ حالت ہے کہ ایک کافر کو نبی کا ہم مرتبہ مان رہے ہیں اور بڑے کو خدا نے بصیرت بخشی اور اس نے امام زماں کو پہچان لیا۔ مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ۔ گویا آج زمانہ پکار پکار کر حال وقال سے بتارہا ہے کہ ایک مصلح کی ضرورت ہے اور حالت زمانہ دیکھ کر ایک کافر کو مصلح تسلیم کر لینے میں کوئی ہرج تصور نہیں کرتے مگر آہ یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ ج مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (سورہ یٰسین آیت ۳۱)

ترجمہ : وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔

مسلمانوں کی ۱۳۴۰ھ کے بارے میں توقعات

مسلمانوں نے اپنی دیرینہ اُمیدوں اور آرزوؤں کے برآنے کا آخری سال ۱۳۴۰ھ میں امام مہدی کے ظاہر ہونے کے تعلق کو عام لوگوں میں بڑی وسعت کے ساتھ جو خیال پھیلا ہوا تھا اور جس پر کئی سال سے مولوی اور صوفی اپنی تحریروں اور تقریروں میں زور دیتے چلے آرہے تھے اس لئے اس سال کے شروع ہونے پر مسلمانوں میں اُمید کی ایک وسیع لہر پیدا کر دی جسے اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ ظاہر کیا گیا۔ چنانچہ اخبار کشمیری میگزین لاہور نے اپنی ۱۷/۱۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء کی اشاعت میں ''۱۳۴۰ھ کے ساتھ مسلمانوں کی کچھ اُمیدیں'' کے عنوان سے لکھا:

مسلمانوں کی ان کتابوں میں جو پیشین گوئیوں کے لئے مشہور ہیں ۱۳۴۰ھ کے متعلق بہت زیادہ پیشگوئی پر یقین کرنے کی ضرورت نہیں تاہم یہ دیکھ کر اس سے پہلے جو پیشگوئیاں ہو چکی ہیں وہ سب پوری اُتری ہیں۔ بلالحاظ یقین کرنا ہی پڑتا ہے۔ حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا ایک مشہور قصیدہ فارسی ہندوستان کے اکثر مقامات پر اب تک محفوظ ہے۔ ان کے فرمان کے مطابق ۱۳۴۰ھ مسلمانوں کے لئے ایک مبارک سال ہے اور اُمید ہے کہ ممالک غیر میں بھی مسلمان ہر جگہ فتحیاب اور کامیاب رہیں گے۔

ایک کتاب میں لکھا ہے کہ مہدی علیہ السلام اسی سال میں پیدا ہوں گے۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اس سال میں تُرک اپنے حریفوں پر غالب آئیں گے اور مسلمانوں کی سلطنت وسیع ہوتی چلی جائے گی۔ مسلمان صدیوں سے ابتر و ذلیل ہوتے چلے آرہے ہیں اب اگر خدا ان پر فضل و کرم کرے تو اس کے رحم و لطف سے کچھ بعید نہیں۔ (چنانچہ مصطفیٰ کمال پاشا نے فتح حاصل کی)۔

پھر اخبار مدینہ بجنور یکم دسمبر ۱۹۲۱ء میں بعنوان ''ظہور امام مہدی علیہ السلام ۱۳۴۰ ہجری میں'' شاہ نعمت اللہ صاحب کے قصیدہ کے متعلق لکھا گیا کہ:

غلط شعر جو آجکل زبان زد خلائق ہے یہ ہے ؎

خاموش باش نعمتؔ اسرار حق کمن فاش

درسال کنت کنزاً باشد چنیں بیانہ

مجھے تحقیقات اور نہایت معتبر ذریعہ سے پتہ چلا ہے کہ اصل شعر یوں ہے

خاموش باش نعمت اسرار حق مکن فاش

درسال ''کنت کنض'' باشد چنیں بیانہ

الفاظ ''کنت کنض'' میں وقت ظہور مہدی بتایا گیا ہے جس کے ۱۳۴۰ھ کے عدد ہوتے ہیں حالات موجودہ میں بھی اس بات کی نہایت سختی سے ضرورت محسوس ہورہی ہے کہ امداد غیبی کا بہت جلدی ظہور ہو۔

مسلمانوں کے ایک اور اخبار نے جس کا نام ''آگرہ اخبار'' ہے ظہور امام الزماں کے عنوان سے لکھا ہے کہ:

ظہور امام الزمان علیہ السلام بھی اسی قیامت کے آثار قریبیہ میں سے ایک نمونہ اور ایک نشان ہے جو عنقریب اور غالباً اسی سال پورا ہونے والا ہے'' (۱۱۲ کتوبر ۱۹۲۱ء)

پھر ہندوستان کے طول وعرض میں ایک اشتہار ۱۳۴۰ ہجری کے دوران میں شائع ہوا جس کا عنوان تھا ''پروانہ خداوندی'' اس کا مشتہر شیخ عبداللہ خادم حرمین شریفین بتایا گیا ہے۔ اس میں لکھا تھا کہ ۱۳۴۰ھ کے موسم حج میں ضرور امام مہدی ظاہر ہوجائیں گے وغیرہ۔

ایک طرف تو امام مہدی کے ۱۳۴۰ھ میں ظاہر ہونے پر اس قدر یقین کیا جارہا تھا اور دوسری طرف اس کے لئے دعائیں بھی کی جارہی تھیں چنانچہ اخبار مدینہ (۶رفروری ۱۹۲۲ء میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں شاہ سلیمان پھلواری نے اپنی عراق کی مراجعت کا اعلان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''جس کا جو جی چاہے کرے ہم تو ہر ایک آستانہ پر اس مقدس ہستی کے ظہور کی دُعا رو پیٹ کر کر آئے جس کے ہم منتظر بیٹھے ہیں۔ اَللّٰھُمَ عَجّل لَّنا ظُھُورَہٗ۔ اے خدا جلد اُس کو ظاہر فرما۔

امام مہدی کا انتظار

عین اُس وقت جب کہ مسلمان ایک طرف تو امام مہدی کے ظاہر ہونے کے لئے اس قدر قوی اُمید لگائے بیٹھے تھے اور اس قدر وثوق سے اعلان ہو رہے تھے اور دوسری طرف گڑ گڑا کر ظہور امام الزماں کے لئے دعائیں کی جارہی تھیں ہم نے صاف اور کھلے الفاظ میں لکھدیا تھا کہ جس رنگ میں امام الزماں کے ظاہر ہونے کے مسلمان منتظر ہیں اسی طرح ۱۳۴۰ ہجری میں تو کیا قیامت تک بھی نہیں آسکتے چنانچہ ہم نے ایک مفصل مضمون لکھا کہ ۱۳۴۰ھ شروع ہے (یاد رہے کہ یہ کتاب ۱۳۷۰ھ میں تحریر کی گئی یعنی آج سے پچانوے برس پہلے) اور اب اس کا دوسرا مہینہ جارہا ہے دس یا ساڑھے دس مہینے باقی رہ گئے ہیں جو انشاء اللہ جلدی ہی پورے ہو جائیں گے ہم پورے وثوق اور ایقان کے ساتھ کہتے ہیں کہ یہ سال بھی یونہی دیگر سالوں کی طرح گزر جائے گا اور انتظار کرنے والوں کو دست تاسف ملنے مایوسی کی آہیں کھینچنے کے لئے چھوڑ جائے گا۔

کیونکہ سنت اللہ سے ظاہر ہے کہ جن مامورین اور مصلحین کی آمد کی خبر پہلے صحائف میں آگئی اور جن کی آمد کے خیال سے خوش ہو کر قومیں خوشی میں جھومتی رہی ہیں ان کی آمد کبھی اس نقشے کے مطابق نہیں ہوئی جو لوگوں کے ذہن تجویز کر لیا کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی گزشتہ موجودہ انبیاء کی مثالیں پیش کر کے ان لوگوں کی نسبت جو ان کی آمد کے منتظر تھے بتایا گیا کہ انہوں نے موعودہ انبیاء کے ساتھ کیا سلوک کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خدا سے علم پا کر فرمایا تھا کہ میری اُمت کی اصلاح کے لئے مسیح و مہدی کا نام پا کر ایک شخص ظاہر ہوگا مگر افسوس اس موعود کا انتظار کرتے کرتے سینکڑوں نہیں بلکہ لاکھوں ہزاروں انسان دُنیا سے گزر گئے اور اس کے دیکھنے سے اُس سے فیض پانے کی تمنا کو سینے ہی میں لے گئے لیکن جب وہ ظاہر ہؤا اور خدا تعالیٰ کی سنت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ نشانات کے مطابق ظاہر ہؤا تو وہ لوگ جو اس کے منتظر تھے ان میں سے بہتوں نے اس لئے اس کا انکار کر دیا کہ وہ ان کے خیالی نقشہ پر پورا نہ اُترا اور وہ بدستور انتظار کرنے لگے اور اب تک وہ اور اُن کی آنکھیں ایک حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اور دوسرے امام مہدی کو غاروں میں تلاش کر رہی ہیں مگر آنے والا ایک ہی شخص تھا جو نہ کسی غار میں چھپا ہوا تھا نہ کسی آسمان پر بیٹھا

ہوا تھا بلکہ قدیم سنت اللہ کے مطابق وہ زمین ہی سے ظاہر ہوا مگر ظاہر پرست لوگوں نے بہ طریق سابق اس کا بھی انکار کر دیا اور وہ سختی سے مُصر ہیں کہ آنے والا کوئی اور ہے لیکن گزشتہ تجربہ شاہد ہے کہ جس طرح پہلوں کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا اور ایک فرستادہ حق کے انکار کرنے کے بعد ان کو کوئی فرستادہ حق نہ ملا اسی طرح ان لوگوں کے لئے بھی اب فرستادہ خدا بجز اس مہدی مسعود اور مسیح موعود کے جو قادیان میں ظاہر ہوُا کوئی نہیں آئیگا۔ جو لوگ اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں بلکہ کسی اور کے منتظر ہیں وہ یاد رکھیں کہ ان کے لئے اب کوئی سچا مسیح اور کوئی سچا مہدی نہیں ہے اور نہ ہی اب کوئی قیامت تک آئیگا۔

اس سے چند ماہ بعد ہم نے پھر مسلمانوں کو خیالی مہدی کی کبھی نہ پوری ہونے والی اُمید کو ترک کر کے حقیقی مہدی کے قبول کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا:

مسلمان چونکہ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ کے متعلق ایسے خیالات دلوں میں بٹھائے ہوئے ہیں جو اسلام کی تعلیم اور اس کی شان کے بیحد خلاف ہے اس لئے قطعاً محال ہے کہ کبھی انہیں اپنے ذہن اور خیالی امام مہدی اور حضرت عیسیٰ کے دیکھنے کا موقعہ مل سکے۔ اس حقیقی امام مہدی اور مسیح موعود کو جس نے آتا دیکھا جبکہ ہر طرف اس کے آنے کا انتظار لگا ہوا ہے اور تمام نشانات پورے ہو چکے ہیں جو اس کی آمد سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سوا کوئی مسیح موعود اور مہدی معہود نہیں ہے اور نہ کوئی آئے گا جس کی آنکھیں ہیں دیکھے اور جس کے کان ہیں سُنے اور جس کا دل ہے سمجھے کہ وقت کا امام حضرت مرزا غلام احمد قادیان میں آچکا ہے۔ جو لوگ اسے قبول نہ کریں گے۔ اس پر ایمان نہ لائیں گے انہیں تا قیامت کسی مسیح اور مہدی کی شکل دیکھنی نصیب نہ ہوگی ۱۳۴۰ھ ہجری کا زیادہ عرصہ گزر چکا اور باقی بھی یونہی گزر جائے گا اور تہی دستان قسمت کے لئے محرومی کا داغ چھوڑ جائے گا لیکن مبارک ہوں گے وہ لوگ جو امام مہدی اور حضرت عیسیٰ کے آنے کی اس آخری حد کو بھی خالی گزرتے ہوئے دیکھ کر اپنے غیر صحیح اور نادرست خیالات کو ترک کر دیں گے اور خدا کے سچے موعود کو قبول کر لیں گے کیونکہ اب ان کے لئے انتظار کی کوئی گھڑی باقی نہیں رہی۔

ایک طرف ہمارے ان اقتباسات کو رکھیئے اور دوسری طرف مسلمانوں کی ذہنی اُمیدوں کے علاوہ ان تحریروں کو رکھیئے جنہیں ہم بیان کر آئے ہیں اور پھر دیکھئے کہ کیا ظہور پذیر ہوا اور کونسی تحریر درست اور صحیح

ثابت ہوئیں آیا ۱۳۴۰ھ ہجری میں مسلمانوں کا وہ امام ظاہر ہو گیا جس کا انہیں انتظار تھا۔ ان کے علاوہ امام الزماں رونما ہو گئے جن کے وہ منتظر تھے ان کے علاوہ وہ عیسیٰ نازل ہو گئے جن کی انہیں اُمید تھی؟ یا جو کچھ ہم نے کہا وہ درست اور صحیح ثابت ہوا اور کیا یہ سال بھی یوں ہی دیگر سالوں کی طرح ختم ہو جائے گا اور انتظار کرنے والوں کو دست تاسف ملنے اور مایوسی کی آہیں کھینچنے کے لئے چھوڑ جائے گا۔ صاف ظاہر ہے کہ ہم نے جو کچھ کہا تھا وہ ہی درست ثابت ہوا اور وہ ہی درست ثابت ہونا چاہیئے تھا کیونکہ ہمارے دعوے کی بنیاد صحیح اور یقینی علم پر تھی اور ہے مگر دوسروں کی اُمیدوں کا انحصار محض خیالی لفظوں اور وہمی باتوں پر تھا پھر ہماری تائید میں خدا تعالیٰ کی سنت اور موعودہ انبیاء کی آمد کی مثالیں موجود ہیں لیکن دوسرے لوگ ان لوگوں کے قدم بقدم چل رہے ہیں جو ہمیشہ موعود انبیاء کو قبول کرنے سے محروم رہے ہیں۔

پھر سب سے بڑھ کر ہمیں اس انسان کی معرفت اور قبولیت کا شرف حاصل ہے جس کے برگزیدہ ہونے کی شہادت زمین و آسمان دے رہے ہیں اور جو ان نشانات کو پورا کرنے والا ہے جو موعود مہدی اور مسیح کے لئے مقرر ہیں مگر دوسرے ایسی آرزوؤں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جو سنت اللہ کے خلاف اور سنت انبیاء کے خلاف ہیں۔ ایسی صورت میں کس طرح ممکن تھا کہ ۱۳۴۰ھ کا سال ان کی تمنائیں پوری کر دیتا اور ان کے نقشوں کے مطابق کسی مہدی اور مسیح کو لا کھڑا کرتا اس لئے وہی ہوا جو ہونا چاہیئے تھا کہ نہ ان کا مسیح نازل ہوا اور نہ ان کا امام الزماں ظاہر ہوا اور اسی طرح ۱۳۴۰ھ ہجری نے بھی جس کو مسلمانوں نے مسیح اور مہدی کے متعلق آخری جج مقرر کیا تھا یہی فیصلہ کیا کہ اب کوئی مسیح اور مہدی نہیں آ سکتا ہے۔ جس نے آنا تھا وہ آ چکا۔ اس فیصلہ کے بعد بھی اگر مسلمان مہدی اور مسیح کی انتظار میں لگے رہے اور خدا تعالیٰ نے جس انسان کو اس درجہ پر فائز کر کے بھیجا ہے اس کو قبول نہ کریں تو سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ مسلمان خدا سے اپنی بیجا خواہشات منوانا چاہتے ہیں نہ کہ خدا تعالیٰ کی باتوں کو ماننا اپنے لئے ضروری جانتے ہیں خدا کبھی ان کی مرضی اور خواہش کے مطابق کسی مہدی اور مسیح کو بھیجے گا تو وہ مانیں گے ورنہ نہیں مانیں گے۔ یہ طرز عمل کس قدر تباہ کن ہے اس کے متعلق ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مسلمانوں کی اپنی حالت بتا رہی ہے کہ اس رستہ پر چلنے کی وجہ سے وہ کس درجہ ذلیل اور رسوا ہو چکے ہیں اس لئے ہم تو ہمدردی اور محبت کے تقاضہ

سے یہی کہیں گے کہ مسلمان اپنی تمناؤں اور خواہشوں کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی مرضی کے ماتحت چلیں اور خدا کے فرستادہ حضرت مسیح موعودؑ کو قبول کر کے خدا کے محبوب بن جائیں ورنہ خوب اچھی طرح سمجھ لیں کہ جو نقشہ انہوں نے مہدی اور مسیح کا کھینچا ہے وہ قیامت تک پورا نہ ہووے گا اور نہ انہیں تباہی اور بربادی سے نکلنا میسر آ سکے گا۔

سن ۱۳۴۰ھ گزرنے پر مایوسی کے سائے

مسلمانوں کو اپنی پورانی روایات اور موجودہ مصائب و آلام کے انتہا تک پہنچ جانے کی وجہ سے پوری پوری امید تھی کہ ۱۳۴۰ھ ہجری میں ضرور امام مہدی ظاہر ہو کر ان کی عبرت ناک مشکلات کا خاتمہ کر دیں گے لیکن نہ ایسا ہونا تھا نہ ہوا۔ اب وہ لوگ جو مسلمانوں کو اپنی نفسانی اغراض کی وجہ سے امام مہدی کی آمد کے متعلق مغالطہ میں ڈالے ہوئے ہیں اور اسی میں اپنا فائدہ سمجھتے ہیں انتظار کی مدت کو اور آگے بڑھانے کی کوشش کریں گے اور اخبار میں تو ۱۳۴۰ھ کے آخر میں ہی اس کی بنیاد رکھ دی گئی تھی چنانچہ لکھا تھا۔

ممکن ہے کہ امام صاحب اس سال آ جائیں لیکن ضروری نہیں کہ امسال تشریف لائیں اور نہ آئیں تو آئندہ ہرگز نہ آئیں۔ (اخبار اہلسنت امرتسر یکم جولائی ۱۹۲۲ء)

لیکن سمجھدار اور دور اندیش لوگوں سے ہم دریافت کریں گے کہ وہ کب تک امام مہدی کی آمد کا بے فائدہ اور بے نتیجہ انتظار کرتے رہیں گے۔ جب بار بار امام مہدی کے آنے کی اُمید نا اُمیدی سے بدل چکی ہے اور آخر انتہائی حد جو مقرر کی گئی تھی وہ بھی خالی گزر گئی ہے تو کیا وہ اب بھی غیر معین مدت تک انتظار کرتے رہیں گے اور اس بات پر قطعاً غور و فکر نہ کریں گے کہ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ کے آنے کی ضرورت تو اِس وقت ہے جبکہ مسلمانوں کی مشکلات اور مصائب اِنتہا کو پہنچ چکی ہیں۔ لیکن اگر اب بھی وہ نہیں آتے تو کیا پھر اِس وقت آئیں گے جب مسلمان تباہ و برباد ہو جائیں گے اور اسلام دنیا سے مٹ جائیگا۔ مسلمانوں کو غور و فکر اور فہم و تدبر کے ساتھ اپنی حالت پر نظر ڈال کر دیکھنا چاہیئے کہ وہ اسلام سے بے بہرہ نہیں ہو گئے۔ دین کے اوامر و نواہی کو فراموش نہیں کر چکے۔ سر سے لیکر پیر تک بد عملیوں اور بدکاریوں

میں غرق نہیں ہو چکے؟

اگر یہ سب کچھ صحیح ہے اور اس کے صحیح ہونے میں کسی طرح شک نہیں ہوسکتا ہے تو خدارا غور کریں کہ اگر کسی امام مہدی نے اسی رنگ میں آنا ہوتا جس رنگ میں وہ سمجھے ہوئے ہیں تو وہ کیوں ابھی تک تشریف نہیں لائے اور کیوں ان کا ظہور نہیں ہوا جبکہ ان کی آمد کا وقت بھی ختم ہو چکا ہے۔ پھر جب یہ دیکھا جائے کہ دنیا کی کونسی آفت ہے جس کا شکار مسلمان نہیں ہورہے اور کونسی مصیبت ہے جو مسلمانوں کو پامال نہیں کررہی۔ عزتیں ان کی نہ رہیں۔ جائیدادیں ان کی مٹ گئیں حکومتیں ان کی چھن گئیں۔ جانیں ان کی تباہ ہوئیں مجھ کو حیرت ہوتی ہے ان لوگوں کی عقل اور سمجھ پر جو امام مہدی کے انتظار کی مدت کو اور آگے بڑھانا چاہتے ہیں اور افسوس آتا ہے ان لوگوں کی حالت پر جو انتظار کی اور زحمت برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ حالانکہ انہیں خود اعتراف ہے اور ۱۳۴۰ ہجری کے ناکام خاتمہ نے اچھی طرح اعتراف کرادیا ہے کہ ان کی تباہی میں کوئی کسر نہیں رہ گئی اور وہ بالکل مکمل ہو چکی ہے چنانچہ معاصر ہمدم روزنامہ اسلامی سال نو کے آغاز پر افتتاحیہ شائع کرتا ہوا لکھتا ہے۔

یوں تو مسلمانوں کی شامت اعمال نے ایک عرصہ سے مساحت زمین کو ان پر تنگ کر رکھا ہے اور ان کے عروج واقبال کی نشانیاں ایک ایک کر کے ان سے رخصت ہو رہی ہیں مگر جو حالت دنیائے اسلام کی اسوقت ۱۳۴۱ھ ہجری کے آغاز پر نظر آتی ہے اس کی تاریخ اسلام کے گزشتہ زمانوں میں بمشکل کوئی نظیر مل سکتی ہے جنگ کے سالوں میں دنیا کی سب سے بڑی مسلمان سلطنت (ترکی) کا شیرازہ استحکام منتشر ہو چکا ہے اور جو لوگ سرچشمۂ اسلام کی حفاظت کے ذمہ دار تھے انہوں نے اغراض دنیاوی کی حرص میں اغیار کی سرپرستی اپنے لئے قبول کر کے ان کے ناپاک اثرات کو مقامات مقدسہ کے گردونواح میں پھیلا دیا ہے۔ جزیرۃ العرب جس کو غیر مسلموں کی مداخلت سے محفوظ رکھنے کا اہم فرض اہل اسلام پر عاید کیا گیا ہے۔ اس کے بعض اہم اجزاء اغیار کے قبضہ وتصرف میں چلے گئے ہیں اور مستقر خلافت پر بھی تین سال سے انہوں نے اپنا قبضہ کرلیا ہے۔

مستقر خلافت کے لئے ہر وقت ایک شدید خطرہ درپیش ہے جس نے مسلمانوں کا آرام وسکون

بالکل حرام کر رکھا ہے علاوہ ازیں ٹرکی کے مشہور عالم مدبروں اور فوجی افسروں میں سے طلعت پاشا اور بعد ازیں جمال پاشا برلن وطفلس میں دشمنوں کے بزدلانہ حملوں کے شکار ہوئے ہیں اور اقصائے مغرب میں ہسپانی ایک بڑی فوج کے ساتھ قبائل (مراکش) سے برسرپیکار ہیں اور ایشائے کوچک وتھریس میں یونانی وہاں کی اسلامی آبادی پر شدید مظالم برپا کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے بڑے بڑے رہنمائے قوم اور علمائے کرام اپنی مذہبی وقومی خدمت کے باعث قید فرنگ کی سختیاں جھیل رہے ہیں اور دیگر قومی کارکنان برابر گرفتار ہو رہے ہیں اہل مصر بھی حصول آزادی کی جدوجہد میں طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا رہے ہیں اسی طرح جس طرف نظر ڈالتے ہیں منظر تاریک وخوفناک ہے۔

ان الفاظ میں مختصراً ساری اسلامی دنیا کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ہر جگہ مسلمان مصائب اور مشکلات میں پھنسے ہوئے ہیں کسی جگہ انہیں امن وچین نہیں۔ غرض جب مذہبی حالت ان کی خراب اخلاقی حالت ان کی زبوں حالی کا شکار اور دنیاوی امور میں یہ سب سے درماندہ، وہ کونسا عیب ہے جو ان میں نہیں اور وہ کون سی خوبی ہے جس سے یہ بے نصیب نہیں ہر ایک دشمن کے دانت ان پر ہیں اور ہر ایک بلا کے یہ مورد ہیں۔ ہر ایک تباہی ان ہی کو انتخاب کرتی ہے تو کیوں نہ ان کے امام الزماں ظاہر ہوتے ہیں اور نہ حضرت عیسیٰ آسمان سے اُترتے ہیں، مدتیں گزر گئیں زمانے ختم ہو گئے آنکھیں آسمان کی طرف دیکھتے دیکھتے پتھرا گئیں۔ غاروں کی گہرائیوں میں گڑ گئیں، لیکن نہ ان کی مسیح کا نشاں ہے اور نہ مہدی کا پتہ۔ مسلمانوں کی امیدوں کا آخری سہارا یعنی ۱۳۴۰ھ ہجری بھی خالی گزر جانے پر مسلمانوں کی جو حالت ہوئی ہے اس کا کسی قدر نقشہ آگرہ اخبار ۷ ستمبر ۱۹۲۲ نے کھینچا ہے۔

ذی الحج کی آخری رات ۱۳۴۰ھ کی انتہا تھی اور محرم الحرام کی پہلی صبح ۱۳۴۱ھ کی ابتداً ۱۳۴۰ھ کی ابتدأ میں مسلمانوں کو بالخصوص اُمید ہے کہ یہ نہایت مبارک وفرخ وبجت افروز گزریگا مگر افسوس ہے کہ کسی اعتبار سے سال گزشتہ قابل اطمینان ثابت نہ ہوا۔ سنا تھا اور کہنے والے یقین اور اعتماد کے ساتھ کہتے تھے کہ ۱۳۴۰ھ میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہے مگر وہ سال ختم ہوا اور کسی گوشۂ دنیا سے ظہور امام علیہ السلام کی کوئی خبر ہنوز موصول نہیں ہوئی۔ قدرت اپنی ناقابل شکست خاموشی کے ساتھ اہل دنیا کی

صبر آزمائی پر برابر تلی ہوئی ہے ادبار اور نکبت بے امنی و بغاوت گرانی مصیبت بیماری وفلاکت ذلت واذیت بدستور دنیا میں اپنا دورہ دکھا رہی ہے اور گو مذہبیات کی طرف سے لوگوں میں بد دلی پھیلی ہوئی ہے۔

لیکن قدرت، اصلاح کائنات نہیں کرتی۔ سال گزشتہ کے جس پہلو پر تنقید کیجئے بے اطمینانی وفکر مندی کی شکایت ضرور کرنی پڑے گی۔ نجومیوں نے زائچے کھینچے۔ رمالوں نے قرعے پھینکے جفاروں نے تصغیر وتکبیر میں دماغ کاوی کی امیدیں لگائیں کہ ۱۳۴۰ھ ہجری مسلمانوں کے لئے نہایت مبارک سال ہوگا۔ مگر بقول شخصے کہ:

''راست بھی آتی ہیں ان خوابوں کی تعبیریں کہیں''

امام مہدی کے آنے کا انتظار کرنے والوں کی حالت اپنی ناکامی پر اُس سے بھی زیادہ عبرتناک ہو تو کوئی عجیب نہیں لیکن کیا اب بھی مسلمان بیدار ہوں گے یا نہیں اور غفلت سے چونکیں گے یا نہیں۔ کاش وہ دیکھیں کہ آنے والا جس کا انتظار ۱۳۴۰ھ میں ختم ہوتا ہے اس سے بہت پہلے آچکا ہے۔

خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے اپنی کتاب ''امام الزمان کی آمد'' کے صفحہ ۲۱ میں حضرت امام مہدی کے ظہور کی مندرجہ ذیل علامت بیان فرمائی ہے۔

''حضرت مولانا حکیم شاہ محمد حسن رحمتہ اللہ علیہ مفسر تفسیر غایۃ البرہان ساکن امروہہ ضلع مراد آباد نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ ابن عربی کا وہ رسالہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ حکومت عثمانیہ میں عبدالحمید خان ثانی سلطان کی حکومت ۳۲ برس رہیگی اس کے بعد وہ معزول ہونگے۔ اوران کے بعد وہ ۸ برس کے عرصہ میں دو سلطان اور تخت نشیں ہونگے۔ کہ اتنے میں حضرت امام مہدی کا ظہور ہوجائیگا۔ سلطان عبدالحمید خاں غالباً ۱۸۷۷ء میں تخت نشین ہوئے تھے۔ اور ۱۹۰۹ء میں معزول ہوئے۔ اس حساب سے پورے ۳۲ برس کی حکومت ثابت ہے۔ اس کے بعد پہلے شاہ سلطان محمد ارشاد ہیں۔ دوسرے ایک اور ہونگے۔ پھر امام کا ظہور ہوگا۔''

وہ آسمان سے اُترا اور غاروں سے نکلا ہے لیکن لوگوں کے سمجھے ہوئے آسمان اور خیال کئے ہوئے غاروں سے نہیں وہ خدا کی طرف سے آیا اس لئے ہم کہتے ہیں کہ وہ آسمان سے آیا وہ ایک تباہ شدہ امت

میں سے بلند کیا گیا اسلئے ہم کہتے ہیں کہ وہ غار سے نکلا۔ پس آنکھیں کھولو اور پرانے نوشتوں کو دیکھو۔ قرآن اسی کی گواہی دیتا ہے احادیث اس کی مؤید ہیں اور بزرگوں کے نوشتے اس کی صداقت پر شاہد ہیں۔ آسمان اس کی شہادت کے لئے نعرہ زن ہے اور زمین اس کی تائید کے لئے بے قرار۔ دنیا کے انقلاب قوموں پر چڑھائیاں علوم کا ظہور اور دفائن ارضی کا نکلنا۔ تغیرات سماوی حالات ارضی سب کے سب آپ کی صداقت کے گواہ ہیں۔ ہاں اسی کے گواہ ہیں جس نے کدعہ (قادیان) المبارک سے حق کی آواز بلند کی۔

مندرجہ بالا مضمون خواجہ حسن نظامی کی کتاب امام الزمان کی آمد میں سے لفظ بہ لفظ نقل کیا گیا ہے۔ واضح ہو کہ سلطان محمد ارشاد کے بعد سلطان وحید الدین تخت نشین ہوئے۔ چاہیئے تھا کہ سلطان وحید الدین کے عہد میں امام مہدی کا ظہور ہوتا۔ مگر سلطان وحید الدین بھی معزول ہو گئے۔ اور اب سلطان عبد المجید خاں ہیں۔ مندرجہ بالا مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ ظہور امام مہدی ہو چکا۔ سو اب حق پسند طبیعتیں اس کا فکر کریں۔

چونکہ یہ علامت پوری ہو چکی ہے۔ اس لئے خواجہ صاحب موصوف اور ان کے مریدین خصوصاً و عام مسلمان عموماً اس طرف توجہ فرماویں۔ کہ ان کے اپنے مانے ہوئے اخبار کے مطابق حضرت امام مہدی کے ظہور کا زمانہ گزر چکا ہے اس لئے وہ زیادہ دیر انتظار میں نہ رہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے سچے مامور حضرت امام مہدی جن کا ظہور قادیان ضلع گورداسپور میں ہو چکا ہے۔ اُسپر ایمان لاوئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطاء فرماوے۔ آمین!

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ نے فرمایا: (درثمین صفحہ 61 بعنوان اشاعت دین بزور شمشیر حرام ہے)

ایسا گماں کہ مہدیٔ خونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا
اے غافلو! یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں
یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

اب سال سترہ بھی صدی سے گزر گئے
تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے

پھر فرماتے ہیں:

اے دوستو! جو پڑھتے ہو امّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت اُتاری ہے
اس پاک دل پہ جس کی یہ صورت پیاری ہے
یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدق دعویٰ پہ مہرالٰہ ہے
میرے مسیح ہونے پہ یہ اک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہدِ ربِ جلیل ہے
پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

(درثمین اُردو صفحہ ۴۴ بعنوان ام الکتاب)

اب مسلمانوں کے لئے موعود نام سے کوئی نہیں آئے گا جو اس کا انکار کریں گے انہیں اطلاع ہو کہ وہ اسی طرح روئیں گے جس طرح آج تک یہود بے بہبود آسماں کو تکتے گریبان چاک کرتے اور چیخوں سے زمین وآسمان سر پر اُٹھاتے ہیں۔ پس خدا کے مسیح اور اُس کے مہدی کو مان لو اگر چاہتے ہو کہ دنیا میں سربلند ہو ورنہ یاد رکھو کہ جو اس کو نہیں مانے گا وہ کاٹا جائے گا خواہ بادشاہ ہو یا غیر بادشاہ۔

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَأْتِيهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ○

(سورہ یٰسین آیت ۳۱)

بندوں کے حال پر بڑا ہی افسوس ہے کبھی ان کے پاس کوئی فرستادہ ایسا نہیں آیا جس کی انہوں نے تکذیب نہ کی ہو۔ تاریخ عالم کی ورق گردانی کر جاؤ چپہ چپہ زمین خود ڈھونڈو تب بھی تمہیں ایک بھی مثال نہ ملے گی۔ کہ خدا کا مامور زمین پر مبعوث ہوا ہو اور اسکو لوگوں نے ہنسی اور تکذیب کئے بغیر مان لیا ہو۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی آئے اور حضور صلعم کے بعد بھی ہزاروں بلکہ لاکھوں قطب ابدال محدث مجدد امام پیدا ہوئے مگر ایک صادق کی مثال بھی ہمیں ایسی نہیں مل سکتی کہ جس کی تکذیب نہ کی گئی ہو۔ دور کیوں جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توریت، انجیل، زبور، ژندوستو تریپتک، وید غرضیکہ تمام صحیفوں میں حضور کے ظہور پر نور کی خبر اور پیشینگوئی موجود تھیں مگر دیکھ لو ان کے ساتھ کیا سلوک انسانوں نے کیا۔ پھر اس کتاب کامل قرآن مجید میں حضرت جل جلالہ نے جا بجا متعدد انبیا کے جھٹلائے جانے کا ذکر اسی لئے فرمایا تھا کہ ہمارے مامورین کا انکار اب کوئی نہ کرے مگر یہ لوگ قرآن شریف کو روز بروز پڑھتے ہیں اور گزشتہ امتوں کی تکذیب کے واقعات اور ان پر عذاب نازل ہونے کے حالات مطالعہ کرتے ہیں مگر تدبیر نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ قرآن شریف کو ہی سمجھ کے پڑھتے تو ان کو اس قدر ٹھوکر نہ لگتی۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (سورہ الاحقاف آیت ۲۸) اور یقیناً ہم تمہارے اِرد گرد کی بستیوں کو بھی ہلاک کر چکے ہیں۔ اور ہم نے نشانات کو پھیر پھیر کر بیان کیا تا کہ وہ رجوع کریں۔ تمہارے ارد گرد کی جو بستیاں ہیں وہ ہم نے ہلاک کر دیں اور ان کے حالات اسی لئے بار بار بیان کئے گئے ہیں تا کہ تم تکذیب اور استہزا سے باز آؤ اور رجوع کرو مگر افسوس اسی طرح ہر آنے والا آیا لیکن تکذیب اور استہزا کئے جاتے رہے۔ چنانچہ حضرت امام حسین علیہ السلام پر سب سے پہلا کفر کا فتویٰ یزید نے علما سے تیار کرایا کہ جو خلیفہ وقت کی بیعت سے انکار کرے وہ کون ہے؟ علما نے کہا کہ وہ کافر، یزید نے کہا اس کی سزا علماء نے کہا کہ قتل چنانچہ یہ فتوے اجمہور علماء کے دستخط سے ہزاروں کی تعداد میں لکھوا کر فوج میں تقسیم کیا گیا اور فوج اس فتوے کے مطابق امام حسین علیہ السلام کے قتل کے واسطے تیار ہوئی اور بالآخر شہید ہی کر کے دم لیا۔ یزید کی فوج آخر وہی فوج تھی جو حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ کے پاس تھی اور کون نہیں جانتا کہ وہ تمام مسلمان تھے اور انمیں بعض صحابہ اور تابعین بھی تھے

اسی طرح یہ سلسلہ ابھی تک برابر جاری ہے۔

حضرت پیران پیر دستگیر پر راندیق اور ملحد کا فتویٰ لگا۔ حضرت امام ابو حنیفہ پر کفر کا فتویٰ لگا۔ حضرت معین الدین اجمیری اور حضرت نظام الدین اولیا دہلوی غرضیکہ کوئی بزرگ آپ کو نہ ملے گا جس پر کفر کا فتویٰ نہ لگا ہو۔ پھر اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ اور مہدی مسعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگا تو کیا تعجب کی بات ہے بلکہ ان کی صداقت کی یہی دلیل ہے مگر چونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یا دیگر بزرگان دین کی جس قدر مہدی اور مسیح کی پیشینگوئیاں تھیں وہ تمام پوری ہوگئیں اور ہر صدی پر مجدد آتے رہے مگر اس صدی پر کوئی مجدد بھی نہیں آیا اور نہ جناب مرزا صاحب کے علاوہ اور کوئی مُدعی مجدد ہونے کا موجود ہے اور واقعات یہ بتا رہے ہیں کہ اس وقت کوئی مامور آنا چاہیئے مثلاً مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۭ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ نَبْعَثَ رَسُوْلًا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۶) ترجمہ: جو ہدایت پا جائے وہ خود اپنی جان ہی کے لئے ہدایت پاتا ہے اور جو گمراہ ہو تو وہ اسی کے مفاد کے خلاف گمراہ ہوتا ہے۔ اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اور کسی رسول کو مبعوث کرنے تک ہم ہرگز عذاب نہیں دیتے۔

اس وقت تک ہم عذاب بھی نہیں بھیجتے جب تک ہم کسی کو مبعوث نہیں کرتے اب عذابوں کی یہ حالت ہے کہ دنیا میں آجتک اس قدر عذاب کبھی نازل نہیں ہوئے۔ مثال کے طور پر قحط وبا متعدد امراض جنگ زلزلے سیلاب۔ نفاق کثرت گناہ مسلمانوں کا ہر چیز میں تنزل ادبار جہالت وغیرہ غرضیکہ یہ عذابوں کا سلسلہ بھی ہمیں پکار پکار کر بتا رہا ہے کہ یہ کسی مامور کا زمانہ ہے۔

پس ہم محققانہ طور پر حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کی تحقیق کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں جس قدر عقلی نقلی دلائل ہیں سب کو آپ کے سامنے جمع کر دیتے ہیں تا کہ حق کے طلب کرنے والوں کو اس مقام تک پہنچنے میں آسانی ہو مگر وہ مردود ازلی جس کے متعلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ بہتر فرقے جہنمی ہونگے وہ اس پر غور نہ کریں گے اور وہ جنتی فرقہ ضرور اس پر غور کریگا اور جو بندہ شکم اور عبدالدرہم و دینار ہے وہ اپنا وقت اس پر خرچ کرنا پسند نہ کریگا۔

مجدد کا فرض

مجدد کا لفظ بتا رہا ہے کہ تجدید کرنا اس کا فرض ہوتا ہے یعنی جس قدر دین الٰہی پر جدید اعتراض ہوئے ہیں ان کا جواب دے اور جس قدر مرورِ زمانے نے نئی باتیں پیدا کر دی ہیں ان کی اصلاح کرے اور جس قدر کمزوریاں واقع ہوئی ہیں ان کو رفع کرے۔ چنانچہ اس زمانہ کی تصانیف کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ عالم میں اس قدر زبردست اعتراضات کبھی دین اللہ پر نہیں ہوئے اور ان سب کا جواب حضرت مرزا صاحب نے ایسا دیا کہ دشمن بھی مان گئے۔

حضرت مسیح موعودؑ کو خراج تحسین

چنانچہ اخبار وکیل امرتسر جو حضرت مرزا صاحب کا شدید مخالف ہے اُس نے حضرت مرزا صاحب کی وفات پر چھ کالم لکھ کر ان کی خدمات اسلام کی تعریف کی ہے اور نوحہ و ماتم کیا ہے اور آخیر میں لکھا ہے کہ آئندہ اُمید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا مسلمان پیدا ہو۔ اس زمانہ میں اخبار وکیل کے ایڈیٹر مولانا ابوالکلام آزاد تھے اور مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی نے بھی ایک قصیدہ مرزا صاحب کی تعریف میں لکھا تھا جس کا ایک شعر یہ ہے ۔

المدد اے عیسیٰ دوراں رسول کردگار
تیرا دامن اور میرا دست بیعت آج ہے

اخبار پانیر نے ایک کالم سے زیادہ میں تعریف لکھی ہے اور آخر میں لکھتا ہے کہ بہر حال قادیان کا نبی ایک ایسا انسان تھا جو ہمیشہ دنیا میں نہیں آیا کرتے اس کی روح کو سلامتی ہو (آمین)

اخبار زمیندار نے ایک کالم میں نوحہ اور تعریف لکھی ہے جس میں یہ لفظ بھی موجود ہے کہ ہم ان کو ایک پکا مسلمان سمجھتے ہیں اور آپ عبادت اور وظائف میں بے حد محو و مستغرق رہتے تھے۔ آپ بناوٹ و افترا سے بری تھے۔

صادق الاخبار ریواڑی

مرزا صاحب نے اپنی پر زور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کو دندان شکن جواب دیکر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا اور حمایت اسلام کا کما حقہ حق ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ

فروگزاشت نہیں کیا۔

دی یونیٹی اینڈ دی مسٹری اخبار کلکتہ

۷رجون ۱۹۰۸ء میں لکھتا ہے کہ قادیانی نبی کی پیشگوئی کرنے کا انعام خدا کی طرف سے عطا ہوا تھا اوراس نے عیسائیوں اور ہندوؤں کی خوب قلعی کھولی۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ

بیشک مرحوم اسلام کا بڑا پہلوان تھا۔

اخبار برمھ پرچارک

کیا بلحاظ لیاقت کیا بلحاظ اخلاق وشرافت ایک بڑے پائے کا انسان تھا۔

تہذیب النسواں لاہور

مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے اور نیکی کی ایسی طاقت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی وہ نہایت باخبر عالم بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ہم انہیں منصباً مسیح موعود تو نہیں مانتے تھے لیکن ان کی ہدایت اور رہنمائی مردہ روحوں کے لئے واقعی مسیحائی تھی۔

غرضیکہ کہاں تک لکھا جائے قریب قریب یہ حق بات ہر طبقہ کی زبان پر جاری تھی کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ مسیح موعود ومہدی مسعود علیہ الصلوٰاۃ والسلام دنیا میں آخری اسلام کا مصلح اور مجدد اور رہنما تھا اور اپنی تمام زندگی خدا کی توحید اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت منوانے میں قربان کردی ؎

رتبہ شہید عشق گر جان جایئے
قربان ہونیوالے کے قربان جایئے

باب دوم

وفات مسیح علیہ السلام

سوالات یہاں یہ پیدا ہوتے ہیں کہ حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ مسیح ہونے کا تھا اور عوام نے یہ سنا ہوا ہے کہ مسیحؑ ابن مریم ۱۹۰۰سو سال سے آسمان پر بیٹھے ہیں وہی دوبارہ نازل ہونگے۔ اس لئے ہم پہلے یہ ثابت کریں کہ وہ مسیحؑ فوت ہوگئے اور اب وہ کسی طرح نہیں آسکتے۔ بلکہ جس مسیح کے آنے کی پیشینگوئی اور خبر ہے وہ دوسرا شخص ہے۔

پہلی آیت یٰعِیسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (سورہ آلِ عمران آیت ۵٦) اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں۔ یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دے کر رفع کروں گا۔ اس آیت میں دو لفظ بحث طلب ہیں اوّل متوفی دوم رفع لہٰذا ہم ان کے معنی اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے۔ بلکہ دیگر علمائے متقدین نے جو کچھ معنی کئے ہیں آپ کے آگے بیان کرتے ہیں۔

تفسیر کشاف جو ۵۲۸ھ میں ابوالقاسم محمد بن عمر و محمد علی خوارزمی نے لکھی ہے۔ اس آیت کے معنی لکھتا ہے کہ عیسیٰ میں تیری اجل کو پورا کروں گا۔ یعنی میں تجھ کو کافروں کے ہاتھ سے قتل کرنے سے بچاؤں گا۔ یعنی میں تجھ کو طبعی موت سے ماروں گا اور کفار کے ہاتھ سے قتل نہ ہونے دونگا۔

تفسیر دار المنثور جو ۹۱۱ھ میں علامہ شیخ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی نے لکھی ہے عن وهب قال توفی الله عیسی بن مریم ثلاث ساعات من النهار (درمنثور جلد نمبر۲ صفحہ ۳٦) وہ لکھتے ہیں کہ تین ساعت کے واسطے مار دیا گویا متوفی کے معنی وفات کے ہی ہیں انہوں نے یہی کئے ہیں۔

تفسیر خازن ۷۴۱ھ میں علامہ علا الدین بن ابراہیم بغدادی نے لکھی ہے وہ لکھتے ہیں کہ توفی سے حقیقی موت مراد ہے۔ ان المراد بالتوفی حقیقة الموت قال ابن عباس معناه انی ممیتک تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۲۹۹ زیر آیت انی متوفیک۔

تفسیر کبیر ۶۰۶ھ میں امام فخر الدین محمد بن عمر رازی نے لکھی ہے فرماتے ہیں کہ توفی کے معنی قبض کرنا ہے۔ان التوفی هو القبض تفسیر کبیر جلد صفحہ ۶۸ زیر آیت انی متوفیک۔

اسی طرح تفسیر جلالین حاشیہ شیخ احمد صاوی المالکی میں تیری روح کو قبض کرنے والا ہوں۔

قرآن کریم میں لفظ توفی کا استعمال

چونکہ لفظ متوفی قرآن شریف میں متعدد مقامات میں موجود ہے اور مترجم قرآن شریف ہر جگہ ملتے ہیں اس لئے ہم وہ تمام حوالہ اس جگہ درج کئے دیتے ہیں تا کہ آپ قرآن شریف میں اس لفظ کے معنی دیکھ سکیں کہ لفظ متوفی جہاں کہیں بھی استعمال ہوتا ہے موت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے ساتھ جب یہی لفظ آئے تو اس کے معنی آسمان پر جانا کر لیے جائیں اور دیگر مقامات میں موت کے معنی ہو جائیں۔

متوفی. توفی. یتوفون. متوفیک وغیرہ تمام حسب ذیل مقامات پر آتے ہیں۔

یَتَوفّون	البقرة : ۲۳۴، ۲۴۱	یتوفین	النساء : ۱۶
یتوفونهم	الاعراف : ۳۸	یتوفیٰ	الانفال: ۵۱۔الزمر:۴۳
یتوفی کم	الانعام: ۶۱۔یونس:۱۰۵ النحل: ۱۷۔السجدة:۱۲	توفتهم	محمد :۲۸
توفنا	آل عمران : ۱۹۴ الاعراف :۱۲۷	توفنی	یوسف :۱۔۲
متوفیک	آل عمران : ۵۶	توفیتنی	المائدة :۱۱۸
نتوفینک	یونس: ۴۷۔ الرعد: ۴۱ غافر: ۷۸	توفّٰهم	النساء :۹۸

اسی طرح تفسیر البحر المحیط امام حیان میں زیر آیت هوالذی یتوفاکم باللیل ولیعلم ماجد ختم ،لکھا ہے توفی کے معنے لغت عرب میں موت کے ہیں۔(التوفی عبارۃ فی العرف عن الموت. زیر آیت هوالذی یتوفاکم باللیل دیکھو صفحہ ۱۴۶ جلد ۴)

اسی طرح حضرت ابن عباس متوفیک کے معنی موت لکھتے ہیں دیکھو بخاری جلد نمبر ۲ صفحہ ۶۵۶ مطبع احمدی (وقال ابن عباس متوفیک ممیتک. بخاری کتاب التفسیر سورۃ المائدۃ باب قوائد ماجعل اللہ من بحیرۃ ولاسائبۃ)اورعلامہ بدرالدین ابومحمد بن احمد عینی اپنی کتاب عمدۃ القاری میں متوفیک کا معنی موت لکھتے ہیں۔

پھر ابن حاتم نے اپنے باپ سے اور اُنھوں نے حضرت معاویہ سے اور اُنہوں نے علی بن طلحہؓ سے اور اُنہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے متوفیک کے معنی موت کے ہیں دیکھو عمدۃ القاری جلد نمبر ۱۸ ص ۲۱۴ کتاب التفسیر سورۃ المائدہ زیر آیت ماجعل اللہ من بحیرۃ ولامسائبۃ ولاوصیلۃ خامسہ.

جس وقت حضرت مسیحؑ ابن مریم مبعوث ہوئے تو یہود یہ کہتے تھے کہ یہ خدا کا رسول ہے تو اسے سولی پر چڑھا دو اگر یہ سولی کے اوپر سے زندہ بچ جائے تو ضرور نبی ہے ورنہ مردود ہے کیونکہ ان کی کتاب میں لکھا ہوا تھا کہ جو سولی پر چڑھ کر مرے تو اس لعنتی موت ہوتی ہے۔(استثناء، باب ۲ آیت ۲۲،۲۳)

اب ظاہر ہے کہ جو لعنت کی موت مریگا تو اس کا رفع الی اللہ نہیں ہوسکتا کیونکہ مسلمانوں کا بھی عقیدہ ہے کہ کافر کی روح سجین (دوزخ) میں پھینک دی جاتی ہے اور مومن کی روح علیین (جنت) میں جاتی ہے تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یٰعِیْسٰٓی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (سورہ آل عمران آیت ۵۶) اے عیسیٰ! یقیناً میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تیرا رفع کرنے والا ہوں۔

اے عیسیٰ تم یہودیوں کی باتوں سے گھبراؤ نہیں کہ تم کو یہ سولی پر چڑھا کر لعنت کی موت ماریں گے۔ بلکہ ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں کہ مومنوں کی طرف وفات دیں گے اور تمہاری روح کا رفع علیٰ علیین میں کریں گے جیسا کہ دوسری جگہ یہود کے شبہ کی اللہ تعالیٰ تردید فرماتا ہے۔

وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ط مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا o لا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ط (سورہ النساء آیت ۱۵۸،۱۵۹)

ترجمہ: اور وہ یقیناً اسے قتل نہیں کر سکے اور نہ اسے صلیب دے (کر مار) سکے بلکہ ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا اور یقیناً وہ لوگ جنہوں نے اس بارہ میں اختلاف کیا ہے اس کے متعلق شک میں مبتلا ہیں۔ ان کے پاس اِس کا کوئی علم نہیں سوائے ظن کی پیروی کرنے کے۔ اور وہ یقینی طور پر اسے قتل نہ کر سکے۔ بلکہ اللہ نے اپنی طرف اس کا رفع کر لیا۔

یعنی نہ وہ سولی پر مرا نہ وہ قتل کیا گیا۔ ہاں لیکن جب وہ سولی پر سے اُتارا گیا تو اس کی حالت مردہ کے مشابہہ ہوگئی تھی یعنی زخموں اور تکالیف کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس لئے ان لوگوں میں اختلاف پیدا ہو گیا اور وہ شک میں پڑ گئے۔ دراصل بات یہ ہے کہ وہ قتل کے ذریعہ فوت ہوئے اور نہ وہ سولی پر چڑھ کر مرے بلکہ دیگر بزرگوں کی طرح ان کی طبعی طور پر ایک عرصہ دراز کے بعد موت ہوئی۔ ان کا رفع علی علیین کی طرف ہوا۔ مثال کے طور پر یوں کہو کہ اگر کسی شخص کو تلوار ماری جائے اور وہ مرنے سے بچ جائے تو مقتول نہیں اسی طرح جو صلیب پر نہ مرے وہ مصلوب نہیں۔

چنانچہ تیسری آیت اس معاملہ کو بالکل صاف ہی کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ مائدۃ کی آیت ۱۱۷،۱۱۸ میں فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط قَالَ سُبْحٰنَكَ مَيَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ق بِحَقٍّ ط اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ط تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَافِيْ نَفْسِكَ ط اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّا مُ الْغُيُوْبِ o اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ o مَاقُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ج وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ج فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ط وَاَنْتَ عَلٰى شَيْءٍ شَهِيْدٌ o

ترجمہ : اور (یاد کرو) جب اللہ، عیسیٰ ابنِ مریم سے کہے گا کہ کیا تُو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ وہ کہے گا پاک ہے تُو۔ مجھ سے ہو نہیں سکتا کہ ایسی بات کہوں

جس کا مجھے کوئی حق نہ ہو۔ اگر میں نے وہ بات کہی ہوتی تو ضرور تُو اسے جان لیتا۔ تُو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے دل میں ہے۔ یقیناً تُو تمام غیبوں کا خوب جاننے والا ہے۔ میں نے تو انہیں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جو تُو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی ربّ ہے اور تمہارا بھی ربّ ہے۔ اور میں ان پر نگران تھا جب تک میں ان میں رہا۔ پس جب تُو نے مجھے وفات دے دی، فقط ایک تُو ہی ان پر نگران رہا اور تُو ہر چیز پر گواہ ہے۔

یعنی قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ سے باز پُرس کرے گا کہ کیا تو نے لوگوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو خدا بنالو تو اس پر حضرت عیسیٰ اپنی بریت یہ کہہ کر کریں گے کہ تیری ذات پاک ہے اور تو ہر عیب سے منزہ ہے اور بھلا میری کیا مجال تھی کہ ایسا کہتا۔ جس کا کہنا میرا ہرگز حق نہ تھا اور تو خوب جانتا ہے کہ بھلا میں ایسا کس طرح کہتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جس وقت تک میں ان میں موجود تھا تب تک تو تجھے وحدہ لاشریک مانتے رہے اور جب مجھے فلما توفیتنی (تو نے وفات دی تو اس کے بعد کی مجھے خبر نہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ دوبارہ آجائیں تو وہ اپنی قوم کو اُمی الٰھین من دُون الله کہتا ہوا دیکھ کر ان کے اس فعل پر گواہ ہو جائیں گے اور پھر قیامت کے روز اپنی لاعلمی نہیں جتا سکیں گے۔ اس واقعہ کی تفصیل حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح فرماتے ہیں کہ:

محمد یوسف نے بیان کیا کہ مجھے سفیان مغیرہ بن النعمان سے اس نے سعید بن جیر سے اس نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ لوگ برہنہ بدن برہنہ پاؤں بلا ختنہ اُٹھائے جائیں گے۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی ایسے ننگے ہوں گے جیسے خدا فرماتا ہے کہ ہم دونوں کو جسطرح ابتدا میں پیدا کیا تھا ویسا ہی آخرت کو کریں گے۔ یہ وعدہ ہے جس کو ہم پورا کریں گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ سب سے پہلا شخص جس کو لباس پہنایا جائیگا وہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہونگے۔ پھر میرے اصحاب میں سے کچھ ذات الیمین اور کچھ ذات الشمال سے پکڑے ہوئے لائے جائیں گے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے دربار میں عرض کروں گا۔ کہ اے اللہ یہ تو میرے اصحاب ہیں تو یہ جواب ملے گا کہ یہ لوگ تو اس وقت سے جب سے کہ تو

ان سے جدا ہوا مرتد ہو کر اپنی پہلی حالت پر آ گئے تھے تو میں بھی اسی طرح کہوں گا جس طرح اس نیک بندے عیسیٰ ابن مریم نے کہا تھا کہ جب تک میں ان لوگوں میں رہا ہوں ان کے حالات کو بچشم خود دیکھتا رہا اور جب تو نے مجھے مار دیا تو پیچھے تو ہی ان پر نگہبان تھا۔(بخاری کتاب التفسیر سورۃ المائدہ زیر آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم.)

اس واقعہ کو جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرما دیا اب کسی کے چون و چرا کرنے کا موقعہ ہی نہیں رہا۔

لغت عرب میں توفی کے معنی موت کے لئے گئے ہیں چنانچہ منتہی الارب۔اساس البلاغت۔مجمع البحار۔اقرب الموارد۔قاموس۔تاج العروس۔لسان العرب۔صراح۔توفاہ بمعنی وتوفاہ اللہ امی قبض روحہ الوفاۃ الموت (صحاح جوہری، صفحہ ۴۸۴ فصل الولوٴ باب الولو باب الوافو الیاء)۔مفردات امام راغب نے توفی باب تفعل کے معنے موت لکھے ہیں۔مزید تفصیل کتاب کے آخر میں۔

اسی طرح جامع البیان فی تفسیر القرآن ابی جعفر امام محمد بن جرید الطبری جلد ۳ صفحہ ۲۹۲ میں حضرت مسیحؑ کو فوت شدہ لکھا ہے اور اس دلیل میں ۴ حدیثیں بیان کی گئی ہیں (زیر آیت انی متوفیک ورافعک الی...

پھر تفسیر بحرالمحیط جلد ۲ صفحہ ۴۷۳ نے مسیحؑ ابن مریم کی موت ثابت کی ہے۔

والجواھر الحسان فی تفسیر القرآن نولی اللہ تعالیٰ. والمعارف شیخ سیّد عبدالرحمن العاسی مطبوعہ مطبع الجزائر جلد اول صفحہ ۲۷۳۔

پھر تفسیر الدرا للقیط الامام تاج الدین ابی محمد بن محمد احمد بن عبداللہ القادر القیسی الحنفی النحوی بر حاشیہ بحر المحیط صفحہ ۱۴۲۔ تفسیر فتح البیان جلد اول صفحہ ۴۹۔

پھر تفسیر کشاف جلد اول صفحہ ۴۰۶ (متوفیک ای مستوفی اجلک ومعناہ انی عاصمک من ان یقتلک الکفار و مؤخرک الیٰ اجل کتبتہ لک وممیتک حتف

انفک لاقتلا باید بھم۔

(تفسیر الدار المنشور جلد ۲ صفحہ ۳٦ مطبوعہ مصر و جلد اول صفحہ ۴۰٦ جلد ۲ صفحہ۳٦)

تفسیر محمدی حافظ لکھو کے والے مطبوعہ مطبع گلزار و تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۲۸۵ ہے۔

توفی معنے قبض کرن شئے صحی سلامت پوری
عیسٰی نوں رب صحی سلامت لے گیا آپ حضوری

(تفسیر محمدی منزل اول زیر آیت انی متوفیک ورافعک الیّ)

پھر حاشیہ ابن تمجید علی البیضاوی بر حاشیہ قنوی جلد۳ صفحہ ٦۲۔غایتہ البرھان فی تاویل القرآن جلد صفحہ ۸۹ مطبع سید المطابع اودہ۔پھر تفسیر معالم التنزیل جلد اول صفحہ۴۷۷۔ پھر تفسیر غرائب القرآن مصنفہ حسن القمی مطبوعہ ایران جلد ۱ صفحہ ۳۲۰۔

غرضیکہ تمام تفاسیر میں توفی کے معنی موت لکھے ہیں۔

اب اگر کوئی نہ مانے تو اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے۔قرآن دیکھ لیا تفسیر دیکھ لی لغات دیکھ لی۔ قانون قدرت روزانہ دیکھتے ہو کہ موت سے کوئی نہیں بچتا۔قرآن شریف میں کہیں آسمان کا لفظ موجود نہیں جس سے تصدیق ہو کہ حضرت عیسٰی آسمان پر چلے گئے۔

شعراء کے شعر بھی ملاحظہ فرمائیے ؎

حضرت عیسٰی نبی داوٗد موسٰی خاک میں
لے کے توریت و زبور انجیل حق سے چل بسے
آدم کہاں حوا کہاں عیسٰی کہاں مریم کہاں
ہارون اور موسٰی کہاں اس بات کا ہے سب کو غم
فکر کن درنفس خود جامی تو درشام و صبوح

این موسیٰ این عیسیٰ این یحییٰ این نوح
کجا شد عیسیٰ مریم کہ مردہ زندہ میکر دی
سلیمان خود کجا فرتہ کجا تخت سلیمانی
این موسیٰ این عیسیٰ این یحییٰ این نوح
انت یا صدیق عاصی تب الی المولیٰ الجلیل
یوسف کہا ں موسیٰ کہاں ایوب اور یحییٰ کہاں
مریم کہاں عیسیٰ کہاں آخر فنا آخر فنا

اس زمانہ کے متعلق جہاں اور چیزوں کے حالات درج ہیں ان میں سب سے بڑا فتنہ دجال کا ہے جو احادیث میں درج ہے اور اس قوم دجال (عیسائیوں) نے اسلام کے اندر گھس کر ہم لوگوں میں حضرت مسیحؑ کی نسبت اس قسم کے واقعات درج کرادیئے ورنہ تمام علماءِ کرام کا عقیدہ یہی رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے چنانچہ واقعات مذکورہ سے واضح ہوتا ہے۔ نیز قرآن شریف کی ایک آیت بھی ایسی موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں۔ مسلمان جو دجالوں کے ہمنوا ہو رہے ہیں۔ محض اس خیال سے ہو رہے ہے کہ ان کے خیال کے مطابق مسیحؑ دوبارہ نہیں آیا بلکہ اس کے برعکس قادیان سے ظاہر ہوا اور وہ بھی ہماری تمہاری طرح کا انسان۔

ان کا خیال تھا کہ خبر نہیں کیسی شان کا وہ عیسیٰ ہوگا جو دولت اس قدر بانٹے گا کہ کوئی غریب نہ رہے گا اور تمام دنیا میں قتل وغارت کر کے سب کو مسلمان کردے گا وغیرہ۔ ایک ہی واقعہ دو نبیوں کے متعلق پیش آتا ہے ایک کو زمین میں چھپاتے ہیں اور ایک کو آسمان پر یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کفار مکہ نے جب قتل کرنے کی سازش کی تھی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ہو گئی اور آنحضرت نے اپنے پلنگ پر حضرت علیؓ کو سلا دیا اور خود حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ ایک غار میں پناہ لی اور اس کے بعد ہمیشہ کے واسطے مدینہ کو ہجرت کر گئے یہی واقعہ حضرت مسیحؑ کے متعلق پیش آیا کہ تمام یہود نے حضرت مسیحؑ کے سولی دینے کی سازش کی اور ان کو آسمان پر خدا نے اُٹھا لیا۔

ہمارے مسلمان بھائی یہ نہیں دیکھتے کہ اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے کہ ان کو پناہ غار میں دی گئی اور مسیحؑ کو آسمان پر۔

حضرت مسیحؑ کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی

پھر تاریخ عالم سے ناواقف اور علم الٰہی سے نابلد لوگ یہ نہیں دیکھتے حضرت مسیحؑ کی بعثت صرف بنی اسرائیل کے لئے تھی۔ حضرت عیسیٰ صرف بنی اسرائیل کی بارہ بھیڑوں کے واسطے مبعوث ہوئے تھے۔ دیکھو بائبل کی کتاب آستر باب ۸ آیت ۹۔

یعنی حضرت یعقوب کی اولاد کے واسطے جن کے بارہ بیٹے تھے اور ہر بیٹے کی اولاد ایک ایک علیحدہ قبیلہ کے نام سے مشہور تھی اور جس وقت حضرت مسیحؑ مامور ہو کر ان میں آئے ہیں، ان میں سے صرف دو قبیلے وہاں موجود تھے۔ بقیہ دس قبیلہ بخت نصر کے ظلم کی تاب نہ لا کر وہاں سے کشمیر تبت افغانستان وغیرہ کی طرف چلے آئے تھے۔ (تاریخ اکمال الدین باب ۵۸ صفحہ ۵۹۹) تو دو قبیلوں کو تبلیغ کر چکنے کے بعد حضرت مسیحؑ ان بقیہ دس گمشدہ قبائل کی طرف تبلیغ کے لئے روانہ ہونا چاہتے تھے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نیز جس وقت یہ صلیب کا واقعہ پیش آیا ہے اس وقت حضرت مسیحؑ کی عمر صرف ساڑھے تینتیس برس کی تھی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی پس اس کے یہ معنی ہیں کہ صلیب کے واقعہ کے بعد وہ زندہ رہے جیسا کہ احادیث ذیل سے ثابت ہوتا ہے۔ **المواھب اللدینہ مصنفہ علامہ احمد بن ابی بکر قسطلانی جلد اول** صفحہ ۳۴ اور علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مالکی نے شرح مواہب جلد اول میں لکھا ہے۔ پھر تفسیر کمالین (کمالین اُردو شرح مکتب شرکت علمیہ بیرون گیٹ بوہڑ ملتان شہر) زیر آیت انی متوفیک صفحہ ۲۳۷ اسی طرح حج الکرامہ فی آثار القیامہ کے صفحہ ۴۲۸۔

دراحادیث نبویہ رفع اوبعمر یکصد وبست سال ست ۔ چنانچہ **طبرانی و حاکم درمستدرک از عائشہ اور وھاندکہ قال فی مرضہ الزمی توفی فیہ لفاطمة ان جبریل کان یعارضنی القرآن فی کل عام مرة وانہ عارضنی بالقرآن العام مرتین واخبرنی انہ لم**

یکن نبی الاعاش نصف الذی قبلہ واخبرنی ان عیسیٰ بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ ولاارانی الاذاھباعیل رأس ستین، رجالۂ ثقالت ولہ طرق۔

نیز حلیہ ابونعیم میں بروایت زید بن ارقم میں ایک حدیث اسی مضمون کی نقل کی ہے۔ پھر طبرانی میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے اسی طرح روایت درج ہے اسی طرح کنزل العمال جلد٦ صفحہ١٢٠ اکتاب الفضائل الباب الثانی فی فضائل سائر الانبیاء میں وغیرہ وغیرہ۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ کا خطاب مسیح اس بات کو ثابت کررہا ہے۔ آپ ضرور بیت المقدس سے ہندوستان کشمیر وافغانستان تبت وغیرہ میں تشریف لائے کیونکہ لغات میں مسیح کے معنوں کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو اسی لئے مسیح کہا جاتا ہے چونکہ آپ سیاح تھے۔ یسعیاہ باب ۵٦ آیت ٨ (خداوند خدا جو بنی اسرائیل کے پراگندہ لوگوں کو جمع کرنے والا ہے یوں فرماتا ہے کہ میں ان کے سوا جو اسی کے ہوکر جمع ہوئے ہیں اوروں کو بھی اُس کے پاس جمع کرونگا یسعیاہ) یہودا (یسوعہ) جو بنی اسرائیل کی تتر بتر کی ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے والا ہے۔

مذکورہ بالا شہادت سے صاف ظاہر ہے کہ مسیحؑ بنی اسرائیل کی بھیڑوں کو جمع (تبلیغ) کرنے کے واسطے آیا تھا اور تاریخ بتارہی ہے کہ بنی اسرائیل حضرت یعقوب کے بارہ بیٹوں کی اولاد میں سے صرف دو قبیلے وہاں موجود تھے باقی قبیلے چھ سو برس قبل مسیحؑ بخت نصر کے حکم سے نکل گئے اور تبت کشمیر افغانستان میں آبسے تھے اس لئے ان کو جمع کرنا مسیحؑ کا فرض تھا۔

نیز یوحنا باب ١١ آیت ۵١،۵٢ (مگر اُس نے یہ اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ اس سال سردار کاہن ہو کر نبوت کی کہ یسوع اُس قوم کے واسطے مریگا۔ اور نہ صرف اُس قوم کے واسطے بلکہ اس واسطے بھی کہ خدا کے پراگندہ فرزندوں کو جمع کر کے ایک کردے) یوحنا باب ١٠ آیت ١۵۔

کنزل العمال جلد٢ صفحہ٣٤ بحوالہ کتاب ابن عساپر ایک حدیث موجود ہے (روحی اللہ تعالیٰ اِلیٰ عیسیٰ انتقل من مکان الیٰ مکان لئلاتعرف فتؤذی . الکتاب الثالث من حرف الھمزہ فی الاخلاق من قسم الاوّل مطبع دائرۃ للعارف حیدر آباد ١٣١٢ھ) کہ حضرت

مسیحؑ ملک در ملک رات دن پھرتے تھے۔

حضرت مسیحؑ کے سفر کی اور بھی زیادہ وضاحت ویلمی اور ابن النجار نے جابر سے جو روایت بیان کی ہے سے خوب ہوتی ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد۲ صفحہ ۷۱ کہ :

كان عيسىٰ بن مريم فاذا امسى اكل بقل الصحراء وشرب الماء القراح وتوسد التراب ثم قال عيسىٰ بن مريم ليس له بيت يخرب ولا ولد يموت طعامه بقل الصحراء وشرا الماء القراح ووساوه التراب فلما اصبح ساح بوادٍ فاذا فيه رجل اعمى مقعد لجزوم قد قطعه الجزام. السماء من فوقه والوارى من تحتهٖ والثلج عن يمينه والبرد عن يساره وهو يقول الحمدلله رب العالمين. ثلاثا فقال له عيسٰى بن مريم يا عبدالله علىٰ ماتحمد الله وانت اعمى مقعد لجزوم وقطعك الجزام السماء من فوتكو الوادى منتحتك والتلج عن يمينك البردعن يسارك قال ياعيسىٰ احمد الله اذلم اكن الساعة ممن يقول انك اله و ابن اله اوثالث ثلثة (الديلمى وابن النجار عن جابر) (الكتاب الثالث من حرف الهمزى فى اخلاق من قسم الاول زير عنوان الصبر على انواع البلايا والمكاره)

نیز کتاب ماڈرن ووٹ اینڈ کرسچین بیلیف صفحہ ۴۵۵ میں لکھا ہے کہ جب مسیحؑ نیپال میں تھا اُس وقت اس کی عمر ۳۶ سال کی تھی۔ نیز کتاب اکمال الدین (المطبعة الحيدريه النجف ۹۶/۱۰/۴) میں جس کو تصنیف ہوئے گیارہ برس ہو چکے ہیں اس میں لکھا ہے کہ جس زمانہ میں یسوع کشمیر وغیرہ میں تھے تو اس کے پاس کتاب انجیل تھی جس کا نام بشوری تھا۔ (بشارت دینے والی) دیکھو کتاب مذکور صفحہ ۳۱۷ تا ۳۶۹ الباب السابع والا ربعون)

اس سے زیادہ مفصل جو صاحب دیکھنا چاہیں وہ کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' قادیان سے منگا کر ملاحظہ کریں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انبیا میں سے اس قدر کسی نے سیاحت نہیں کی جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّ اٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ٥ (سورہ المومنون آیت ۵۱)

ترجمہ : اور ابن مریم کو اور اس کی ماں کو بھی ہم نے ایک نشان بنایا تھا اور ان دونوں کو ہم نے ایک مرتفع مقام کی طرف پناہ دی جو پُرامن اور چشموں والا تھا۔

اگر رہائش کے واسطے ان کو جنت دی تو اس کے یہ معنی ہیں کہ ماں بیٹے دونوں مر گئے اور جنت سے کوئی واپس نہیں آتا اور اگر کشمیر کی طرف اشارہ ہے تو سیاحت ظاہر ہے۔ پھر اگر ہم کسی طرح یہ بھی مان لیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی ہدایت کے واسطے بنی اسرائیل کا نبی آئیگا تو اس میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے۔

دوسرے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ابن مردویہ اور جنیاء نے ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جس قدر نبی مبعوث ہوئے وہ سب جوان ہی ہوئے اب اگر مسیحؑ آئے تو دو ہزار برس کے پیرِ فرتوت ہونگے جو کسی طرح بھی نبوت کے قابل نہیں ہو سکتے۔ ایک عقلمند جو روزانہ کے مشاہدات قدرت کا مطالعہ کرتا رہتا ہے وہ اس بات کا ہرگز قائل نہیں ہوسکتا کہ تمام دنیا آج تک مرتی چلی آئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے اپنے قانون قدرت کو خدا نے تبدیل کیونکہ کر دیا۔

لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (سورہ الروم آیت ۳۱) ترجمہ: اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ پر حضرت عیسیٰ کے واسطے کیوں قانون قدرت تبدیل ہو جاتا۔ پھر یہی واقعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آتا اور کفار کہ محمد صلعم کو کہتے ہیں کہ اگر تم سچے نبی ہو تو ہمارے سامنے آسمان پر پہلے جاؤ اور وہاں سے کتاب لے آؤ تو ہم تمہیں نبی مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ میرا ربّ پاک ہے اور میں تو اس سے زیادہ نہیں کہ۔

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا (سورہ بنی اسرائیل آیت ۹۴) میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا بشر رسول ہوں اور تمہارے جیسا انسان ہوں اور انسان کا کام آسمان پر جانا نہیں اگر کوئی جا سکتا تھا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جا سکتے۔ آنحضرت نہیں جا سکے تو عیسیٰ بھی نہیں جا سکتے اور جائے بھی تو کیوں جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا کوئی چیز اُوپر کو پھینکتے ہیں جب وہ دھکا دینے والی طاقت ختم ہو جاتی ہے بالآخر وہ زمین پر آ کر گرتا ہے غبارہ میں جب تک گیس رہتی ہے تب تک اُوپر جاتا ہے بالآخر نیچے آ گرتا ہے۔ پرندے پرواز کرتے ہیں زمین پر ہی آ کر قرار لیتے ہیں۔ پستول بندوق توپ سے گولی اونچی سے اونچی جاتی ہے بالآخر زمین پر آ کر گرتی ہے۔ آفتاب کے بخارات سمندر سے پانی کو اُوپر لے جاتے ہیں۔ آخر تھک کر نیچے زمین پر گر جاتے ہیں۔ غرضیکہ یہ قانون قدرت روزانہ مشاہدے میں آتا رہتا ہے۔ قرآن وحدیث بھی یہی سبق دیتے ہیں کہ زمینی چیز کا ٹھکانا زمین ہے اگر پھر بھی آپ کا یہ خیال باقی ہے کہ مسیحؑ آسمان پر ہے۔ کیا یہ مبالغہ نہیں دراصل ہزارہا دلائل ہمارے پاس موجود ہیں۔ مگر یہاں چونکہ قرآن وحدیث ہمارے لئے سب سے بڑی حجت ہے اس لئے دیگر آیات بھی ملاحظہ فرمایئے۔

نمبر ۱ : مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ (مائدة:۷۶)

یعنی مریم کا بیٹا مسیحؑ ایک ویسا ہی رسول ہے جیسا کہ اس سے پہلے رسول گزر چکے اور کوئی اس میں خاص بات نہیں۔ اگر اس سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار رسول زندہ ہیں تو وہ بھی آسمان پر زندہ ہیں اگر دیگر مر گئے تو وہ بھی مر گیا۔

وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ (المائدہ:۷۶) اور سچ مچ اس کے بھی ماں تھی جس نے اس کو جنا اور جس طرح دیگر ماں سے پیدا ہونے والوں کا حال ہوا وہی اس کا ہوا۔ اگر کوئی مثال تمہارے پاس ایسی ہے جو ماں سے پیدا ہوا ہو اور وہ مرنے سے بچا ہو تو ہمیں بھی دکھا دو۔ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۔ (سورۃ المائدہ:۷۶) جس طرح اس کی ماں کھانا کھاتی تھی اسی طرح اس کا بیٹا بھی کھائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ اگر اس کی ماں کھانے کی محتاج ہونے کے باوجود مر گئی جس طرح اور کھانے والے مر گئے تو یقیناً مسیحؑ اس کا بیٹا بھی مر گیا ورنہ آسمان پر وہ ضرور کھانا کھاتا ہوگا اور پیشاب پاخانہ کرتا ہوگا جس کے واسطے حلال خور باورچی اناج پیدا کرنے والے زمیندار کو بھی وہاں زندہ پہنچانا پڑے گا۔ ورنہ آپ کو ماننا پڑیگا کہ وہ اس نص صریح کے مطابق فوت ہو گیا۔

یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور رفع کرنے والا ہوں چنانچہ وہ اس حکم ناطق کے

یا کوئی چیز اُوپر کو پھینکتے ہیں جب وہ دھکا دینے والی طاقت ختم ہو جاتی ہے بالآخر وہ زمین پر آ کر گرتا ہے غبارہ میں جب تک گیس رہتی ہے تب تک اُوپر جاتا ہے بلآخر نیچے آ گرتا ہے۔ پرندے پرواز کرتے ہیں زمین پر ہی آ کر قرار لیتے ہیں۔ پستول بندوق توپ سے گولی اونچی سے اونچی جاتی ہے بالآخر زمین پر آ کر گرتی ہے۔ آفتاب کے بخارات سمندر سے پانی کو اُوپر لے جاتے ہیں۔ آخر تھک کر نیچے زمین پر گر جاتے ہیں۔ غرضیکہ یہ قانون قدرت روزانہ مشاہدے میں آتا رہتا ہے۔ قرآن وحدیث بھی یہی سبق دیتے ہیں کہ زمینی چیز کا ٹھکانا زمین ہے اگر پھر بھی آپ کا یہ خیال باقی ہے کہ مسیحؑ آسمان پر ہے۔ کیا یہ مبالغہ نہیں دراصل ہزار ہا دلائل ہمارے پاس موجود ہیں۔ مگر یہاں چونکہ قرآن وحدیث ہمارے لئے سب سے بڑی حجت ہے اس لئے دیگر آیات بھی ملاحظہ فرمایئے۔

نمبر ۱ : مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ (مائدة:۷۶)

یعنی مریم کا بیٹا مسیحؑ ایک ویسا ہی رسول ہے جیسا کہ اس سے پہلے رسول گزر چکے اور کوئی اس میں خاص بات نہیں۔ اگر اس سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار رسول زندہ ہیں تو وہ بھی آسمان پر زندہ ہیں اگر دیگر مر گئے تو وہ بھی مر گیا۔

وَأُمُّهُ صِدِّيقَة (المائدہ:۷۶) اور سچ مچ اس کے بھی ماں تھی جس نے اس کو جنا اور جس طرح دیگر ماں سے پیدا ہونے والوں کا حال ہوا وہی اس کا ہوا۔ اگر کوئی مثال تمہارے پاس ایسی ہے جو ماں سے پیدا ہوا ہو اور وہ مرنے سے بچا ہو تو ہمیں بھی دکھا دو۔ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۔(سورۃ المائدہ:۷۶) جس طرح اس کی ماں کھانا کھاتی تھی اسی طرح اس کا بیٹا بھی کھائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔ اگر اس کی ماں کھانے کی محتاج ہونے کے باوجود مر گئی جس طرح اور کھانے والے مر گئے تو یقیناً مسیحؑ اس کا بیٹا بھی مر گیا ورنہ آسمان پر وہ ضرور کھانا کھاتا ہوگا اور پیشاب پاخانہ کرتا ہوگا جس کے واسطے حلال خور باورچی اناج پیدا کرنے والے زمیندار کو بھی وہاں زندہ پہنچانا پڑے گا۔ ورنہ آپ کو ماننا پڑیگا کہ وہ اس نص صریح کے مطابق فوت ہو گیا۔

یعنی اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور رفع کرنے والا ہوں چنانچہ وہ اس حکم ناطق کے

مطابق فوت ہوئے جس کا اقرار قرآن میں موجود ہے۔

وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ (المائدہ:۱۱۸)

یعنی جب تک میں ان میں رہا ان کے حالات مشاہدہ کرتا رہا اور جب تو نے مجھے وفات دیدی تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اگر ان کو زندہ مانیں تو یہ ماننا پڑے گا کہ ابھی تک عیسائی توحید پر قائم ہیں اور ان میں بگاڑ پیدا نہیں ہوا جو کہ صریحاً غلط ہے۔

وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلاۃِ وَالزَّکَاۃِ مَا دُمْتُ حَیّاًوَبَرّاً بِوَالِدَتِیْ (سورۃ مریم: ۳۲)

حضرت عیسٰی فرماتے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں زندہ رہوں نماز پڑھوں اور زکواۃ دوں اور اپنی اماں جان کی خدمت کروں۔ اب اگر زندہ ہیں تو ان تینوں فرائض کی ادائیگی کے واسطے وہ زکواۃ دینے کے واسطے ایک معقول تعداد میں مزدور ملازم رکھنے والوں کو بھی اپنے ہمراہ لے گئے ہوں گے تا کہ ان کے ہاں مزدوری کر کے روپیہ پیدا کریں اور اماں جان کو بھی خدمت کرنے کے واسطے ہمراہ لے گئے ہوں گے اور آسمان پر وہ نماز ادا کرتے ہوں گے۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ وہ ضرور فوت ہو گئے۔ جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہے:۔

اللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّومُ (سورۃ آل عمران : ۲۵۶)

لیس معہ غیرہ شریک فی امرہ والحی الذی لا یموت وقد مات عیسٰی فی ربھم القیوم. ای قائم وعلی سلطانہ لا یزال وقال زال عیسٰی

دیکھو تفسیر دار المنثور زیر آیت اَللّٰہُ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّومُ.

جس کے یہ معنی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمانے کے بعد فرمایا کہ اللہ وہ ذات ہے جس کا کوئی شریک نہیں وہ زندہ ہے اور اس کو کبھی موت نہیں اور عیسٰی تو اللہ کے حکم کے مطابق مر چکا اور اللہ اپنے غلبہ کے ساتھ قائم ہے اس کو کبھی زوال نہیں اور عیسٰی تو زائل ہو چکا اور اس کا جسم بوسیدہ ہو گیا۔ خدا کے سوا کوئی زندہ نہیں رہ سکتا چنانچہ واضح دلیل اس آیت پر یہ ہے کہ جس میں جھگڑنے والا لفظ متوفی ،

رفع ،خلت وغیرہ کوئی لفظ ہے ہی نہیں بلکہ ہلاک کرنا صاف لکھا ہے۔

إِنْ أَرَادَ أَن يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

(المائدہ : ۱۸)

یعنی جب اللہ نے ارادہ کیا کہ مسیح مریم کے بیٹے اور اس کی ماں اور ان کو جو اس سرزمین میں رہتے تھے ہلاک کرنے کا۔ بس ایسا ہی کر دیا۔ اب اگر ہلاک کرنے کے معنی آسمان پر چڑھانا ہیں تو حضرت مریم اور لاکھوں وہاں کے باشندوں کو بھی آسمان پر چڑھا کر بٹھا دیں تب آپ کی مسیح پرستی پوری ہوسکتی ہے ورنہ نہیں۔ لوگو! کیوں تم غور نہیں کرتے؟

کیوں نہیں لوگو تمہیں حق کا خیال
دل میں اٹھتا ہے میرے سو سو ابال
ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اس کو فرقاں سر بسر
اس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر
وہ نہیں باہر رہا اموات سے
ہو گیا ثابت یہ تیس آیات سے

(ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۶۴۷ مطبوعہ ۱۸۹۱ء)

ہر جگہ اللہ تعالیٰ ابن مریم کہہ کر اس کا نام اسی لئے لیتا ہے تا کہ وہ خدا نہ سمجھا جائے بلکہ بندہ سمجھا جائے۔ جیسا کہ فرمایا:

إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ (الزخرف: ۶۰)

یعنی وہ میرا ایک بندہ تھا۔ جس پر میں نے انعام کر دیا۔ تمام نبیوں سے کوئی نرالی بات اس میں نہیں تھی۔ جب وہ عام بندوں کی طرح تھا تو تم کیوں خدا کے حکم کے خلاف تمام نبیوں کو فوت شدہ مانتے ہو

اوراس کو زندہ مانتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ صاف فرمارہا ہے کہ:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّن رُّسُلِه (البقرہ: ۲۸۶)

کسی نبی میں کسی بات کا فرق مت کرو بلکہ سب نبی ایک ہی طرح تھے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ تمام انبیاء پر جب دشمن چڑھائی کر کے آئیں تو ان کے بچاؤ کے واسطے زمینی اسباب بنائے اور ایک رسول کے بچاؤ کے واسطے چوتھا آسمان واضح ہو تفرقة فی الدرجات یہاں مراد نہیں۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ (البقرہ: ۲۵۴)

بلکہ عام انسانی باتیں مراد ہیں یعنی جس طرح تمام انبیاء کا رفع ہوا اسی طرح ان کا بھی اللہ تعالیٰ نے کیا اور قتل سے ان کو بچالیا۔

وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ ط (النساء: ۱۵۸،۱۵۹)

جب حضرت مسیحؑ کو بنی اسرائیل کی سازش قتل اور صلیب سے آگاہی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا کہ تم قتل ہو کر سجین میں نہیں پھینکے جا سکتے بلکہ ہم تمہیں طبعی موت دے کر تمہار رفع علیین میں کریں گے۔

وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ۝ وَّجَعَلَنِي مُبٰرَكًا أَيْنَ مَا كُنتُ صلے (مریم: ۳۱،۳۲)

یعنی مجھ کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا اور جہاں کہیں میں ہوں گا برکت کا باعث ہوں گا۔

اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ دو ہزار برس سے وہ آسمان پر ہیں تو ظاہر ہے ان کے وجود سے آسمان والوں کو کیا برکت مل رہی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہ آسمان پر خوانخواہ کیوں جاتے ایسی جگہ ان کو بھیجا جاتا جہاں وہ جا کر برکت کا باعث بن جاتے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا (مریم: ۳۴)

یعنی میرے پیدا ہونے اور فوت ہونے اور جی اٹھنے کے ایام پر سلامتی ہے۔ عام بات ہے ہر شخص کے ساتھ ہی تین مرحلے ہیں۔ پیدا ہونا، مرنا اور قیامت کے روز جی اٹھنا۔

اگر مسیح علیہ السلام آسمان پر گئے تو سب سے بڑی سلامتی کا وقت ان کے واسطے یہی تھا۔ کیونکہ لاکھوں آدمی ان کو مارنے کے واسطے تیار ہوئے تھے۔ اس کا ذکر ہی نہیں۔ پانچویں سلامتی آسمان سے واپس آنے کی تھی۔ یہ سب سے اہم واقعہ تھا۔ ان تین مقام کی سلامتی کونسی انوکھی بات تھی۔ انوکھی بات تو یہ دو تھیں کہ دشمنوں کو غائب وخاسر چھوڑ کر ان کے ہاتھوں سے بچ کر آسمان پر چلا جاتا اور دو ہزار سال کے بعد بخیر و خوبی واپس آتا۔ پس ظاہر ہوا کہ یہ ڈھکوسلہ اور بے سروپا قصہ ان کے سر پر تھوپا گیا ہے۔

نمبر :۷ اِهۡدِنَــــا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ۝ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۝ۙ

یہ وہ دعا ہے جس کے بغیر نماز ہی نہیں ہوتی اور ہمارا یقین ہے کہ تمام انبیاء اور ان کے ماننے والے امتی اس دعا کو مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! ہمیں اس راستہ پر چلا جس پر چلنے سے لوگوں پر انعام ہوتے ہیں۔ وہ نبی صدیق شہید صالح ہیں اگر آسمان پر جانا ہی انعام تھا تو تمام مومنین اور انبیاء علیہم السلام کو بھی انعام ملتا اور وہ اس سے محروم نہ رہتے کیونکہ ؎

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاء داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

پس ثابت ہوا کہ اگر آسمان پر جانا ممکن ہوتا اور یہ انعامات میں داخل ہوتا تو سب سے بڑے مستحق حضرت رسول اکرم ﷺ تھے مگر ان کو جواب ملا قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّىۡ هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا (سورۃ بنی اسرائیل:۹۴) تو بھلا حضرت عیسیٰ کس طرح آسمان پر چلے گئے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ ثُمَّ يَتَوَفّٰكُمۡ ۛ وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِكَىۡ لَا يَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَيۡـًٔا ؕ (سورۃ النحل : ۷۱)

یعنی اللہ کا یہ قانون مقرر ہے کہ اول پیدا کرتا ہے۔ پھر مارتا ہے اور بعض کو زندگی کے بدترین حصہ کو پہنچا کر انہیں ننھے بچوں کی طرح کر دیتا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر مسیحؑ زندہ ہیں تو دو ہزار کے بڈھے ہو جانے کے باعث وہ قطعی باشعور نہیں رہے لہذا ان کا آنا نہ آنا بیکار ہے۔

عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ (المؤمنون:۴)

بیکار اور بے نتیجہ کاموں سے بچو تو بھلا خدا بیکار کام کیوں کرنے لگا۔ جب اس قدر قوانین اپنے توڑتا، آسمان پر چڑھاتا اور دو ہزار برس کے بعد اتارتا تو پھر بیکار پیر فرتوت کو۔ ذرا غور تو کرو۔ پھر سورۃ النحل والی آیت جس کا ذکر ہم نے کیا ہے سورۃ الحج میں بھی آیا ہے گویا تاکید مزید ہے۔

وَمَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۖ أَفَلَا يَعْقِلُونَ (یٰس : ۶۹)

یعنی جس کی عمر اللہ تعالیٰ دراز کر دیتا ہے اس کی دوسری طاقتیں فہم و فراست، بصارت، سماعت، عقل وغیرہ گھٹا دیتا ہے لہذا اس قانون کے ماتحت حضرت عیسیٰ کی عمر اگر بڑھ گئی تو ان کے تمام قویٰ اسی لحاظ سے بیکار ہو گئے وہ بھلا کسی کو کیا تبلیغ کر سکیں گے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفاً وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ (الروم: ۵۵)

یہ آیت شریف بھی اسی قانون کو پیش کرتی ہے پھر کیونکر مان لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور وہ آسمان سے آکر کسی کو تبلیغ کر سکیں گے۔

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَاتُخْرَجُون (اعراف : ۲۷)

اس زمین میں تمہاری زندگی ہے اس میں جاؤ گے اسی سے نکلو گے پھر کیونکر مان لیا جائے کہ عیسیٰ آسمان پر چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے اپنا قانون خواہ مخواہ توڑ کر اپنے بندوں کو مغالطہ میں ڈال دیا۔

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَداً لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ (الانبیاء: ۹)

ہم نے کسی نبی کا ایسا جسم نہیں بنایا جو بغیر کھانا کھائے زندگی بسر کر سکے۔ لہذا حضرت عیسیٰ بھی اگر کھانا کھاتے ہیں تو حلال خور۔ اٹھانے کے واسطے، زمیندار کاشت کرنے کے واسطے، باورچی پکانے کے واسطے بھی آسمان پر پہنچاؤ۔

اے محمد! تم سے پہلے ہم نے کسی نبی کو ایسا نہیں بنایا جو کھانا نہ کھاتا ہو۔ علی ہذا مسیحؑ بھی کھانا کھاتے ہیں تو پاخانہ پیشاب بھی آسمان پر کرتے ہیں۔ اگر حضرت مسیحؑ آسمان پر کھانا کھاتے ہیں تو کھانا کھانے کے

تمام لوازمات کا وہاں پایا جانا ضروری ہے۔

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِکَ الْخُلْد (الانبیا: ۳۵)

اے محمد ﷺ! تم سے پہلے کوئی ایسا انسان نہیں جواب تک زندہ ہو۔ مسیحؑ کیونکر زندہ رہ سکتا ہے؟

تِلْکَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَت (البقرہ:۱۴۲)۔

یعنی تم سے پہلے جتنے انسان تھے سب مر گئے پھر بھلا مسیحؑ کیونکر زندہ رہا۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران: ۱۴۵)

اے محمد ﷺ! تم ایسے ہی رسول ہو جیسے تم سے پہلے رسول گزر چکے۔ اگر محمد ﷺ سے پہلے رسول زندہ ہیں تو محمد ﷺ کو بھی زندہ مانو کیونکہ یہ بھی ویسے ہی رسول ہیں۔ ان میں حضرت عیسیٰ، موسیٰ، ابراہیم، داؤد، سلیمان، ادریس، یحییٰ، ذکریا، یعقوب، یوسف سب فوت ہو گئے۔

وَهُوَ الَّذِیَ أَنشَأَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ (الانعام: ۹۹)

تم کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا اور تم سب کا ایک ہی جائے قرار ہے اگر سب کا جائے قرار یہ زمین ہے تو مسیح کا بھی زمین۔ اگر مسیح کا آسمان تو سب کا بھی آسمان۔ بہت موٹی سی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِين

(المؤمنون: ۵۱)

اور بنایا ہم نے ابن مریم اور اس کی ماں کو نیک نمونہ اور جگہ دی ہم نے ان کو بلند رہنے کے قابل، چشمے والی۔ اب ظاہر ہے کہ چشمے والی جگہ سوائے کشمیر کے اور کونسی ہے اور اگر یہ کہو کہ چشمے والی جگہ جنت ہے تو پھر والدہ محترمہ بھی ان کی زندہ آسمان پر گئیں پھر جنت میں زندہ ہونے کا کیا کام اور پھر وہاں سے دوبارہ مسیح کا آنا کیونکر ممکن ہے جنت میں جو داخل ہوا وہ پھر نکالا نہیں جائے گا۔

ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُون (المؤمنون:۱۶)۔ اس کے بعد پھر مر جاؤ گے۔ یہ سب کے واسطے قانون ہے اس سے مسیح کس طرح بچ گیا وہ بھی مر گیا۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ (الروم: ۴۱)

اللہ وہ ذات ہے جو پیدا کرتا ہے، رزق دیتا ہے پھر مارتا ہے پھر زندہ کرے گا۔ آسمان پر چڑھانے کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر مسیح کس طرح آسمان پر چڑھا۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

(الرحمان: ۲۸۔۲۷)

جو کچھ روئے زمین پر ہے وہ سب فانی ہے۔

اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (النساء:۷۹)

جہاں کہیں تم ہو گے بلکہ قلعہ میں چھپو گے تو موت تمہیں پکڑ لے گی۔ جب حضرت محمد ﷺ کو موت نے نہیں چھوڑا پھر ہم کس طرح مان لیں کہ حضرت مسیحؑ موت کے پنجہ سے چھٹ کر آسمان پر جا بیٹھے۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ (النحل: ۲۱، ۲۲)

یعنی جن کی عبادت اللہ کے سوا کی جاتی ہے وہ تو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے اور خود مخلوق ہیں، مر چکے ہیں زندہ بھی نہیں ہیں یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ دوستو! خدا کے لئے غور کرو۔ سب سے زیادہ عبادت کس کی کی جاتی ہے؟ کون نہیں جانتا کہ سب سے زیادہ تعداد عیسائیوں کی ہے جو مسیح کو معبود مانتے ہیں۔ اگر وہ معبود مانے جاتے ہیں تو اس آیت کی رُو سے وہ ضرور فوت ہو گئے۔ اب یہ تو بتاؤ کیا مسیح معبود نہیں مانا جا رہا؟ اگر مانا جا رہا ہے تو وہ زندہ نہیں۔ کس قدر زبردست دلیل ہے۔ کوئی ہے سعید روح جو اس پر غور کرے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ (یونس: ۲۹)

اور (یادرکھو) وہ دن جب ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے پھر ہم ان سے جنہوں نے شرک کیا کہیں گے اپنی جگہ پر تم (بھی) رُک جاؤ اور تمہارے شریک بھی۔ پھر ہم ان کے درمیان تفریق کر دیں گے اور ان کے (مزعومہ) شریک کہیں گے وہ ہم تو نہیں تھے جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے۔

اس جگہ تمام معبود لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔اب جب مسیح دوبارآئیں گے تو وہ کروڑوں عیسائیوں کو عبادت کرتا دیکھ لیں گے پھر کس طرح انکار کرسکیں گے کہ ہمیں علم نہیں؟

إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنَّاتٍ وَنَهَرٍفِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (القمر: ۵۵،۵۶)

یقیناً متقی لوگ جنتوں میں اور فراخی کی حالت میں داخل ہوں گے۔سچائی کی مسند پر، ایک مقتدِر بادشاہ کے حضور۔

یہ آیت رافعک الی کی تشریح کررہی ہے کہ رافعک الی کیا بات ہے۔آسمان پر جانے کو کہتے ہیں یا جنت میں جانے کو۔ وَمَا هُم مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْن (الحجر:۴۹)

یعنی جو جنت میں داخل ہو گیا وہ دوبارہ نہیں نکالا جائے گا۔بس جیسا کہ ہم نے سورۃ المؤمنون کی آیت ۵۱ لکھی ہے اس کے مطابق تم یہ مان لو کہ حضرت مسیحؑ معہ اپنی والدہ کے جنت میں داخل ہو گئے۔ وہ جنت سے نہیں نکالے جاسکتے اور دنیا میں دوبارہ ہرگز نہیں آئیں گے۔جو مومنوں کے واسطے دوزخ کہلاتی ہے۔

پس یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیحؑ یقیناً فوت ہو گئے تو وہ دوبارہ کسی طرح نہیں آسکتے۔

أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْن (الانبیاء:۹۶) وہ لوگ پھر لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ (یٰس: ۳۲)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ کتنی ہی نسلیں ہم نے اُن سے پہلے ہلاک کر دیں۔ یقیناً وہ ان کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گی۔

جس قدر ہلاک ہو چکے وہ دوبارہ واپس نہیں آسکتے۔

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَا إِلَى أَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ (یٰس: ۵۱)

پس وہ وصیت کرنے کی بھی توفیق نہ پائیں گے اور نہ اپنے اہل کی طرف لوٹ سکیں گے۔وہ

واپس آنے کی کچھ طاقت نہیں رکھتے۔

فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيّاً وَلَا يَرْجِعُونَ (یٰس:۶۸) پھر نہ وہ چلنے کی طاقت رکھتے اور نہ لوٹ سکتے۔

وَمَا أُنزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى (البقرہ:۱۳۷)

اور جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور (اس کی) اولاد کی طرف اتارا گیا۔ اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور اس پر بھی جو سب نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ (البقرہ:۱۴۲) یہ (بھی) ایک امت تھی جو گزر چکی۔

مذکورہ بالا تمام نبی مر چکے۔ اگر حضرت عیسیٰ زندہ ہیں تو بقیہ بھی زندہ ہیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ (النساء:۱۵۳)

اور وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور ان کے اندر کسی کے درمیان تفریق نہ کی یہی وہ لوگ ہیں جنہیں وہ ضرور ان کے اجر عطا کرے گا

مومنوں کا اجر ملنے کے مستحق ہی نہیں ٹھہرایا گیا جبکہ وہ ایک رسول پر دوسرے کو ترجیح دیں۔ پس جو لوگ حضرت مسیحؑ کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں ان کے کسی عمل کا اجر چاہیں تو مسیح کی وفات کے قائل ہو جائیے۔

لفظ "خلت" مختلف تفاسیر میں

اب اس کے بعد لفظ خلت پر بحث کرتے ہیں خصوصاً آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کے معنی ہم تفاسیر سے دکھاتے ہیں کہ وہ خلت کے معنی مرنا کرتے ہیں یا آسمان پر جانا کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے اور انصاف کیجئے۔

۱۔ تفسیر ابن جریر جلد۴ صفحہ ۱۰۱ پر وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل کے تحت لکھا جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ میں محمد ﷺ کے ساتھ بعد اختتام مدت عمر ویسا ہی کروں گا جس طرح انبیاء کے ساتھ کیا جو اس سے پہلے لوگوں کے پاس بھیجے گئے اور جو اپنی عمر کی مدت پوری کر کے فوت ہو گئے۔

۲۔ تفسیر بحر محیط جلد۳ صفحہ ۶۸ پر اصلی عبارت دیکھو:

هذا استمرار في عقبهم آخر ان محمد رسول لمن مضى من الرسل بلغ عن الله كما بلغوا و ليس بقاء الرسل شرط في بقاء شرائعهم بل هم يموتون و تبقى شرائعهم يلتزمها اتباعهم فكما مضت الرسل و انقضوا فكذلک حكمهم هو في ذلک واحد (تفسیر بحر محیط جلد۳ مطبع النصر الحدیثۃ۔ ریاض)

اس کا ترجمہ ہے: انبیاء کے بعد آنے والے نبی کے لئے یہ قاعدہ ہمیشہ کے لئے چلا آتا ہے۔ اس طرح حضرت محمد ﷺ ایک نبی تھے جس طرح کے ان سے پہلے انبیاء گزر چکے ہیں اور حضرت محمد ﷺ نے اس طرح خدا کی طرف سے تبلیغ کی جس طرح ان سے پہلے انبیاء نے کی تھی۔ شریعتوں کی بقاء کے لئے یہ ضروری نہیں کہ نبی زندہ رہے کیونکہ انبیاء مر جاتے ہیں ان کی شریعتیں قائم رہتی ہیں جن کی اطاعت لازم ہوتی ہے اور دنیا سے گزر جانے کا قانون سب کے لئے یکساں ہے کہ جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا بھی ہے۔ اگر تم محمد ﷺ کی وفات کے بعد اپنے قدیم مذہب پر چلے جاؤ گے تو دیگر انبیاء کی اتباع سنت کے خلاف ہوگا کیونکہ دیگر امتیں تو اپنے نبیوں کے فوت ہو جانے کے بعد بھی اس مذہب کی پابند رہیں۔

۳۔ تفسیر ابو سعود جلد۳ صفحہ ۹۲ عربی عبارت دیکھو جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے: گویا یہ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مانند جو نبی تھے وہ ان سے پہلے تمام فوت ہو گئے تو تم لوگ کیا اپنے دین کو چھوڑ دو گے جبکہ انہیں اس بات کا علم ہے کہ پہلے تمام نبی فوت ہو گئے یا قتل ہو گئے۔ مگر ان کے دین موجود رہے اور اس کی اتباع کرنے والے بھی۔

۴۔ تفسیر کشاف زیر آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ عبارت کا ترجمہ یہ ہے یعنی جیسے تمام

انبیاء جو اس نبی سے پہلے دنیا کو خالی کر گئے اسی طرح یہ بھی خالی کرے گا اور ان کے اتباع کرنے والے ان کے مرنے کے بعد ان کے دین پر قائم رہے۔ (پس مسیح ان سے علیحدہ کس طرح ہوا)

۵۔ تفسیر مدارک جلد اول صفحہ ۲۵۲۔ یہ بھی اسی طرح گزر جائیں گے جیسے پہلے لوگ گزر چکے اور ان کے متبع جس طرح ان کے بعد ان کے دین پر قائم رہے اسی طرح اب بھی ہوگا۔

۶۔ تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۳۴۳ وہی عبارت یہاں بھی درج ہے۔ اب بھلا مسیح اس سے کس طرح مستثنٰی ہو سکتے ہیں۔

۷۔ حاشیہ القنوی علی البیاوی جلد ۳ صفحہ ۱۲۴ یعنی جس طرح دیگر انبیاء اپنی موت یا قتل سے دنیا کو خالی کر گئے یہ بات سابق انبیار کی نسبت ہے۔ (سابق میں کیا مسیح شامل نہیں ہیں؟)

۸۔ تفسیر بتصیر الرحمٰن (وما محمد الا رسول. والرسل منهم من مات و منهم من قتل فلا منافاة بين الرسالة والقتل والموت) وتیسر المنان جلد اول صفحہ ۱۲۷ جس قدر رسول اس دنیا سے پہلے گذرے یا وہ قتل ہوئے یا موت سے مرے۔ پس یہ بات منافی رسالت نہیں۔

۹۔ تفسیر ابن عرفہ زیر آیت وما محمد الا رسول۔ لکھا ہے۔ منافقوں نے کہا اگر یہ نبی ہوتا تو مارا نہ جاتا تو اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی کہ اس سے پہلے تمام رسول یقیناً مر چکے اور ان کی امتیں ان کے دین پر قائم رہیں۔ [(قد خلت) مرّ (من قبله الرسل) و هور احل كما رحلوا مباله دوام العمر. فمحمد ﷺ انما هو فيما الله به صانع من قبضه اليه عذر النقضاء مدة اجله كسائر مدة رسله الىٰ خلقه الذين مضوا قبله]

۱۰۔ تفسیر سواطع الالہام جلد اول صفحہ ۱۰۳۔ یہ بھی ان رسولوں کی طرح ہے جو اس سے پہلے تھے۔ یہ بھی ان کی طرح ہمیشہ کے لئے کوچ کرنے والا ہے۔

۱۱۔ تفسیر کمالین صفحہ ۵۹ میں جس طرح اور تمام رسول جو اس سے پہلے تھے فوت ہو گئے اسی طرح ایک روز یہ بھی فوت ہو جائے گا۔

۱۲۔ تفسیر جامع البیان جلد ۴ صفحہ ۱۱۰۔ اس رسول سے پہلے سب رسول فوت ہوئے یا قتل ہوئے۔

۱۳۔ تفسیر مظہری جلد دوم صفحہ ۳۷۷۔ یعنی اس رسول سے پہلے سب رسول مر گئے۔

۱۴۔ تفسیر غرائب القرآن صفحہ ۳۴۸۔ یہ رسول بھی اسی طرح گزر جائے گا جس طرح پہلے رسول گزر گئے اور ان کے متبعین ان کے مرنے کے بعد ان کے دین پر قائم رہے۔

۱۵۔ تفسیر صافی جلد اول صفحہ ۳۰۲ سورۃ آل عمران۔ جیسے رسول موت یا قتل سے مرے ویسا ہی اس رسول کے ساتھ ہوگا۔

۱۷۔ تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۳۷۳۔ اس رسول سے پہلے جس طرح رسول دنیا کو خالی کر گئے اسی طرح یہ بھی خالی کرے گا۔

۱۸۔ تفسیر فتوحات مکیہ جلد اول صفحہ ۳۷۳۔ تمام رسول کے برخلاف کہ جیسے وہ مر گئے اسی طرح وہ نہیں مرے گا۔

۱۹۔ حاشیہ شیخ احمد صادی مالکی بر جلالین جلد اول صفحہ ۱۸۳۔ حضرت رسول کریم کی وفات پر ابو بکر صدیقؓ نے آیت وما محمد الا رسول پڑھ کر سمجھا دیا کہ اس سے پہلے تمام رسول فوت ہو گئے۔

۲۰۔ حاشیہ اشہاب السا [قد خلت من قبلہ الرسل حتی کانہ لم یجعل.. لیس الا رسولا کسائر الرسل لیخلو کما خلوا..(زیر آیت وما محمد الا رسول) بعنا تیہ القاضی وکفایۃ الراضی علی البھادی جلد ۳ صفحہ ۶۸۔ یہ رسول تمام رسولوں کی طرح فوت ہو جائے گا جس طرح اس سے پہلے رسول فوت ہو گئے۔

۲۱۔ ترجمان القرآن [''اور محمد اس کے سوا کیا ہیں کہ اللہ کے رسول ہیں اور ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گزر چکے ہیں (جو اپنے اپنے وقتوں پر ظاہر ہوئے اور روہ حق کی دعوت دے کر دنیا سے چلے گئے پھر اگر ایسا ہو کہ وہ وفات پائیں۔)] جلد اول صفحہ ۳۴۱۔ سارے انبیاء جو حضرت سے پہلے فوت ہو چکے۔

۲۲۔ تفسیر بحر مواج جلد ا صفحہ ۴۳۱۔ اس سے پہلے تمام پیغمبر اس جہان سے گزر گئے اور اسی طرح یہ بھی گزرے گا۔

۲۳۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ا صفحہ ۱۹۳ (زیر آیت وما محمد الا رسول۔۔ لکھا ہے) اس سے

پہلے تمام پیغمبر مر گئے یا قتل ہو گئے۔

۲۴۔ تفسیر کبیر جلد نمبر ۹ صفحہ نمبر ۲۱۔ یہ رسول بھی باقی سب رسولوں کی طرح فوت ہو جائے گا۔

۲۵۔ امام زہری۔ اللہ زندہ ہے اور سب نبی مر گئے اور محمد ﷺ بھی مر جائیں گے۔

۲۶۔ تفسیر فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۱۱۶، ۱۱۷۔ اس سے پہلے تمام رسول مر گئے یا قتل ہو گئے۔

۲۷۔ تاج التفاسیر جلد اول صفحہ ۱۴۶۔ حضرت محمد ﷺ ایک بشر ہے اور اس سے پہلے تمام رسول مر گئے یہ بھی ایک دن مرے گا۔ [(وما محمد الا رسول) بشر ارسله الله (قد خلت) مضت (من قبله الرسل) فمنهم من مات و منهم من قتل

۲۸۔ فتح القدیر جلد اول صفحہ ۳۵۲۔ زیر آیت وما محمد الا رسول الله اس سے پہلے تمام رسول قتل ہوئے یا مر گئے۔

و نیست محمد مگر پیغمبر البته گزشته اند پیش ازولی پیغمبر ان آیا اگر حمیر دیا گشته شود باز گردید برپا شنه هائی خود (زیر آیت وما محمد الا رسول)

۲۹۔ تفسیر محمد منزل اول صفحہ ۳۲۰۔ نہیں محمد مگر اس سے گزر چکے تمام رسول۔ پس محمد ﷺ اگر قتل ہو جائیں یا فوت ہو جائیں تو تم اپنی ایڑی کے بل پھر جاؤ گے۔ وما محمد رسول الا قد خلت من قبله الرسل کے معنی کچھ آپ نے ملاحظہ فرما لئے اب خلت کے معنی جو حدیث میں آئے ہیں وہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

(مستدرک کتاب التاریخ باب بعث رسول اللہ بعد ثمانیۃ الف من الانبیاء)

''خلت'' کے معنی حدیث میں

۳۰۔ حاکم نے مستدرک میں و ترمذی، ابو یعلی و بیہقی سے کنز العمال (کان فیما خلا من اخوانی من الانبیاء ثمانیة الاف نبی ثم کان عیسٰی بن مریم ثم کنت بعده) جلد ۶ صفحہ ۱۲۱ میں یہ روایت درج ہے کہ کان فیما خلا الخ۔ جس قدر میرے بھائی نبیوں میں سے مر چکے ہیں آٹھ ہزار تھے پھر ان کے مسیح ہوئے اور ان کے بعد اخ۔ کتاب اعراب البقا میں لکھا ہے کہ خلت کے معنی ایسا گزر جانا کہ پھر کبھی نہ آئے۔

’’خلت‘‘ کا لفظ قرآن کریم میں

۱۔ چنانچہ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا کہ :تِلْکَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَت(البقرہ:۱۴۲)یہ ایک امت ہے جو گزر گئی۔

۲۔ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَن(آل عمران:۱۳۸)اس سے پہلے جو قومیں گزر گئیں اب واپس نہ آئیں گی۔

۳۔ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُل (المائدہ:۷۶)یہ آیت پہلے بھی گزر چکی ہے۔

۴۔ وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خلَا فِيهَا نَذِيرٌ (الفاطر:۲۵)کوئی ایسی قوم نہیں جس میں نبی نہ گزرا ہو۔

۵۔ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ (الحجر۱۴)ان سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکیں۔

۶۔ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهَا أُمَمٌ(الرعد:۳۱)ایک ہی معنی ہیں۔

۷۔ وَقَدْ خَلَتْ الْقُرُون (الاحقاف:۱۸)زمانے گزر گئے۔کیا زمانہ گزرا ہوا واپس آسکتا ہے۔

۸۔ فِيْ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُم (الاعراف:۳۹)ان جماعتوں میں جو تحقیق گزریں تم سے پہلے۔

۹۔ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم(الرعد:۷) فِيْ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم(حٰم سجدہ:۲۶)

۱۰۔ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِم (حٰم سجدہ:۲۶)

۱۱۔ وَقَدْ خَلَتْ الْقُرُون (الاحقاف:۱۸)

۱۲۔ وَقَدْ خَلَتْ النُّذُر (الاحقاف:۲۲)تحقیق گزر گئے ڈرانے والے۔

۱۳ سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلاً(الفتح:۲۴)

لفظ ’’خلت‘‘ لغت عرب میں

۱۔ لسان العرب قد خلت لدار واخلت ووحد فلانة مخلية الى خالية اس گھر میں کوئی باقی نہیں رہا۔سب مر گئے۔

۲۔ قال ابن الا عرابی خلا فلان مکانه اذا مات اعرابی لوگ جب خلا فلاں بولتے ہیں تو مراد ہے

کہ فلاں آدمی مرگیا۔لسان العرب۔

۳۔ خلا شئی اذا مضی چیز گزری ہوئی جو واپس نہ آئے۔لسان العرب۔

۴۔ خلا مکانہ مات و مضی اس کا مکان مسمار ہوگیا اور نام نشان مٹ گیا۔قاموس باب الیاء والوؤ مضل الخاء۔

۵۔ خلا فان مات فلاں مرگیا۔تاج العربین جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۹

۶۔ اذا سید منا خلا قام سید. قؤول بما قال الکرام فعول

شعر سمویل دیکھو دیوان حماسہ۔جب ہم سے کوئی سردار مرجاتا ہے تو ایک سردار کھڑا ہو جاتا ہے وغیرہ۔

آیت وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِکَ الْخُلْدَ پر مختلف مفسرین کی آراء

۱۔تفسیر ابن جریر جلد ۷ صفحہ ۲۴۔ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِکَ الْخُلْدَ (الانبیاء:۳۵) پر لکھتا ہے اے محمد ﷺ! ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمزاد کو زندہ نہیں رکھا۔وما خلدنا احد من بنی آدم یا محمد قبلک فی الدنیا فنخلدک فیها ولا بد لک من ان تموت کما مات من قبلک رسلنا.

۲۔ تفسیر محمدی اس آیت کے متعلق منزل چہارم صفحہ ۱۹۳ پر تم سے پہلے سے پہلے کسی کو ہم نے زندہ نہیں رکھا۔

۳۔ تفسیر ابو مسعود جلد ۶ صفحہ ۶۶۔ہم نے کسی بشر کو زندہ نہیں رکھا کیونکہ پیدائش اور شریعت کے یہ بات قطعی خلاف ہے۔

۴۔ تفسیر کشاف صفحہ ۸۸۲۔اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نافذ کر دیا کہ کوئی بشر زندہ نہ رہے۔نداد یم ہیچ آدمے را پیش از تو ہمیشہ بودن۔

۵۔ تفسیر دار المنشور جلد ۴ صفحہ ۳۱۸۔حضرت ابن جریج سے روایت کرتے ہیں کہ محمد ﷺ کے پاس جبرائیلؑ نازل ہوئے اور موت کی خبر سنائی تب سے آیت وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِکَ الْخُلْدَ نازل ہوئی۔

۶۔ پھراسی کتاب میں لکھا ہے اب ابی شبلیہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خطبہ پڑھایا اوراس میں بیان کیا کہ سب نبی فوت ہوگئے ہیں جس طرح آج ہمارے رسول فوت ہوگئے۔

۷۔ ابن ابی حاتم نے اورابن مردویہ نے اوربیہقی نے اپنی کتاب الدلائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ نے یہ آیت پڑھی وَمَا جَعَلنا بشر الخ ہم نے تجھ سے پہلے کسی نبی کوزندہ نہیں رکھا۔

۸۔ تفسیرخازن(وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہٖ الرسل معنی الابة سفیخلو محمد کما خلت الرسل من قبلہٖ) اوّل صفحہ ۳۶۰ اس رسول سے پہلے کل انبیاء فوت ہوگئے۔

۹۔ تفسیرسواطع (دوام العمر دارالاعمال عمرواسرمداً) الہام صفحہ ۴۰۰ اِس دارالاعمال میں ہم نے کسی کوزندہ نہیں رکھا تجھ سے پہلے۔

۱۰۔ تفسیرغایت البرہان جلد۲ صفحہ ۴۹ نہ کی ہم نے کسی بشر کے واسطے ہمیشگی یہاں تک کہ مسیح بھی مرکرزندہ ہوااورچالیس روزحواریوں میں رہ کراُٹھائے گئے اورادریس والیاس وخضر بھی موت کا مزا چکھ چکے اورطبیہ سب کولازم ہے۔

۱۱۔ تفسیرجلالین صفحہ ۲۷۰ (امی البقاء فی الدنیا) دنیامیں کسی کوتجھ سے پہلے باقی نہیں رکھا۔

۱۲۔ تفسیرمعالم التنزیل (دوام البقاء فی الدنیا) جلد:۴ صفحہ ۵۰ دنیامیں نہ کسی کورکھا نہ کسی کوبقاہے۔

۱۳۔ تفسیرحسینی (وماجعلنا البشراورہم نے نہیں دیاکسی آدمی کو من قبلک الخلد تجھ سے پہلے ہمیشہ رہنا دنیامیں) جلد۲ صحہ ۵۵۰ تجھ سے پہلے ہم نے کسی آدمی کوزندہ نہیں رکھا۔

۱۴۔ تفسیرمعالمات الاسرارجلد۲ صفحہ ۴۲ ہم نے کسی کونہیں رکھاحتٰی کہ مسیح بھی فوت ہوگئے۔

۱۵۔ تفسیرروح البیان(وما جعلنا لفرد من افراد الانسان من قبلک یا محمد دوام البقاء فی الدنیا ای لیس من سنتنا ان نخلد آدمیا فی الدنیا و ان کنا قادرین علی تخلیدہ فلا احد الاوھو عرضة للموت فاذا کان الامر کذلک) جلد۲ صفحہ ۴۶۳ تجھ سے پہلے کوئی ایسا انسان

نہیں جو اجل کا لقمہ نہ بنا ہو۔

۱۶۔ تفسیر تبصرۃ المستذکرہ المستبصر جلد۳ یعنی دنیا میں کسی کو بقا نہیں۔

۱۷۔ تفسیر عباسی ہم نے کسی کو تجھ سے پہلے زندہ نہیں رکھا۔

۱۸۔ تفسیر جمل (انی لکونہ مخالفا للحکمة التکوینیة و التسریعة) جلد۳ صفحہ ۱۲۷ ہماری حکمت آفرینش کے خلاف ہے کہ کسی کو زندہ رکھیں۔

۱۹۔ تفسیر سراج المنیر (بین تعالیٰ اَن احدا لایبقی فی ھذہ الدنیا) جلد۲ صفحہ ۵۰۴ کسی کو دنیا میں باقی نہیں رکھا

۲۰۔ الخایة القاضی (لانه یلزم من عدم تخلید احد من البشر انکار بقائھم) حاشیه علی البیضاوی جلد۶ صفحہ ۲۵۴ بشر کی عدم تخلیہ سے ان کے بقا کا انکار لازم ہے۔

۲۱۔ تفسیر توضیح مجید جلد۴ صفحہ ۱۶۶ نہیں گردانا ہم نے واسطے آدمیوں کے تجھ سے پہلے بیچ زمین کے۔

۲۲۔ تفسیر ابن کثیر جلد۶ صفحہ ۲۷۷ تجھ سے پہلے کسی کو زندہ نہیں رکھا سب فانی ہیں خواہ وہ نبی ہو یا رسول۔ علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ خضر بھی فوت ہو گئے کیونکہ وہ بشر تھے۔ اب مختلف تفاسیر کے نام اور صفحات نمبر درج کیئے جاتے ہیں جن میں یہی معنی ہیں۔

تفسیر جامع البیان صفحہ ۲۸۴ میں یہ لکھا ہے ابن جریر جلد ۱۷ صفحہ ۲۹۹ ابو مسعود جلد۶ صفحہ ۲۴۳ تفسیر دارالمنثور جلد۴ صفحہ ۳۱۴۔ تفسیر تنویر المقیاس جلد۳ صفحہ ۳۵۳۔ ابن مجتھد علی البیضاوی جلد۵۔ تفسیر بحر الحقائق۔ سواطع الہام صفحہ ۳۹۸۔ تفسیر لغایت البرہان جلد۲ صفحہ ۴۷۔ تفسیر جلالین صفحہ ۲۶۸۔ تفسیر معالم التنزل صفحہ ۵۸۵۔ تفسیر مجمع البیان جلد۲ صفحہ ۱۔ تفسیر حسینی صفحہ ۵۴۰۔ تفسیر صافی جلد ۱ صفحہ ۲۶۔ تفسیر دارالاسرار صفحہ ۳۶۶۔ تفسیر کواشی جلد۳ صفحہ ۳۰۱۔ تفسیر کشاف جلد۲ صفحہ ۸۷۶۔ تفسیر خازن جلد۳ صفحہ ۳۰۱۔ تفسیر روح البیان جلد۲ صفحہ ۶۲۱۔ کتاب تاویلان النجمہ۔ تفسیر جمل جلد۳ صفحہ ۱۲۷۔ حاشیہ شیخ احمد صادی المالکی علیٰ جلالین جلد۳ صفحہ ۲۷۔ تفسیر سراج المنیر جلد۲ صفحہ ۴۷۴۔ تفسیر توضیح مجید جلد۴ صفحہ ۱۵۹۔ تفسیر ابن کثیر جلد۶ صفحہ ۲۷۲ تفسیر ظہری جلد۳۔ مذکورہ بالا تمام تفاسیر نے یَأْکُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا کَانُو خَالِدِیْنَ کی تفسیر میں بالاتفاق یہ لکھا ہے کہ کسی نبی کا جسم ایسا نہیں بنایا کہ کھانا نہ کھائیں اور ہمیشہ رہیں حتیٰ کہ عیسیٰ بھی فوت ہو گئے۔

انسان کے لئے مقدر ہے زمین پر زندہ رہے

(۱) لَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمُتَاعٌ اِلیٰ حِیْنَ۔ تمہارے لئے زمین پر ٹھہرنا اور موت تک اس سے فائدہ اُٹھانا ہوگا جس کے معنی موت ہے۔ ہندوستان میں بھی موت کے معنوں میں عام طور پر استعمال ہوتا ہے جیسے کہتے ہیں اس نے اپنی حین حیات میں اپنے ساتھ رکھا۔ اس نے اپنی تمام جائداد اپنی حین حیات میں فلاں کو دیدی اسی طرح تفسیر ابو مسعود جلد۳ صفحہ ۲۲۱ مذکورہ آیت کی تفسیر میں یہی درج ہے۔

(۲) تفسیر تنویر المقیاس جلد اوّل صفحہ ۳۹۰ اور اسی تفسیر کے جلد ۲ میں لکھا ہے تمہارے لئے موت تک زمین ہی تمہاری ماویٰ وملجا ہے۔

(۳) تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۴۳۔ تفسیر ابن جریر جلد ا صفحہ ۱۸۵ نے بھی یہی بیان کیا۔

تفسیر محمدی نے لکھا ہے کہ موت تک زمین ہی پر رہنا ہے۔ تفسیر مدارک جلد ۲ صفحہ ۹۴ نے پھر حاشیہ قنوی جلد ۳ صفحہ ۱۶۴ میں یہی لکھا ہے پھر تفسیر سواطع الالہام صفحہ ۲۰۳۔ تفسیر جلالین صفحہ ۶۔ پھر تفسیر جلالین صفحہ ۱۲۹ میں پھر جامع البیان صفحہ ۹۔ مجمع البیان جلد اول۔ تفسیر دار الاسرار صفحہ ۸ دخول قبر یا آخر تک۔ تفسیر وجیر۔ تفسیر فتح العزیز صفحہ ۱۶۲۔ تفسیر بحر المواج زیر قُلْ نا ھبطو۔ تفسیر روح البیان جلد اوّل صفحہ ۱۰۷۔ تفسیر فتوحات آلہیہ جلد ا صفحہ ۴۶۔ اسی تفسیر کے صفحہ ۱۳۶ امکان استقرار معنی مکان ہے جس میں اپنی زندگی بسر کرے یا قبر جس میں دفن ہو۔ حاشیہ شیخ احمد صادی جلد اوّل۔ تفسیر سراج المنیر جلد ا صفحہ ۴۸۔

تفسیر روح المعانی جلد ا صفحہ ۱۹۷ قیامت کبریٰ تک زمین پر رہنا۔ تفسیر معانی صفحہ ۳۰۔ تفسیر توضیح مجید جلد ۲ صفحہ ۱۴۴۔ تفسیر لوامع التنزیل جلد ا صفحہ ۲۰۹۔ تفسیر تاج التفاسیر صفحہ ۱۵۴ موت تک فائدہ اُٹھانے کی جگہ۔ جامع البیان صفحہ ۱۳۳ زندگی بھر اس زمین پر انسان رہتا ہے اور مرنے کے بعد بھی اسی میں دفن ہوتا ہے اور یہ ایک قانون ہے جو غیر متزلزل ہے پھر حضرت مسیح اس سے کیونکر مستثنیٰ رہ سکتے ہیں۔

دوسری آیت قَالَ فِیْھَا تحیُونَ وفِیْھَا تموتونَ وَمِنْھَا تخرجُون (آیت کا حوالہ مع ترجمہ دینا ہے) ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان زمین پر ہی پیدا ہوتا ہے اسی پر مرے گا۔ قیامت تک رہ کر

پھر قیامت کو اُٹھے گا۔اس کے سوا کہیں جانا غیر ممکن ہے چنانچہ درج ذیل مفسرین کی یہی رائے ہے۔

(۱) تفسیر تنویر المقیاس جلد۲ صفحہ ۸۶

(۲) تفسیر مدارک جلد۲ صفحہ ۸۵۔

(۳) تفسیر خازن جلد۲۔

(۴) تفسیر روح البیان جلد۱ صفحہ ۳۷۳۔

(۵) تفسیر سراج المنیر جلد۱ صفحہ ۴۴۹۔

(۶) تفسیر توضیح مجید جلد۲ صفحہ ۱۴۴۔

(۷) تاج التفاسیر صفحہ ۱۵۴۔

(۸) جامع البیان صفحہ ۱۳۴۔

(۹) تفسیر محمدی وغیرہ وغیرہ۔

رفع کے لفظ کا قرآنی استعمال

اب ہم لفظ رفع پر بحث کر کے دکھاتے ہیں کہ وَمَا قَتَلوہُ وَمَا صَلَبُوہُ بَلْ رَفَعَہُ اللّٰہِ اِلَیْہِ. میں رفع کے معنی جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلا جانا ہے یا رفع الی اللہ مراد ہے۔اول تو قرآن میں کسی جگہ آسمان کا لفظ نہیں ہے دوئم رفع کے معنی دوسری جگہ درجات بلند کرنے کے ہیں۔

(۱) نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مِّن نَّشَاءُ (سورۃ یوسف آیت ۷۷)

(۲) یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوا مِنکُمْ وَالَّذِیْنَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ (سورۃ المجادلہ آیت ۱۲)

(۳) اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہُ (سورۃ الفاطر آیت ۱۱)

اگر اس قدر دلائل کے بعد بھی آپ رفع کے معنی آسمان پر جانا کرنا چاہتے ہیں تو لیجئے اس آیت میں بھی رفع کے معنی آسمان پر جانا کیجئے۔تب ہم آپ کو جانیں۔وَلَوْ شِئنا لرفعنا بھا و لٰکِنَّہٗ اخلدالی الا رض واتبع ھَواہ پ۹ ع۱۲ یہ آیت بلعم باعور کی نسبت ہے

اس آیت کی تائید تفسیر الدار اللقیط من البحر المحیط لامام تاج الدین الی محمد احمد عبد القادر برحاشیہ تفسیر المحیط لام تاج الدین الی محمد احمد عبدالقادر برحاشیہ تفسیر المحیط جلد ۳ صفحہ ۴۲۳۔

وَاذکر فی الکتاب ادریس انه کان صدیقا نبیاً ورفعنه مکا ناً علیا پ۱۶ ع ۱۷۔ اس آیت نے رفع کے معنی بہت صاف کر دیئے

تفسیر النہر الماد من البحر لابی حیان برحاشیہ بحر المحیط جلد ۶ صفحہ ۲۰۰ زیر آیت مذکور درج ہے اور بلند مکان شرف نبوت اور قرب الی اللہ سے مراد ہے۔ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ نبوت کا رفع ہے اور ان کو آسمان پر بزرگی اور منزلت اس طرح حاصل ہے جس طرح کل انبیاء کو۔

شرح المال المال المعلم صفحہ ۳۰۸ ایک جماعت کہتی ہے کہ رفع سے مراد منزلت و مرتبت ہے اور وہ رفع آسمانی ہے جو تمام انبیا کو حاصل ہوا۔

کتاب طے الفراسخ الی مناز الفراسخ الی مناز البرازخ میں اس کتاب کی تائید کرتے ہیں۔ فی صحف مکرمة مرفوعة مطهرة۔ سورہ عبس ع ۱۔ کیا صحیفہ آسمان پر اُٹھا لیے گئے۔

خافضة رافعة۔ سورۃ واقعہ۔ کیا قیامت بجسم عنصری آسمان پر چڑھا دے گی۔ ترمذی شرف و ابن ماجہ میں ہے۔

کنزل العمال صفحہ ۲۹ جلد ۶ میں لکھا ہے یرفع فیھا العلم یعنی علم اُٹھایا جائے گا۔

امام ترمذی نے حضرت انس سے روایت کی ہے الازد اللہ فی الارض یرید الناس ان یعنوھم وبا بی اللہ الا ان یرفعھم زمین پر ازد اللہ کا شیر ہے جس کو لوگ ذلیل کرنا چاہیں گے مگر اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل نہیں ہونے دیگا بلکہ اس کا مرتبہ بلند کرے گا۔

احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں اور طبرانی نے اور دارمنی نے اپنی کتاب میں اور ابو شیخ نے اپنی تفسیر میں اور ابن مردویہ نے اپنی کتاب میں ابی امامہ سے روایت کی ہے اور کنزل العمال جلد ۵ صفحہ ۴۰۸ میں اس کو نقل کیا ہے یا ایھا لاناس خزو من العلم قبل ان یقبض العلم و قبل ان یرفع العلم قبل یا رسول اکیف یرفع العلم یعنی رسول اللہ نے فرمایا کہ اے لوگو علم کو حاصل کرلو پیشتر اس کے وہ

اُٹھایا جائے۔ عرض کیا یا رسول اللہ علم کیونکہ اُٹھایا جائے گا۔ الخ اب کوئی غور کرے کہ کیا علم بھی جاندار یا مجسم کوئی چیز ہے۔

کنزل العمال جلد ۷ صفحہ ۶۸ پر بن عساکر سے ایک روایت حضرت ابن عباس نے بیان کی ہے جس کا آخر یہ ہے کہ جب حضرت عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھالیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ارفعل اللہ یا عم یعنی اے میرے چچا اللہ تعالیٰ آپ کا درجہ بلند کرے۔

ان اللہ تعالیٰ یر فع بھٰذا القرآن امام مُسلم

ابن ماجہ حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں جس کو (۴۶۹) کنزل العمال جلد ا صفحہ ۱۲۹ نے نقل کیا ہے۔

ابوسعید النعمان اور امام رافعی حضرت انس سے روایت کرتے ہیں جس کو کنزل العمال جلد اول صفحہ ۲۳۳ اِنَّ ملکا موکلاً بالقرون فمن قرامه شئ الم یقرعه قومه الملک ورفعه التواضع لا یرید العبد الا رفعه ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب الضنب میں بروایت محمد بن عمیر العبدی یہ حدیث لکھی ہے اور اس کو کنزل العمال جلد ۲ صحہ ۲۵ سے نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے محمد بن عمیر العبدی نے بیان کیا کہ تواضع آدمی کے لئے ایزادی رفعت کا موجب ہوتی ہے الخ کنزل العمال جلد ۲ صحہ ۲۵ میں۔ خرایطی نے مکارم الاخلاق میں ابن عباس سے روایت کی ہے اذا تواضع العبد رفعه الله الی السماءِ السّابعته جب کوئی تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان پر لے جاتا ہے۔ لیجئے کیا حضرت مسیح کی نسبت تو آسمان کا لفظ بھی نہیں آیا اور اس کو آپ نے آسمان پر بٹھا دیا اور یہاں قبض روح کا بھی ذکر نہیں تو کیا اس حدیث کے معنی آپ یہ کرلیں گے کہ بلا روح قبض ہوئے متواضع آدمی ساتویں آسمان پر اُٹھالیا جاتا ہے اور حضرت مسیح کے متعلق متوفیک و رافِعکَ ہے وفات کے بعد رفع کا لفظ ہے فتدبرو۔ کنزل العمال جلد ۲ صفحہ ۲۵ اور حلیہ ابونعیم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت درج ہے من تواضع اللہ رفعه کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۶ ابن مندہ اور نعیم اوس بن خونی سے یہی مضمون مروی ہے۔

ابن النجار حضرت ابوہریرہؓ سے اسی مضمون کی حدیث بیان کی ہے۔

ابونعیم حضرت ابن عمرؓ سے اس قسم کی حدیث نقل کی ہے کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۶

ابو شیخ اپنی کتاب العظمة میں بروایت معاذ بن جبل انہی الفاظ میں بیان کیا ہے۔ دیکھو کنز العمال جلد۲ صفحہ ۲۶۔ امام احمد بن حنبل نے مسند میں وابو یعلی نے اپنی مسند میں شاشی نے اپنی کتاب میں سعید بن منظور اپنی سنن میں بروایت حضرت عمرؓ اسی مضمون کی انہی الفاظ میں ایک حدیث نقل کی ہے۔ ابونصر ویلمی اپنی کتاب مسند الفردوس میں بروایت حضرت انسؓ نے اسی مضمون کی ایک حدیث نقل کی ہے۔

دیکھو کنز العمال جلد۲ صفحہ ۲۶ ابونعیم اور ابونصر ویلمی نے ابو ہریرہؓ سے اسی مضمون کی ایک حدیث بیان کی ہے

ابن اظہری اپنی کتاب امالی میں حضرت انسؓ سے اسی مضمون کی ایک حدیث اور بیان کرتے ہیں۔

دیکھو کنز العمال جلد۲ صفحہ ۲۶ شیخ ابوبکر محمد خرایطی اپنی کتاب کے مساوی الاخلاق میں اور حسن بن سفین اور ابن لال اور ابونصر ویلمی حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں۔

حضرت امام بخاری نے بھی اسی مضمون کی حدیث لکھی دیکھو جلد۳ صفحہ ۲۲

پانچوں وقت کی نماز میں یہ دعا ہر وقت پڑھی جاتی ہے۔

اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی وارزقنی وارفعنی واجرنی۔ اب فرمائیے کیا آپ یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمیں آسمان پر معہ جسم عنصری بلا لے۔

نوٹ: ہر کتاب کو ایک دلیل تصور کی ہے اس لئے نمبر درج کیا ہے۔

رفع وضع کی ضد ہے دیکھو لسال العرب جلد۹ صفحہ ۴۸۸۔

الرافع اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام اور وہ مومن کو سعادت اور اپنے اولیاء کو تقرب کے ساتھ بلند کرتا ہے لسان العرب جلد۹ صفحہ ۴۸۸۔

وضع کے معنی یہ ہیں کہ گنہگاروں کو پست اور ذلیل کیا جاتا ہے اور رفع کے یہ معنی ہیں کہ فرمانبرداروں کے درجات بلند کرے لسان العرب جلد۹ صفحہ ۹۸۸۔

رافع ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ مقرب کرنا اور قرآن کریم میں جو فرش مرفوعہ سوۃ واقعہ میں آیا

ہے اس سے مراد قریب ہے۔

نساء مرفوعات سے مراد باعزت مستورات مراد ہے دیکھو تاج العروس جلد ۵ صفحہ ۳۵۷۔ رفع مند وضع ہے اور یہی معنی دعا والی حدیث میں ہیں کہ مجھے عزت دے ذلیل نہ کر صفحہ ۳۵۸۔

جن گروہوں کو بلند کرنے کے واسطے اللہ تعالیٰ کہتا ہے وہاں مراد درجات ہے فرش مرفوعہ مشرف فرش۔ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَرْفُوْعَةٍ معظم مشرف (آیت کا حوالہ مع ترجمہ دینا ہے)

ایسا ہی لکھا ہے تاج العروس نے صفحہ ۳۵۸۔ جب صلہ الیٰ رفع کے بعد واقع ہو تو ایک شے کا دوسری شے کے نزدیک کر دینے کے معنی ہوتے ہیں۔

ومِن ذالک قولھُم رفعه اليالسُّلْطَانِ یعنی اس کو سلطان کا مقرب کر دیا صراح جلد ۲

رَجُل شريف رجل رفيعٌ وَالرافع مَنْ السماءِ الله تعالىٰ هُوَ الذى يرفع المومنين بالاسْعَادَ واولياء، مالتقرب. اللہ وہ ذات ہے مومنوں کو سعادت اور اولیاء تقرب سے بلند کرتا ہے۔ قاموس۔

رفعهُ الى سالسلطان قربه دیکھو اقرب الموارد جلد ا صفحہ ۸۸۔

رفعه الىٰ البسلطان رفعنا اى قربه منتهى الارب جلد ۲ صفحہ ۷۷۔ اساس البلاغت۔ صحاح جوہری جلد ا صفحہ ۵۹۴۔

غرضیکہ لغات تمام قرآن تمام تفاسیر تمام احادیث تمام اشعراء رفع کے معنے تقرب کے کرتے ہیں۔ آپ ہیں کہ اسی پر اڑے ہوئے ہیں کہ نہیں رفع کے معنے معہ جسم عنصری آسمان پر چلے جانا ہے۔ تو لاؤ ہم احادیث سے بھی دکھا دینگے۔ کہ حضرت مسیح ؑ فوت ہو گئے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے عیسیٰ ؑ اور موسیٰ ؑ اور ابراہیم ؑ کو دیکھا ہے۔ عیسیٰ ؑ کے سرخ اور گھونگر والے بال ہیں۔ دیکھو بخاری۔

پھر دوسری جگہ دجال کے ہمراہ جس مسیح کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا ہے۔ اس کا گندمی رنگ ہے اور کندھوں تک بال ہیں۔ وغیرہ دیکھو بخاری شریف معلوم ہوا کہ پہلا مسیح ناصریہ اور دوسرا مسیح محمدی تھا۔

بخاری وہ کتاب ہے۔ جو قرآن کے بعد صحیح مانی جاتی ہے۔ اس لئے اس نے کسی رطب یا بس کی حدیث کو نقل نہیں کیا ہے وہ صاف فرماتے ہیں کہ آنیوالا مسیح تم ہی میں سے ایک شخص ہے۔ بخاری جلد اوّل صفحہ ۳۷۴ مطبوعہ احمدی تفسیر دار المنشور جلد ۴ صفحہ ۱۱۸ میں حضرت ابوبکرؓ کا قول حضرت رسول کریمؐ کے وفات کے موقعہ پر لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور فوت ہو گئے اس کے بعد وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدِ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل" والی آیت پڑھی۔

اس اہم تقریر کو تمام صحابہ کرام نے سنا۔ اور کسی نے اعتراض نہ کیا۔ کہ حضرت مسیحؑ تو زندہ آسمان پر موجود ہیں۔ اور سینکڑوں ان اصحابہ میں بلکہ ہزاروں ایسے موجود تھے۔ جن کو بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ والی آیت یاد ہوگی۔

امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ دیکھو مجمع البحار جلد ا صفحہ ۲۸۶

پھر اسی طرح جواہر لحان فی تفسیر القرآن شیخ عبدالرحمٰن ثعالبی مطبوعہ الجزائر۔ کتاب غنیّۃ میں یہی لکھا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے بھی یہی فرمایا۔ دیکھو بخاری زیر آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ۔ مکمل اکمل الاکمال شرح صحیح مسلم۔ حضرت امام ابوحنیفہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ حضرت مسیحؑ فوت ہو گئے۔ چنانچہ مسند امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ صفحہ ۸۸۔ امام محمد کی شہادت اس مسئلہ امام ابو یوسف کی اور امام شافعی۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ اور امام اعظم نے تمام مسائل میں آپس میں اختلاف کیا ہے۔ اور ان کا بیان ان کی کُتب میں موجود ہے۔ مگر حضرت مسیحؑ کی وفات کا ذکر چونکہ موجود نہیں اس بارے میں انہوں نے سکوت کیا۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ امام احمد حنبل سے اس مسئلہ میں یہ متفق تھے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ ان تمام اصحاب نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وہ خطبہ جس کا ذکر ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں۔ نقل کیا ہے۔

نیز حافظ ابن قیم رئیس المحدثین اپنی کتاب زاد المعاد کے صفحہ ۱۹ مطبوعہ نظامی میں بھی ہمارے قول کی تائید کرتے ہیں۔

پھر اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۱ پر ایک دوسری حدیث درج ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے پہلے کسی نبی کی روح زندگی میں آسمان پر نہیں گئی۔ حضرت کرمانی اپنی کتاب عمدۃ القاری کے صفحہ ۵۹۳ جلد ۸ میں بھی فرماتے ہیں۔

امام ابن رشد بھی موت کے قائل ہیں دیکھو شرح صحیح مسلم صفحہ ۶۵

ابن حزم حاشیہ جلالین معہ کمالین صفحہ ۱۰۹ مجتبائی میں۔

کتاب مفصل فی الملل والاہوار والنحل جلد اول صفحہ ۸۹ میں

حضرت عبدالحق محدث دہلوی ماثبت بالسنہ فی ایام مسند کے صفحہ ۴۹ حضرت مسیحؑ ۱۱۵ برس کی عمر کے قائل ہیں۔ اور صلیب کا واقعہ گزرا ساڑھے ۳۳ میں باقی عمر کہاں سے آئی؟ تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۱۰۱

کتاب تاریخ الرسل والملوک مطبوعہ ہائیلینڈر صفحہ ۳۳۸ میں قبر کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے قبر دیکھی جس پر کتبہ لگا ہوا تھا۔

نواب صدیق حسن خانصاحب ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۵۱۳ پر حافظ لکھو کے والے تفسیر محمدیؒ میں ۲۳۰ صفحہ پر علامہ جبالی کا قول ہے تفسیر مجمع البیان میں جلد ۲ زیر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي صفحہ ۷ فائدہ محی الدین ابن عربی کا قول تفسیر مجمع البیان صفحہ ۲۶۲ میں لکھتے ہیں حضرت مسیحؑ فوت ہوگئے۔ اور ان کا نزول بروزی رنگ میں ہوگا۔

اقتباس الانوار صفحہ ۵۲ کا بھی یہی قول ہے۔

حجۃ الکرامہ فی آثار القیامہ میں ایک سو برس کی عمر حضرت مسیحؑ کی بتاتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش لاہور کشف المحجوب میں حضرت مسیحؑ موسیٰ ہارون وغیرہ کی روح آسمان پر دیکھے جانے کی شہادت درج کرتے ہیں۔

امام شعرانی کتاب طبقات جلد ثانی صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ بھی اسی طرح اُٹھائے گئے ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰ۔ لطائف القرآنی میں لکھا ہے کہ آخری زمانہ میں دوسرے جسم میں مسیحؑ کی روح نازل ہوگی۔

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ جلد اول صفحہ ۴۲ میں کتاب زرقانی جلد ۵ صفحہ ۴۲۱ میں لکھتے ہیں کہ

عیسائیوں کا قول ہے کہ حضرت مسیحؑ ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اُٹھائے گئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت مسیحؑ ۱۲۰ سال زندہ رہے ہیں ذرا غور کرو۔

مستدرک بہ حاشیہ جلالین معہ کمالین مجتبائی صفحہ ۵ پر بھی یہی لکھا ہے۔

حضرت عائشہؓ کا بھی یہی قول ہے۔ مستدرک مذکور

امام شعرانی ابن کثیر بھی یہی فرماتے ہیں۔ شیخ احمد صادی مالکی، تفسیر توضیح مجیدی۔

خواجہ محمد پارسا۔ سیّد علی عائری۔ ابونعیم رحمتہ اللہ، حضرت فاطمہ الزہراؓ طبرانی میں ایک سو بیس سال تک زندہ رہنے کی خبر ہے۔

خاقانی بھی تمام انبیاء کی موت کے قائل ہیں ؎

کجا شد عیسیٰ مریم کہ مردہ زندہ می کردی
سلیماں خود کجا رفتہ کجا تخت سلیمانی
چو ختم الانبیاء ہم رفت گو آخر کہ میماند
بجز ذات مقدس قادر قیوم صمدانی

مواہب لدنیہ میں ایک سو بیس سال کی عمر درج ہے۔

غایت المقصود صفحہ ۲۱ میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح امام مہدی میں نازل ہوگی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کے وہ بروز ہوں گے۔

غالباً انہوں نے اس حدیث سے یہ تصور کیا ہے کہ لَا مَھْدِی اِلَّا عیسیٰ۔ تفسیر نفخ الطیب جلد ۳ صفحہ ۱۵۶ نے بھی مذکورہ حدیث کو نقل کیا ہے۔

تاریخ اخبار لاول میں علامہ ابوالعباس احمد بن یوسف بن احمد نے تاریخ کامل ابن اثیر جلد اوّل کے حاشیہ پر اور بستان ابواللیث صفحہ ۳۳۸ میں ۱۳۳ برس کی عمر درج ہے۔

پکی روٹی کلاں پنجابی میں ۱۳۰ برس عمر لکھا ہے۔

سیّد مظہر حسن سہارنپور معراج نامہ میں ارواع انبیاء سے ملاقات میں مسیحؑ کا ذکر کرتے ہیں۔

عبدالرزاق کاشفی مسیحؑ کے بروزی نزول کا قائل ہے۔

خطبات علمی میں آدم کہاں حوا کہا مریم کہاں۔

مجموعہ خطب میں مولوی غلام حیدر نے وفات تسلیم کی۔

مولوی فیروز الدین ڈسکوئی نے بھی اور مولوی جان محمد نے مجموعہ خطیب میں

مولوی غلام رسول ساکن قلعہ میاں سنگھ مولوی فقیر اللہ اہل حدیث۔

آنریبل سر سیّد احمد خان کی تفسیر

مولوی قاضی غلام محی الدین امام مسجد بٹالہ ایڈیٹر رسالہ العزیز ۱۹۱۱ء جلد ۵ نمبر صفحہ ۸ پر مسیحؑ کی عمر ۱۳۰ سال۔ خطبات الحنفیہ صفحہ ۱۹۲۔

آدم سے ابتک جسقدر پیدا ہوئے دخت و پسر
جب کر چکے عمریں بسر ہو کر فنا جاتے رہے

مولوی انشاء اللہ خان ایڈیٹر اخبار وطن اپنی تفسیر میں زیر آیت یٰعِیسٰی اِنِّی مُتَوَفِّیکَ وفات کے قائل ہیں۔

علامہ سیّد رشید رضا ایڈیٹر المنار دیکھو تفسیر القرآن جلد نمبر ۱۱ وطن۔

علامہ شیخ محمد عبدہٗ دیکھو تفسیر مولوی انشاء اللہ مذکور

مولوی ابوالکلام آزاد بھی وفات کے قائل ہیں دیکھو خط مرزا کبیر الدین لکھنوی۔

مولوی عبدالباری لکھنوئی بھی (ایضاً)

مولوی آزاد سبحانی کانپوری (ایضاً)

مولانا شبلی مصنف سیرۃ النبوی (ایضاً)

مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر زمیندار بھی دیکھو پنجاب ریویو اگست ۱۹۰۱ء صفحہ ۳۷

مولوی رشید احمد گنگہی (دیکھو انوار الساطع) بلالی سٹیم پریس ساڈھورہ صفحہ ۲۰۱

مولوی خلیل احمد انبیٹوی براہی القاطع صفحہ ۲۰۰

التاویل المحکم فی متشابہ فصوص الحکم صفحہ ۳۹۱ (۵۹۴) فتاویٰ سہ اجیہ

مولوی غلام حسین گیلانی ایڈیٹر المنیر جھنگ حال مقیم لاہور

مولوی شجاع اللہ ایڈیٹر ملت ۔ دیکھو اخبار الحق دہلی ۶ ردسمبر ۱۹۱۲ء

یہ تو ہم بخوبی ثابت کر چکے کہ حضرت عیسیٰ ؑ ضرور فوت ہو گئے اور اس امر پر علماء امت کا اجتماع ہے اب ہم دوبارہ یہ دیکھتے ہیں کہ جو مر گیا وہ دوبارہ نہیں آتا۔ یہ نئی دلیلیں جو یہاں درج کی جاتی ہیں۔ کہ دلائل شروع میں نمبر ۵۵ سے ۵۷ تک بیان کر چکے ہیں۔

یُرِیدُونَ یُخْرِجُوْهُ مُقِیم (المائدہ: آیت ۳۸)

وَمَا مِنْهَا یُخْرِجُوْنَ. (الحجر: آیت ۴۹)

وَقَالَ الَّذِیْنَ وَمِنَ النَّار. (البقرہ: آیت ۱٦۸)

فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی (الزمر: آیت ۴۳)

امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب میں۔ عبد بن حمید نے اپنی کتاب میں۔

ابو یعلی نے اور طبرانی نے اور حافظ سعید بن منصور نے۔

اور کنزل العمال جلد ۲ صفحہ ۲۸۱ نے حضرت جابرؓ سے ایک روایت بیان کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابرؓ کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرے باپ کو خدا نے زندہ کیا اور اس سے پوچھا بیان کر اگر تیری کچھ خواہش ہے۔ تو تیرے باپ نے کہا۔ کہ اے اللہ تعالیٰ ایک دفعہ مجھے دنیا میں اور واپس کر دے۔ تو خدا نے اس کو جواب دیا کہ ہمارا فیصلہ شدہ قانون ہے کہ جو مر گیا وہ دوبارہ کسی طرح نہیں جا سکتا دنیا میں۔

ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی اپنے معجم میں۔

اور کنزل العمال جلد ۲ صفحہ ٦۸۱ میں ایک اور حدیث ہے۔

حلیہ ابو نعیم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔

کنزل العمال جلد ۲ صفحہ ٦۸۱ میں اسی مضمون کی حدیث درج ہے۔

شرح مواہب الدنیہ زرقانی جلد۲ صفحہ۶۳ ابوبکر بن مردویہ سے روایت ہے۔

امام محمد علی ترمذی صفحہ۶۹۷۔ مشکوٰۃ شریف

بخاری شریف جلد اصفحہ۱۰۱ مصری

امام سیوطی تفسیر دارالمنشور جلد۲ صفحہ۲۶

دارالمنشور جلد۲ صفحہ۹۶

احمد اور مسلم اور نسائی اور حاکم نے حضرت انسؓ سے

دارالمنشور جلد۲ صفحہ۹۸ پر احمد اور نسائی نے عبادہ بن صاحبہ سے

احمد اور عبد بن حمید اور بخاری اور مسلم اور ترمذی اور بیہقی شحب بن النعمان

دارالمنشور جلد۲ صفحہ۹۹۰۔(۶۲۶) بخاری جلد اصفحہ۹۹

غرض اس قدر احادیث کے علاوہ بھی احادیث موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مردہ واپس نہیں آیا کرتا۔ روحانی طور پر آنے سے آنا اور جانا جہاں مراد تھی۔ اس کو کم فہموں نے جسمانی تصور کرلیا۔

أَوَ مَن كَانَ مَيتاً فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُوراً يَمْشِيُ بِهِ فِيُ النَّاس (انعام: ۱۲۳) کے کیا معنے کئے جائیں گے۔ جس طرح موت اور حیات مراد ہے اسی طرح اس جگہ بھی منشا تھا۔

اِنّکَ لاتُسْمِعُ الْمُوتٰی میں بھی روحانی مردہ مراد ہیں۔

حتّٰی اِذَا جَاءَ اَحَدُ هُمُ يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ مومنون آیت ۱۰۰۔

جواب السائلین مؤلفہ لال محمد مطبع نولکشور ۱۸۸۴ء صفحہ ۵۱۔

اثنا عشری مصنفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی باب ہشتم عقیدہ ششم

نیز دیکھو مکتوبات امام ربانی حضرت مجدّد الف ثانی جلد اوّل مکتوب نمبر۲۹۲ میں فرماتے ہیں۔ کہ شیخ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ اس جگہ احیاء سے مراد روحانی ہے نہ کہ جسمانی۔

عقائد الاسلام مولوی عبدالحق محدث دہلوی صفحہ۷۹ مجتبائی

نیز گلستان باب سوم حکایت مالدار را شنیدم

اب اگر کوئی اعتراض کرے حضرت ابراہیمؑ کا واقعہ چار پرندوں کو زندہ کرنیکا درج ہے۔ پھر اس کے کیا معنے کروگے، ہم یہ کہتے ہیں آپ وہی معنے کیجئے جو آپ کا خیال ہے کہ دراصل پرندوں کو حضرت ابراہیمؑ نے زندہ کیا۔ تو ہم آپ کے آگے یہ آیت پیش کرینگے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافاً كَثِيراً (سورہ انساء:۸۳) حالانکہ اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔

یعنی اگر قرآن شریف خدا کا کلام نہ ہوتا تو اس میں اختلاف عظیم ہوتا۔ یعنے دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔ کسی جگہ کچھ لکھا ہوتا دوسری جگہ اس کے خلاف موجود ہوتا۔ لہذا ہم مذکورہ بالا اس قدر احادیث تفاسیر اور قرآنی آیات سنا دینے کے بعد یہ آخری آیت پیش کر کے کہتے ہیں کہ اگر قرآن میں اختلاف ہے تو یہ خدا کا کلام نہیں ہوسکتا اس لئے آپ کو مجبوراً حضرت ابراہیمؑ والے قصہ کو غور سے سوچنا پڑیگا اور پھر آپ لامحالا یہ کہیں گے ہاں قرآن میں تو اختلاف نہیں اور مردوں کو واپس ہونیکی کثرت سے شہادتیں موجود ہیں اس لئے اس ایک آیت کے معنے کرنے میں مجھے غلطی ہوئی ہے اس لئے اصلاح کرنی چاہیے چنانچہ فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ (البقرة:۲۶۱) کے معنے کوٹنے اور قیمہ کرنے کے بجائے ہلانا کرلیجئے کیونکہ حضرت ابن عباس جو محدث الائمہ ورئیس المفسرین ہیں ان کا قول پیش کرتے ہیں فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ کے معنے ہلالو۔ دیکھو تفسیر ابن جریر جلد۳ صفحہ ۵۲۔ (فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ) اضممهن اليك و وجهبهن نحوك كما يقال صرو جهك اليّ اى اقبل به اليّ

دوسرا لفظ اس میں جز آیا ہے جز کے معنے ٹکڑے ٹکڑے کے بھی ہیں اور اجز کو بھی جز کہتے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔

وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءً (لزخرف:۱۶) اورانہوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کا جز قرار دے دیا۔ تو معلوم ہوا کہ سالم کو جز بولتے ہیں۔ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ (الحجر:۴۵) اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لئے ان (گمراہوں) کا ایک مقررہ حصہ ہے۔ یعنی کہتے ہیں کہ زندہ جانوروں کو الگ پہاڑوں پر بٹھا دو۔ وہ اڑتے ہوئے آئینگے اب اس آیت

کے معنے کرلو کہ جب ابراہیمؑ نے کہا کہ اے رب مجھے دکھا تو کس طرح مردوں کو زندہ کریگا تو اللہ تعالیٰ نے کہا کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟ کہا ایمان تو رکھتا ہوں لیکن اطمینان قلب چاہتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم چار پرندوں کو لے کر ہلا لو۔ پھر جب وہ ہل جاویں تو ہر ایک کو ایک ایک پہاڑ پر بیٹھا دو پھر تم ان کو بلاؤ وہ تمہاری طرف دوڑے ہوئے آئیں گے۔ اور پھر اس وقت جان لینا کہ اللہ عزیز و حکیم ہے۔

بہت ممکن ہے کہ روحانی واقعہ ہو۔ بہر حال جسمانی زندگی چونکہ شریعت اسلامی کے قطعی خلاف ہے اس لئے جسمانی زندگی اس سے مراد ہرگز نہیں ہوسکتی۔

روحانی زندگی کے ثبوت میں چند مثالیں

ایک آیت اور ہے۔ اس قسم کی یعنی وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَى لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّى نَرَى اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْكُمُ الصَّاعِقَةُ وَأَنتُمْ تَنظُرُونَ ثُمَّ بَعَثْنَاكُم مِّن بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (البقرہ:۵۶، ۵۷) اور جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم ہرگز تمہاری نہیں مانیں گے یہاں تک کہ ہم اللہ کو ظاہر باہر دیکھ نہ لیں۔ پس تمہیں آسمانی بجلی نے آ پکڑا اور تم دیکھتے رہ گئے۔ پھر ہم نے تمہاری موت (کی سی حالت) کے بعد تمہیں اٹھایا تا کہ تم شکر کرو۔

کہ جب حضرت موسیٰ کوہ طور پر گئے تو ان پر بجلی گری وہ فوت ہو گئے پھر خدا نے ان کو زندہ کیا گزشتہ زمانہ میں اگر یہ اعتراض کیا جاتا تو اس کا جواب شائد مشکل ہوتا۔ مگر اب ترقی کے زمانہ میں اس کا جواب مشاہدات میں سے ہیں کہ جن پر بجلی گرتی ہے وہ گھنٹے کے اندر اندر انگریزی علاج سے مصنوعی تنفس سے وہ زندہ ہو جایا کرتے ہیں اس لئے یہ اعتراض مبصر کے لئے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَى قَرْيَةٍ (البقرہ:۲۶۰) یا پھر اس شخص کی مثال (پر تُو نے غور کیا؟) جس کا ایک بستی سے گزر ہوا۔ والی ہے اس میں تمام مقسیرین کا قول ہے کہ فاماتہ اللہ کے معنے فانامہ اللہ یعنی اللہ نے ان پر نیند طاری کردی ہے اور آجکل عام اخبارات میں نیند کی بیماری کے حالات پڑھ چکے ہوں گے اس کے علاوہ مفسرین کی رائے ہے کہ یہ خواب کا واقعہ ہے اس طرح توریت میں حزقیل باب ۱:۳۷ خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا اور اس نے مجھے

اپنی روح میں اٹھایا اس آیت میں خواب ہی لکھا ہوا ہے۔

دوسرے زمین میں کا مردہ ہونا اور زندہ ہونا آباد اور ویران ہونا کاشت ہونا اور خشک سالی بھی مراد ہوتی ہے چنانچہ یروشلم ایک سو سال میں آباد ہو جائیگا باقی پیشگوئی توریت کتاب حزقیل باب ۳۷ آیت ۱۲ میں موجود ہے نیز (یرسیاہ) یہ باب ۱۲ آیت ۲۵ میں ہے۔ میں ان پر رحم کروں گا، اور ہر ایک کو اس کی میراث میں اور ہر ایک کو اس کی زمین میں پھر لاؤں گا یرسیاہ ۱۵:۱۲

تلخیص التواریخ میں ملاحظ فرمائیے أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَهُمْ أُلُوفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ (سورۃ البقرہ:۲۴۴) کیا تجھے ان لوگوں کی اطلاع نہیں جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔تو اللہ نے ان سے کہا تم موت قبول کرو۔اور پھر (اس طرح) انہیں زندہ کر دیا۔کو پڑ ہو گئے تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ روحانی موت مراد ہی اور روحانی زندگی اس طرح اگر آپ غور کرینگے تو اس سے زیادہ مفصل سورہ مائدہ میں حضرت موسیٰ کا واقعہ آپ کو معلوم ہو جائیگا (سورۃ البقرۃ:۶۸ تا ۲۷ میں بھی اس قسم کا ایک واقعہ ہے جو ذرا سے تدبر سے بعد سمجھ میں آ جائیگا۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (سورۃ محمد:۲۵) پس کیا وہ قرآن پر تدبر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں؟ چونکہ ان لوگوں نے قرآن پر تدبر کرنا چھوڑ دیا ہے اس لئے ان کے دلوں پر قفل لگا دیا۔بتائیے پیتل کا یا لوہے کا قفل خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ط وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (سورۃ البقرہ:8) اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی شنوائی پر بھی۔اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔اللہ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی لاکھ کہ محصر یا سیسہ کا یا جست کی دل آنکھ اور کان پر پردہ ڈالا یا ٹاٹ کا یا کپڑے یا ریشم کا چلمن کا۔

''نبوت ختم'' کا تصور بہت ہی پرانا ہے

مذکورہ بالا عبارت پڑھنے کے بعد محقق اور ایک مقبس اور طالب حق کو پورا پورا یقین ہو جاتا ہے کہ

فی الواقع مسیح تو مر گیا ساتھ ہی دل میں یہ کرید پیدا ہو جاتی ہے کہ کس طرح مرا یہودیوں نے ساڑھے ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر چڑھایا تھا اور صلیب پر نہ مرنے کی اللہ تعالیٰ شہادت دے رہا ہے پھر وہ صلیب سے کس طرح بچا اور بقیہ عمر اس نے کہاں اور کس طرح بسر کی اور کہاں ایک سو سال کے قریب عمر گزری۔

ناظرین اس کا جواب دینا ہمارا فرض نہیں کہ وہ کس طرح بچا اور کہاں گیا۔ آخر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی گزرے ہمارے پاس سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کی مکمل سوانح عمری موجود نہیں اب چونکہ سوانح عمری دیگر انبیاء کی ہمارے پاس موجود نہیں اس لئے ہم یہ تصور کر لیں کہ وہ فوت ہی نہیں ہوئے مگر چونکہ حضرت مسیح کو لوگ آسمان پر زندہ مانتے ہیں اور ہم نے ان کی موت ثابت کی ہے اس لئے بقیہ حال کو بھی بتانا ہمارا ہی فرض ہے۔ اور ایک طرح نہیں ہے تو اس طرح کہ سوال ہم نے پیدا کیا ہے اور نہیں اس لئے کہ ہم نے جو کچھ پیش کیا وہ سب کے مسلمات سے پیش کیا ان مسلمات کو بلا چون و چرا مان لینا سب کا فرض ہے۔

اچھا ان کے بچنے کا حال سنئے۔ جس وقت حضرت مسیح نے دعویٰ نبوت کیا ہے یہودی کیلنڈر میں وہ بھی چودہویں صدی سے موسوم تھی۔ جیسی کہ آجکل چودہویں صدی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور اتفاق حسنہ سے اس وقت یہی عقیدہ یہود میں موجود تھا کہ حضرت الیاس جو رتھ سمیت آسمان پر چلے گئے تھے وہ دوبارہ آسمان سے نازل ہوں گے اور نیا نبی اب کوئی نہیں آسکتا نبوت کا خاتمہ ہو گیا چنانچہ اس کی تصدیق آیت کریمہ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِن قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُم بِهِ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَن يَبْعَثَ اللَّهُ مِن بَعْدِهِ رَسُولًا (سورۃ المومن:۳۵) اور یقیناً تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف بھی کھلے کھلے نشانات لے کر آچکا ہے مگر تم اُس بارہ میں ہمیشہ شک میں رہے ہو جو وہ تمہارے پاس لایا یہاں تک کہ جب وہ مر گیا تو تم کہنے لگے کہ اب اس کے بعد اللہ ہرگز کوئی رسول مبعوث نہیں کرے گا۔

یہ آیت حضرت یوسف کی نسبت ہے جو حضرت عیسٰے سے پہلے گزرے ناظرین دیکھا؟ نبوت کا انکار کر دینوالی قوم کو اللہ تعالیٰ گمراہ قرار دیتا ہے۔ یہی گمراہی آجکل پھیلی ہوئی ہے کہ اب کوئی نبی نہیں آئیگا۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ بار بار جھٹلانے اور استہزا کرنیوالی قوموں کے واقعات بیان کر دیئے مگر انسانی فطرت اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ وہ اس بات کے تراشے بغیر باز ہی نہیں آتی ہے حالانکہ قرآن شریف میں صاف لکھا ہوا ہے۔ یَا بَنِیْ آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِيْ فَمَنِ اتَّقَى وَأَصْلَحَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ (سورہ الاعراف:۳۶) اے ابنائے آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں جو تم پر میری آیات پڑھتے ہوں تو جو بھی تقویٰ اختیار کرے اور اصلاح کرے تو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔ اے آدمیوں اگر آویں تمارے پاس رسول تم میں سے اور بیان کریں میری آیتیں پس جو کوئی پرہیز گاری کرے اور اصلاح کر لے اس کے لئے ڈر اور خوف نہیں اس اگلی آیت کا ترجمہ اور جس نے جھٹلایا ہماری نشانیوں کو (کیونکہ ہر ایک نبی کچھ معجزات دیکھاتا ہے اور اس کو لوگ جھٹلاتے ہیں اور رسول خود بھی نشانی ہوتے ہیں اس لئے ان کو آیات اللہ کہتے ہیں) اور تکبر کیا ان سے یہ لوگ دوزخی ہیں جو ہمیشہ آگ میں رہیں گے۔ اور یہ لوگ کیوں غور نہیں کرتے اس سے اگلی آیت کا ترجمہ اس شخص سے بڑھ کر کہ ان ظالم ہوسکتا ہے کہ جو خدا کی طرف سے نہ ہو۔ اور کہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور جو اس کو جھٹلائے۔

اس مسئلہ پر ہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بحث کریں گے اس لئے اس بحث کو ہم شروع کرتے ہیں۔

باب سوم

کیا حضرت عیسیٰؑ صلیب پر فوت ہوئے؟

واقعات صلیب اور ان کی حقیقت

قتل اگرچہ کسی نبی کی واسطے کوئی ذلیل بات نہیں جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تعریف بیان کی ہے مگر جو نفی کی گئی ہے وہ محض اس لئے کہ یہودیوں کی کتاب توریت استثنا باب ۲۱ میں لکھا ہے کہ جو صلیب پر چڑھا کر قتل کر دیا جائے وہ نبی تو کجا مومن بھی نہیں ہوسکتا بلکہ ملعون ہوتا ہے اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے عیسائیوں کو یہودی چڑاتے تھے۔ کہ تمہارا نبی تو ملعون (نعوذ باللہ منھا) کی موت مرا اور ہر ایک نبی کا یہ کام ہوتا ہے۔ کہ اپنے سے پہلے یعنی گزشتہ نبیوں کی وہ تصدیق کرے اور آئندہ کے نبی کی بشارت دے اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کے اوپر سے یہ دھبہ دور کیا۔ کہ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن شُبِّهَ لَهُمْ (النساء:۱۵۸) اور وہ یقیناً اسے قتل نہیں کر سکے اور نہ اسے صلیب دے (کر مار) سکے بلکہ ان پر معاملہ مشتبہ کر دیا گیا۔ نہ وہ قتل کیا گیا نہ وہ صلیب پر مرا۔ البتہ موت کے مشابہ ضرور ہو گیا اس سے یہ لوگ شبہ میں پڑ گے کہ وہ لعنتی ہو گیا ہے۔ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دے کہ) بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ بلکہ تمام انبیاء کی طرح اس کا تو رفع الی اللہ ہو گیا ہے۔

اس سے ہمیں بحث نہیں کہ موجودہ انجیل الہامی ہے یا نہیں۔ مگر اس واقعہ کا اتا پتہ یا سراغ کچھ نکل سکتا ہے تو اسی سے نکل سکتا ہے۔ چنانچہ جب یہودا اسقریوطی جو ایک حواری تھا۔ اس نے تیس روپے لے کر حضرت مسیح کو یہودیوں کے ہاتھ گرفتار کرا دیا تھا دیکھو انجیل متیٰ باب ۲۶ آیت ۱۴۔

حضرت مسیح پلاطوس گورنر کی عدالت میں پیش ہوئے تو اس نے مسیح کے بیان قلم بند گئے تو وہ بالکل بے قصور ثابت ہوئے۔تو اس نے یہودیوں کے آگے بے قصور ہونا اظہار کیا متیٰ باب ۲۷ آیت ۱۵ تا ۱۸۔

مگر یہودی کیوں ان کو بے قصور ماننے لگے تھے اسی دوران میں گورنر کی بیوی نے ایک دہشت ناک خواب دیکھ کر گھبرائی ہوئی حالت میں اپنے خاوند کی طرف پیغام بھیجا کہ میں نے ایسا ایسا خواب دیکھا ہے۔اسلئے خبردار اس کو کچھ گزند نہ پہنچانا متیٰ باب ۲۷ آیت ۱۹۔

مگر پلاطوس پر حضرت مسیح کی گفتگوئے صداقت کا پہلا ہی اثر اور رعب پڑ گیا تھا۔اور مسیح کی محبت اور بے گناہی اس کے دل میں جاگزیں ہو چکی تھی۔یوحنا باب ۱۹ آیت ۱۲۔

پھر سونے پر سہاگہ یہ ہوا۔کہ یوسف آرمینیا کا رہنے والا تھا جو ایک بڑا دولت منداور معتبر آدمی تھا اور پلاطوس کا دوست بھی تھا اور ساتھ ہی حضرت مسیح کا معتقد تھا۔پلاطوس کے پاس آیا اور حضرت مسیح کے متعلق اس نے کچھ ساز باز کر لی۔ممکن ہے دولت مند تھا کچھ رشوت بھی دی ہو۔اس کے علاوہ گورنر کو اپنے لفظوں کی آن بھی ہو گئی تھی۔کہ وہ اس کو ضرور رہا کر دے۔مرقس باب ۱۵ آیت ۴۳۔

مگر بد بخت یہودیوں کو حضرت مسیح سے بغض للّٰہی تھا وہ گورنر کی کیا پرواہ کرتے تھے انہوں نے شور مچانا شروع کیا کہ صلیب دے لوقا ب 23 آیت 20 تا 22۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پلاطوس کوئی نہایت نیک دل اور بے حد خدا سے ڈرنیوالا عادل گورنر تھا۔ جیسا کہ حضرت مسیح کی بے گناہی کا اس پر بہت ہی اثر تھا۔اس لئے پلاطوس نے دیکھا کہ میری کوئی نہیں سنتا بلکہ شورش عام ہو گئی ہے تو پانی اژدھام کے آگے ہاتھ دھوئے کہ میں اس راستباز کے خون سے پاک ہوں اس کے خون کا عذاب تمہاری گردن پر ہوگا۔متیٰ باب 27 ایت 24 تا 25۔

باوجود تمام باتوں کے حاکم نے دل میں ٹھان لی کہ اس کو میں ضرور بچالوں اور اس نے اس قسم کے واقعات حائل کئے تجسس سے مسیح موت کے لقمہ سے صاف بچ گئے اور دراصل بات یہ ہے کہ اور پھر چونکہ وہ نبی اللہ تھے ان کی حفاظت کیلئے اللہ نے کچھ اسباب ایسے پیدا کر دیئے کہ یہودیوں کی تدابیر نہ چلیں اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر چل گئیں چنانچہ حضرت مسیح کے بیان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ

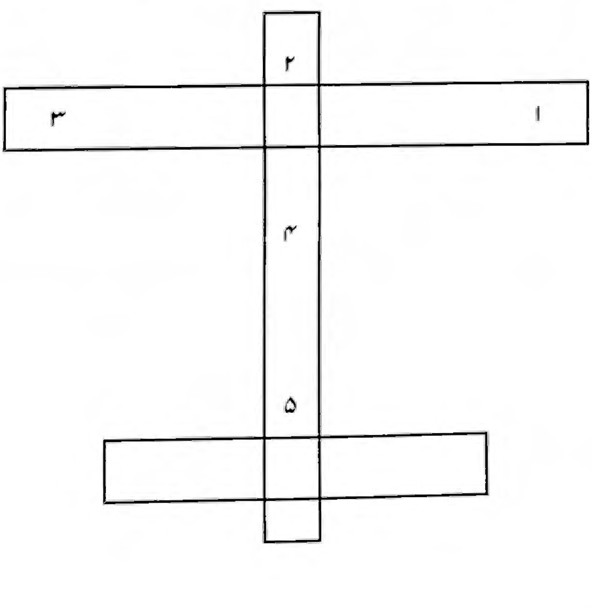
خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ (الاعمران:۵۵) اور انہوں نے (یعنی مسیح کے منکروں نے بھی) تدبیر کی اور اللہ نے بھی تدبیر کی۔ اور اللہ تدبیر کرنے والوں میں بہترین ہے۔

ایک عقلمند اس آیت پر غور کر کے دیکھ سکتا ہے کہ حضرت مسیح کے قصہ میں اس آیت کا موجود ہونا کیا معنے رکھتا ہے سوائے اس کے حضرت مسیح کے لئے عظیم الشان سازشیں اور دشمنیاں اور مکاریاں لوگ کرر ہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ کچھ تیز ہی چلی باد صبا کی بگڑنے میں بھی زلف اس کی بنا کی۔ دشمن چہ کند کہ مہرباب باشد دوست۔

چونکہ وہ مسبب الاسباب ہے اور دنیا دارالاسباب۔ اس لئے اس نے اس قسم کے اسباب پیدا کر دیئے کہ جس سے حضرت مسیح سے وہ موت کا پیالہ ٹل گیا جس طرح ہمارے یہاں جمعہ متبرک دن ہے بلکہ چھوٹی عید تصور کیا جاتا ہے اس طرح ان کے ہاں سبت یعنی ہفتہ کا دن مقرر تھا اور جسطرح ہمارے ہاں جمعرات سے جمعہ کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں اس طرح ان کے ہاں ہم سے بہت زیادہ تیاری کی جاتی تھیں۔
ہم تو جمعہ کو کام بھی کر سکتے ہیں مگر وہ کوئی کام سبت کے دن نہیں کر سکتے تھے۔ انجیل مرقس باب ۱۵ آیت ۴۲۔

صلیب کی شکل

یہاں پہلے ہم یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ صلیب پھانسی کی طرح نہیں ہوتی بلکہ صلیب کی یہ شکل ہوتی ہے۔



یہ لکڑی کے تختوں کی بنی ہوتی تھی۔

نمبر۴ جس جگہ لکھا ہے اس جگہ سینہ پر رسی باندھ کر انسان کو لٹکا دیتے تھے۔ جہاں نمبر ۱ اور نمبر ۳ لکھا ہوا ہے اس جگہ سیدھا اور الٹا ہاتھ رکھ کر آہنی میخ گاڑ دی جاتی تھی۔ نمبر۲ جہاں ہے، یہاں سر رہتا تھا۔ نمبر۵ جس جگہ ہے، یہاں تمام دھڑ ہوتا تھا۔ نمبر ۶، ۷ میں پاؤں ہوتے تھے اور دونوں پاؤں میں بھی میخ جڑ دی جاتی تھی۔

پہلی بات تو یہ کہ وہ جمعہ کا دن تھا بلکہ بعد دوپہر کا تھا اور اس کے ہمراہ دو چوروں کو بھی صلیب دلوائی چنانچہ صلیب دینے والے کو چوروں کو صلیب دینے میں مصروف کر دیا تا کہ وقت گزر جائے جبکہ صرف دو تین گھنٹہ باقی رہ گئے تب حاکم نے یہودیوں کی بدظنی دور کرنے کیلئے حضرت مسیح کے لاٹھی ماری تا کہ ان کو یقین ہو جائے کہ حاکم مسیح کا طرفدار نہیں متی باب ۲۷ آیت ۲۶ ’’(اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالہ کیا کہ مغلوب ہو‘‘) پر آخر میں ان کو صلیب پر چڑھایا گیا مگر صرف ہاتھوں میں میخیں ٹھونکیں اور پاؤں میں نہ ٹھونکیں۔ پھر جب وقت پورا ہو گیا تو صلیب سے دونوں چوروں اور حضرت مسیح کو اُتار لیا۔ اور باوجودیکہ تین چار گھنٹہ کہ دونوں چور صلیب پر چڑھے ہوئے تھے صلیب سے اتار کر چوروں کی ہڈیاں توڑ دی گئیں۔ مگر حضرت مسیح کی ہڈیاں نہ توڑیں یوحنا باب ۱۹ آیت ۳۳۔

حضرت مسیح جو دراصل بے ہوش ہو گئے، یوسف ارمینیا کے رہنے والے کو سپرد کر دیئے گئے، جوان کا شاگرد تھا۔ متیٰ باب ۲۷ آیات ۵۷، ۵۸۔ یوسف چونکہ جانتا تھا۔ کہ مسیح فوت نہیں ہوئے اور نہ اس قدر جلد کوئی فوت ہو سکتا تھا۔ اس لئے فوراً ایک عمدہ سوتی چادر ان کے اوپر لپیٹی۔ متیٰ باب ۲۷ آیت ۵۹، لوقا باب ۲۳ آیت ۵۳، مرقس باب ۱۵ آیت ۴۶۔

بلکہ وہاں سے حضرت مسیح کو اُٹھا کر سیدھا باغ میں پہنچا، جہاں کہ اس نے پہلے سے ایک کوٹھری (اس زمانہ کی قبر نما) طیار کرائی تھی اس میں ان کو لیجا کر سو پونڈ مرہم جو پہلے سے تیار کر کے رکھی گئی تھی اور نیکوڈیمس اپنے ساتھ لایا تھا مسیح کے جسم پر لگا کر اس کو کوٹھری میں رکھ دیا۔ یوحنا باب ۱۹ آیت ۴۱۔

زمانہ بھر کے قاعدہ کے موافق اس کوٹھری کو مضبوط بند نہیں کیا تا کہ کوئی جانور وغیرہ اندر جا کر لاش کو

خراب نہ کرے۔ بلکہ ایک پتھر اس کے منہ پر ڈھک دیا۔ اور خود فوراً وہاں سے چلا گیا۔ تا کہ کسی کو کوئی شبہ نہ گزرے مرقس باب ۱۵ آیت ۴۶۔

اب طبعی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ یہودی جو حضرت مسیح کی جان کے دشمن ہو رہے تھے اس قدر اندھے کیوں ہو گئے کہ انہوں نے نہ ان کی ہڈیاں توڑنے دیں نہ ان کو ڈاکٹر کا معائنہ ہونے دیا کہ آیا یہ مر گیا یا صرف بیہوش ہے اور دفن ہونے تک اس کے ساتھ کیوں نہ گئے وغیرہ۔ نبیوں کے ساتھ جب اس قسم کے معاملے انکی قوم کرتی ہے تو اس میں شک نہیں کہ زمینی اسباب تو ہوتے ہیں مگر نصیحت حاصل کرنے والوں کے لئے اس میں آسمانی یا خارق عادت باتیں بھی شامل ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی یہ ہوا اور ضرور ہونا چاہیے تھا انجیل میں لکھا ہے کہ اسوقت اسقدر زبردست آندھی آئی کہ لوگوں کو اپنے گھر بار کی فکر پڑ گئی اور سراسیمہ ہو کر لوگ بھاگ گئے اور ۹ گھنٹے تک برابر اندھیرا رہا۔ مرقس باب ۱۵ آیت ۳۳، لوقا باب ۲۳ آیت ۴۱۔ اور اس کے ساتھ ایک اسقدر زور کا زلزلہ آیا کہ پہرہ والوں کے بھی دل ہل گئے اور ہیکل کا پردہ بیچ میں سے پھٹ گیا جس کی وجہ سے لوگ نہایت خوفزدہ ہو گئے۔ متیٰ باب ۲۷ آیت ۵۱۔

جب آپ کو صلیب کی حقیقت معلوم ہوگئی کہ وہ آج کل کی سولی پھانسی کیطرح نہ تھی۔ تو پھر آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ صرف میخیں اور وہ بھی ہاتھ میں ٹھونکنے سے صرف دو گھنٹے صلیب پر لٹکتے رہنے سے بھلا کیونکر کوئی مر سکتا ہے معمولی سی بات ہے جو ہر شخص کی سمجھ میں آسکتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب حاکم کو رپورٹ کی گئی کہ مسیح مر گیا تو وہ بے حد حیرت میں پڑ گیا کہ بھلا دو گھنٹہ کے اندر کیسے مر گیا؟

صلیب کے بعد کے واقعات

چنانچہ وہ راتوں رات اس قبر نما کوٹھری سے غائب ہو گیا۔ اس بات کی کافی دلیل ہے کہ وہ زندہ ہی تھا۔ دیکھو لوقا باب ۲۴ آیت ۱ تا ۳۔ پھر لوقا باب ۲۴ آیت ۵ میں لکھا ہے کہ کچھ عورتیں ان کو خوشبو وغیرہ لے کر وہاں آئیں اور انہوں نے وہاں حضرت مسیح کو نہ پایا تو کسی نے ان کو کہا کہ تم زندوں کو مردوں میں ڈھونڈتی ہو؟ وہ یہاں نہیں۔

پہرہ والوں نے گواہی دی کہ مسیح قبر میں سے نکل کے چلا گیا۔ متی باب ۲۸ آیت ۶ پھر مریم مگدلینی نے حواریوں کو آ کر کہا کہ مسیح زندہ ہے مرا نہیں۔ مرقس باب ۱۶ آیت ۱۱۔

جس روز مسیح قبر سے نکل کر گلیل کی طرف بھاگا ہے تو دو راہ گیروں کو ملا اور ان سے بات چیت کی۔ لوقا باب ۲۴ آیت ۱۳ تا ۲۰۔

اور اسی اتوار کے روز اپنے تمام شاگردوں سے ملا۔ یوحنا باب ۲۰ آیت ۱۹۔

قلبوس نامی عورتوں کی زبانی بھی یہی معلوم ہوا کہ وہ زندہ ہیں۔ لوقا باب ۲۴ آیت ۲۲، ۲۳۔

پھر اسی پر اکتفا نہیں بلکہ انہوں نے کہا کہ عملی طور پر یہ دکھا دیا کہ یہ میری روح نہیں کیونکہ روح کھانا نہیں کھاتی بلکہ جسم کھانا کھاتا ہے چنانچہ تمام شاگردوں کے سامنے روٹی کھائی اور ان کے آگے کی بچی ہوئی روٹی شاگردوں نے آپس میں تبرک کر کے تقسیم کر لی۔ لوقا باب ۲۴ آیت ۳۰۔

پھر اسی پر اکتفا نہیں بلکہ حضرت مسیح نے حواریوں سے کہا کہ مجھے روح مت سمجھو بلکہ دراصل میں زندہ ہوں۔ میرے جسم پر ہاتھ پھیر کر دیکھو اور زخموں کو ملاحظہ کر کے اپنا اچھی طرح اطمینان کر لو کہ میں مرا نہیں بلکہ دراصل زندہ ہی تھا۔ لوقا باب ۲۴ آیت ۴۰ تا ۳۶۔

پھر ان کا شبہ دور کرنے کے لئے حضرت مسیح نے حواریوں سے کھانے کی چیز طلب کی تو حواریوں نے مچھلی بھون کر اور حضرت مسیح نے ان کے سامنے کھا کر ان کو دکھا کر ان کا شبہ رفع کر دیا۔ لوقا باب ۲۴ آیت ا۔

حضرت مسیح کے حواریوں میں ایک شخص تھوما تھا اس نے حواریوں سے کہا کہ میں تو جب تک حضرت مسیح کے ہاتھ میں زخم نہ دیکھ لونگا مجھے ہرگز یقین نہ آیگا چنانچہ حضرت مسیح تشریف لائے اور پھر السلام علیکم کے بعد فرمایا انگلی میرے پاس لا اور اچھی طرح میرے زخموں کو دیکھ اور مجھ پر ایمان لا۔ بے ایمان مت بن بلکہ اپنے ہاتھوں کو میرے پہلو میں ڈالکر مجھے چمٹا کے دیکھ لے یوحنا باب ۲۰، ۲۶، ۲۷۔

آپ انجیل کو پڑھیں گے تو سینکڑوں دلائل آپ کو مل جائیں گے اس لئے اس قدر لکھ کر اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ حضرت مسیح کو یہودیوں کو اس لئے صلیب دیا تا کہ ان کو توریت کی پیشگوئی کی تصدیق ہو جائے کیونکہ توریت میں پیشگوئی ہے وہ آنیوالا صلیب سے بچ جائیگا اور ارض مقدس وہ نکال دیا جائیگا باب یسعیاہ

باب ۵۳ آیت ۷۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ وہ صاحب اولاد ہوگا اور اس کی عمر لمبی ہوگی اور وہ سخت تکالیف دیا جائیگا۔ یسعیاہ باب ۵۳ آیت ۱۰۔

واقعہ صلیب کے بارے مسیحؑ کی پیشگوئیاں

ایک نبی کو ذرا ذرا سے واقعہ کی خدا خبر دیا کرتا ہے۔ اس واسطے وہ نبی کہلاتا ہے کہ غیب کی خبریں پاتا ہے۔ تو بھلا یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس واقعہ عظیم کی خبر حضرت مسیح کو نہ دی جاتی چنانچہ ان کو خبر دی گئی کہ میں تیسرے روز مردوں سے جی اُٹھوں گا۔ متیٰ باب ۲۰ آیت ۱۹۔

اور میں ضرور یروشلم کو جاونگا۔ اور فقیہوں اور کاہنوں سے بہت دکھ اٹھاؤنگا۔ اور مارا جاؤنگا۔ اور تیسرے روز جی اٹھوں گا۔ باب ۱۲ آیت ۲۱۔ جو لوگ یہاں کھڑے ہیں اسوقت تک نہ مریں گے جب تک کہ ابن آدم (یعنے مجھے) آتا ہوا نہ دیکھ لیں گے۔ متیٰ باب ۱۶ آیت ۲۸۔

فقیہوں اور فریسیوں نے کہا کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھا، تو حضرت مسیح نے کہا کہ میں حضرت یونس نبی کے معجزہ کے سوا اور کوئی معجزہ نہ دکھاؤں گا یعنے جس طرح حضرت یونس تین شب و روز مچھلی کے پیٹ میں رہ کر زندہ نکل آئے اس طرح میں بھی تین روز قبر میں رہ کر نکل آوٗں گا۔ متیٰ باب ۱۲ آیت ۳۸ تا ۴۰۔

چنانچہ حضرت مسیح کی وفات کے بعد جب یہودیوں کو اس پیشگوئی کا خیال آیا تو انہوں نے جا کر قبر دیکھی تو فی الواقع وہ اس قبر میں موجود نہیں تھا اور یہ سوچ کر کہ اس کے شاگرد کہیں یہ نہ کہہ دیں کہ دیکھو اسنے معجزہ دکھایا اور تیسرے روز قبر سے جی اٹھا تو یہودیوں نے پہرہ داروں کو رشوت دیکر یہ کہا کہ تم عدالت میں یہ بیان دینا کہ مسیح کے شاگرد رات کو آئے اور مسیح کو قبر سے نکال کر لے گئے چنانچہ دیکھو متی باب ۲۸ آیت ۱۲، ۱۳۔

صلیب پر کیسے چڑھایا گیا تھا

(۱) ایک اعتراض اور باقی رہ جاتا ہے اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کا جواب بھی دیدیں اور وہ

یہ ہے کہ اکثر اصحاب کا یہ عقیدہ ہے کہ جس شخص کو صلیب دیا گیا وہ مسیح نہ تھا بلکہ خدا نے ایک اور شخص کو مسیح کے ہمشکل کر دیا تھا اسکا جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص مسیح نہیں تھا تو مسیح کے شاگردوں کو وہ کیوں اپنے زخم اور جسم دکھا کر اطمینان دلا رہا تھا۔

(۲) جب حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے تو یہودیوں نے ان کو کہا کہ اگر تو نبی ہے تو اس صلیب سے اتر آ اور یہ معجزہ دکھا کہ آسمان پر چلا جا تو جواب اُسے یہ دینا چاہیے تھا کہ میں تو فلاں شخص ہوں مجھ بیگناہ کو کیوں صلیب دے رہے ہو۔

(۳) اگر فرض کو لو کہ وہ سولی چڑھنے والا حضرت مسیح کا خیر خواہ تھا تو بھی اسے مسیح کے دکھ پانے کا کوئی ڈر نہ تھا کیونکہ مسیح تو یہودیوں کی گرفت سے نکل چکا تھا یعنی آسمان پر چلا گیا تھا۔

(۴) پھر تفسیر بحر المحیط جلد ۳ صفحہ ۳۹ میں کے نیچے لکھا ہے۔ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہیں ثابت نہیں کہ کسی دوسرے شخص کو مسیح کے ہم شکل بنا دیا تھا۔

(۵) تفسیر جمل جلد اول صفحہ ۴۴۲ پر بھی یہی لکھا ہے۔

(۶) امام ابن حزم کتاب الفصل فی الملل والاہواء والنحل جلد اول صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۶ میں بھی یہ لکھا ہوا ہے۔

(۷) امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۹۲ بھی یہی لکھتے ہیں۔

(الف) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۶۹۱ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی اور شخص حضرت مسیح کی ہمشکل کر دیا جاتا تو ضرور جزع اور فزع کرتا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔

(ب) پھر اسی کتاب کے صفحہ ۶۹۱ میں لکھا ہے إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ

(المائدہ:۱۱۱) جب میں نے روح القدس سے تیری تائید کی۔

اس کی تفسیر میں دیگر مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت جبرائیل کو اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دیا تھا کہ تم ہر وقت حضرت مسیح کی حفاظت کرو۔ اور حضرت جبریل کا ایک ہی پر تمام دنیا کو ڈھانک سکتا ہے۔

(ج) پھر آگے فرماتے ہیں جو خدا کسی دوسرے شخص کو حضرت مسیح کی ہمشکل بنا سکتا ہے اور مسیح

کو آسمان پر اٹھا سکتا ہے اسے بھی حضرت مسیح کو آسمان پر اٹھانے میں تو بچانا منظور تھا مگر ایک بیگناہ کو کیوں اس کی شکل بنا کر مروا دیا۔

(د) پھر آگے آپ فرماتے ہیں چلو ہم نے مان لیا کہ مسیح آسمان پر چلا گیا اور دوسرے شخص اس کی ہمشکل بن کر مر گیا تو اس سے یہودیوں کو کیا فائدہ ہوا کیونکہ وہ تو بے خبر رہے ہیں انہیں کیا خبر کہ یہ شخص مصلوب اور ہے اور مسیح آسمان پر چلا گیا۔ انہوں نے جھوٹا اور سچا دیکھنے والے کو صلیب دی تھی پس جب وہ مر گیا تو معلوم ہو کہ نبی اللہ وہ خدا کا فرستادہ ہر گز نہ تھا۔

(۸) پھر حضرت مریم کیوں روئیں اگر وہ مسیح نہ ہوتا۔ انکا رونا یہ ثابت کر رہا ہے کہ وہ بظاہر اپنے بچے کو مردہ سمجھ رہی تھیں۔

مرہم عیسیٰؑ

پھر نسخہ مرہم عیسیٰ حضرت مسیح کے صلیب سے زندہ اُتر آنیکی بڑی شہادت ہے جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کو ۳۳ سال کی عمر میں صلیب کا واقعہ پیش آیا اور اس دوران میں زخمی ہونیکا صرف صلیب پر ہی انکو موقع پیش آیا کیونکہ ابتداء دعویٰ نبوت اگر تیس سال مقرر کرلو کہ تیس سال میں بارہ تیرہ ہی ان کے حواری ہو سکتے تھے جنہوں نے یہ مرہم طیار کیا دعویٰ سے پہلے حواری کہاں سے آئے وغیرہ۔ مرہم عیسیٰ کے متعلق حکمائے متقدمین کی شہادتیں۔

(۱) عالیجناب علامہ فرید الدہر شیخ الرئیس فی الطب وحید الزمان بوعلی سینا صاحب اپنی مستند کتاب قانون میں رقمطراز ہیں:۔ مرہم رُسل، جس کو مرہم سلیخہ و مرہم حوارین و مرہم زہرہ کے نام سے معروف کرتے ہیں وہ مرہم ہے جو نہایت آسانی سے خطرناک سے خطرناک نہایت پرانے اور گندے زخموں کے فاسد گوشت کو دور کرتا اور پیپ سے انکو صاف کر کے نیا گوشت پیدا کرتا اور ہر قسم کے نئے اور پرانے زخموں کے مندمل کرنے میں اثرِ عظیم رکھتا ہے اس مرہم کے بارہ دوائیں ہیں جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے ان کے بارہ حواریوں نے ترکیب دیا۔

(۲) عالیجناب حکیم الماہر الفرید وطبیب حاذق الوحید شیخ داؤد الضریر الانطاقی صاحب اپنی مستند کتاب تذکرہ اولی الالباب میں رقمطراز ہیں مرہم حواریں جسکو کہ مرہم رُسل بہی کہتے ہیں قرابارین رومی میں اس کا ترجمہ مرہم سلیخہ کیا گیا ہے جو اس مرہم کے ۱۲ بارہ اجزا کی طرف اشارہ کرتا ہے جن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلیئے ان کے بارہ حواریوں نے ایک ایک دوائی لاکر ترکیب دیا تھا اور ہر قسم نے زخموں کے کیڑوں کو تباہ کرنے لاثانی علاج ہے۔

(۳) عالیجناب افضل الاطباء اشرف الحکماء سقراط زمان علامہ دوران حکیم سیّد محمد حسین خان صاحب اپنی مستند کتاب قرابادین البیر میں رقمطراز ہیں مرہم حواری جس کو مرہم رسل بھی کہتے ہیں اور قرابادین رومی میں مرہم سلیخہ سے اسکا ترجمہ کیا گیا ہے۔ اور مرہم زہرہ سے بھی اس کو معروف کرتے ہیں اس مرہم کے بارہ (۱۲) اجزا ہیں جن کو حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے لئے ان کے بارہ حواریوں میں سے ہر ایک حواری نے ایک ایک دوا لاکر اس کو ترکیب دیا تھا یہ مرہم تمام مرہموں میں سے بہترین مرہم ہے اور اس مرہم کے اس فعل میں اور کوئی دوائی بھی اس کے مقابلہ میں اسکی ہم پلہ نہیں یہ مرہم زخموں سے ریم کو صاف کرتا اور فاسد گوشت کو دور کرتا اور زخموں کا اندمال کرتا ہے یہ نسخہ کتابوں میں درج ہے۔

۱) قانون شیخ الرئیس

۲) تذکرہ داؤد انطاکی

۳) ذخیرہ خوارزم شاہی

۴) محمودین الیاس مصنف عادی صغیر

۵) ریاض الفوائد

۶) منہاج البیان

واقعہ صلیب کی چشم دید گواہی

پوپ کے کتب خانہ میں ایک وثیقہ ملا ہے جو فلسطین کے رومانی حاکم نے مسیح علیہ السلام کے متعلق اپنی قوم یعنی رومانی مجلس شیوخ کو روانہ کیا تھا اس وثیقہ میں لکھا ہے کہ

"ہم میں ایک شخص ایسا موجود ہے جو فضیلت وکمال کا جامع ہے اس کے بعض ساتھی اسکو ابن اللہ کہتے ہیں وہ مریضوں کو شفاء دیتا ہے اور مردوں کو زندہ کرتا ہے جو اس کو دیکھتا ہے وہ دیکھتا ہی رہ جاتا ہے جب دیکھنے والے کی نگاہ اس کے چہرہ مبارک پر پڑتی ہے تو اس کے دل میں محبت وخوف کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اس کے بال لمبے سرخ کانوں تک چھوئے ہوئے ہیں جب ہوائی موجیں اس کے بالوں سے اٹھکیلیاں کرتی ہیں تو یہ بال کاندھے تک آجاتے ہیں یہ شخص بیچ سر سے مانگ نکالتا ہے ''ناصرہ'' کے باشندوں کی طرح اس کی مانگ ہوتی ہے رخساروں میں گلابی رنگ چمکتا ہے ناک باریک اور نازک ہے ڈاڑھی بھری ہوئی ہے سر اور ڈاڑھی کے بال ایک طرح کے ہیں بلکہ ڈاڑھی کچھ زائد سرخ ہے ڈاڑھی کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے ایک حصہ اسطرف اور ایک اسطرف چہرہ سے عقلمندی اور دانائی کی علامتیں ہویدا ہیں۔ آنکھیں نیلی ہیں اور ان میں ایک قسم کی مبارک روشنی ہے۔

اس شخص کی باتیں نہایت شیریں اور نرم ہیں لیکن حق کہنے میں نہایت سخت واقع ہوا ہے لیکن لوگوں سے ہرگز ڈرتا نہیں ہے مجلس میں لوگ اس کی تعظیم کرتے ہیں اس پر لوگوں کا اعتماد ہے اس کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔ اکثر اوقات وہ روتے پایا گیا ہے۔ قد درمیانی ہے ہاتھ اور بازو نہایت خوبصورت وخوشنما ہیں آواز ذرا پست ہے فضول باتیں بہت کم کرتا ہے اس کے اخلاق نہایت عمدہ اور شریفانہ ہیں ایک آدمی میں جو شرافت کی باتیں ہوسکتی ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں اس شخص کا نام عیسیٰ ابن مریم ہے۔" (خلافت بحوالہ السیاست مصر) ۱۱ جون ۱۹۲۳ء واخبار رہبر دکن ۲۷ شوال ۱۳۴۱ھ ہجری۔

مزید تصدیق (Crucification) کروسی فکیش نام کتاب میں جو ۱۹۰۷ء میں امریکہ کے شہر شکاگو میں منجانب انڈو امریکن بک کمپنی طبع ہوئی ہے۔ اور جو دوسرا ایڈیشن ہے وہ دراصل میں ایک چٹھی

ہے جو مسیح علیہ السلام کے ایک دوست فریمیسن نے ایک اسیریہ قوم کے ایک دوست کے نام جو اس وقت سکندریہ میں رہتا تھا۔ مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب کے چشم دید حالات یوں لکھے ہیں۔

" کہ تم نے بہت سی افواہیں مسیح علیہ السلام کی نسبت سنی ہونگی مگر چونکہ ان لوگوں کو اصل حالات سے بے خبری ہے اس لئے میں آپ کو صحیح صحیح حالات لکھتا ہوں۔ کیونکہ کل حالات میرے سامنے واقع ہوئے اور جو کچھ میں لکھ رہا ہوں یہ سب میرا چشم دید ہے۔ دیکھو صفحہ ۳۹ پھر صفحہ ۵۵ پر لکھا ہے کہ جب ان عذابوں اور دکھوں کا نقشہ میرے سامنے آتا ہے تو میرے دل کا زخم از سرنو تازہ ہو جاتا ہے اور میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو کا دریا اُمنڈ آتا ہے اور اس وقت بھی میرا یہی حال ہے مسیح خدا کا فرستادہ اور ہم سب کا محبوب تھا اور مسیح پر تعلیم الٰہی اور کائنات اور اس کے عناصر کا علم بذریعہ وحی نازل ہوتا تھا۔"

یروشلم میں پیش آنے والے واقعات کی عینی گواہی

میرے بھائیوں جو کچھ کہ یروشلم میں آج سے سات سال پیشتر واقع ہوا میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مگر میں نے اس کو اب تک اس واسطے مخفی رکھا کہ یہودی سخت مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔ پھر صفحہ ۵۶ و ۵۷ پر لکھا ہے کہ ہماری جماعت اس قابل نہ تھی کہ ہم ہر طرح سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو برملا ان کے دشمنوں سے بچالیتے اور ان کو کوئی تکلیف اٹھانے نہ دیتے۔ اگر جلد سے کاروائی وقوع میں نہ آتی اور اگر ہماری کمیٹی کے قواعد ہمیں اور نہ روکتے مگر پھر بھی ہم نے مخفی طور سے اس کو بچالیا ہمیں کوئی شک نہیں کہ مسیح نے اپنی دینی خدمات اور تبلیغ کو نہایت صدق اور استقلال سے بجالا کر اپنی جان عزیز کو خطرے میں ڈال دیا تھا۔ اور شہادت کا پیالہ پینے کے لئے ایکدم کے لئے بھی دریغ نہیں کیا تھا اور اس کاروائی سے اسنے ثابت کر دیا تھا۔ کہ اس کو خدا کی عظمت اور جلال کے ظاہر کرنے کیلئے اپنی جان قربان کر دینے میں ہرگز دریغ نہیں تھا۔ پھر صفحہ ۵۸ پر لکھا ہے کہ وہ جلوس جس میں مسیح علیہ السلام اور دو چور بھی شامل تھے اس دروازے میں سے گزرتا جو اس وادی کی جانب ہے جو یروشلم سے گلگت کے مابین واقع ہے جہاں صلیب لگائی گئی تھی۔

جب مسیح علیہ السلام صلیب کی تکلیف اور زخموں کے درد سے جو کوڑوں کی ضرب سے تھا اور جن سے خون بہہ رہا تھا ادھ موا ہو رہا تھا۔ اور عورتیں اس دردناک منظر کو دیکھ کر زور سے دہاڑیں مار مار کر روتی تھیں۔ جب جلوس اس خشک پہاڑ میں جس کو گلیوں کہتے ہیں جہاں سبزی اور درختوں کا نام ونشان نہیں جس کو موت کی گھاٹی کہہ سکتے ہیں پہنچتے ہیں تو ضعف کے مارے حضرت مسیح علیہ السلام زمین پر گر پڑتے ہیں۔ دیکھو صفحہ مذکورہ بالا۔

اس دوران میں رومی سپاہی صلیب تیار کرنے میں مصروف ہوئے اور اسکی حالت پر رحم کھا کر ایک شربت طیار کیا تا کہ صلیب پر چڑھانے سے پیشتر وہ بیہوش ہو جاویں یہ شربت ترش شراب اور چوب گرم کی آمیزش سے طیار ہوا تھا۔ جس کو وہ نہو سکہ کہتے ہیں مگر مسیح علیہ السلام نے بدیں خیال پینے سے انکار کر دیا کہ میں خدا کے حضور شرابی بن کر نہیں جانا چاہتا۔ پھر صفحہ ۵۹ میں لکھا ہے کہ مسیح کو اٹھا کر اول اس چھوٹی سی ٹیک پر جو سہارے کے لیے لگائی جاتی ہے بیٹھایا پھر اس کے بازوں کو مضبوط رسی سے اس زور سے باندھا کہ دوران خون رک گیا اور تنفس میں تنگی ہوگئی اس طرح انہوں نے ان کے پاؤں کو بھی زور سے باندھ دیا بعد ان کے ہاتھوں میں جب معمول میخیں گاڑ دیں مگر ان کے پاؤں میں میخیں نہیں لگائیں تھیں اور دھوپ میں جو اس روز نہایت سخت تھی، بھوکا پیاسا لٹکا دیا۔ سپاہی ان کے کپڑے اٹھا کر لئے گئے۔

صفحہ ۶۱ پر لکھا ہے جب سہ پہر کو سورج ٹھنڈا ہو گیا تو لوگوں کے گروہ کے گروہ شہر سے آتے گئے اور ان میں کئی ایک یہودی علماء بھی تھے جو اپنے گناہ گار قیدی کو اس طرح لٹکا ہوا دیکھ کر خوب گھور گھور کر ان آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے تھے اور اس کی تکلیف اور درد پر اس سے ٹھٹھے اور تمسخر کرتے تھے۔ مگر مسیح علیہ السلام ان کے اس تمسخر اور دل آزادی پر زبان سے کچھ نہیں کہتے تھے بلکہ خاموش آسمان کی طرف دیکھتے رہے اور صبر کے ساتھ سب کچھ برداشت کرتے رہے اور جو عورتیں گلیل سے آئی ہوئی تھیں وہ کچھ فاصلہ پر کھڑی ہوئی اس جان گداز منظر پر پیچ وتاب کہاتی تھیں اور ان کی بے وقت موت پر سخت تاسف کرتی تھیں۔ ناگہاں سواروں کی ایک جماعت آئی جن میں ایک سوار سردار کاہن ٹیفیس نامی تھا جو مع اپنے نوکروں کے دہاں آن کر خدا کے مصلوب فرزند پر نفریں اور تمسخر کرنے لگا اور غمزدوں کی دردناک آوازیں

بند ہوگئیں اور مصلوب چوروں میں سے ایک چور بھی ان کے ساتھ ہم آہنگ ہوکر تمسخر کرنے لگا۔ کیونکہ اول اسکوامید تھی کہ مسیح اپنے معجزہ سے ان کو بھی بچائیگا۔

بعدازاں رومی سپاہیوں نے ایک تختی صلیب پر لگادی جس پر لکھا ہوا تھا یہودیوں کا بادشاہ۔ پھر صفحہ ۶۲ پر لکھا ہے حضرت مسیح نے رونے چلانے والی عورتوں میں سے جو گلیل سے آئی تھیں اپنی ماں کو پہچان لیا جو یوحنا (حضرت یحیٰ) کے پاس کھڑی تھیں اور بڑی درداور دکھ کی حالت میں چلا کر بائیسویں زبور پڑھکر دعا مانگتی تھیں کہ اے خدا مجھے ان مصائب سے نجات بخش۔

صفحہ ۶۳ پر لکھا ہے جوں ہی شام قریب ہوئی زمین شاید زلزلہ سے ہلنے لگی اور رومی سنتری اسقدر مرعوب اور خوف زدہ ہوا کہ وہ اپنے دیوتاؤں کو پکارنے لگا۔ اور اس کو اس وقت یقین ہوگیا تھا کہ مسیح دیوتاؤں کا پیارا تھا بہت سے لوگ ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ کر یروشلم کو چلے گئے۔ پھر ۶۴ پر ہے سنتری ایک شریف اور رحمدل آدمی تھا۔ اس نے یوحنا کو اجازت دی کہ مسیح کی والدہ کو صلیب کے پاس لائیں۔

حضرت مسیح پیاس کے مارے ماندہ ہوگئے تھے ان کے لب خشک ہوگئے تھے۔ اور بازو سخت درد کرتے تھے ایک سپاہی نے سپنج سرکہ میں بھگو کر ان کے منہ تک پہنچایا۔ اوراسطرح ان کی پیاس کو بجھایا۔

حضرت عیسیٰ نے یوحنا کو تاکید فرمائی کہ میری والدہ ماجدہ کی نگرانی اور خبر گیری کرتے رہیں اس وقت اندھیرا ہورہا تھا اور بحر مردار سے سرخ رنگ کا کہر اٹھتا ہوا دکھائی دیتا تھا اور تمام آس پاس کے پہاڑ زلزلہ سے ہل رہے تھے۔ حضرت مسیح کا سر ان کی چھاتی پر جھک کر لگ گیا تھا۔

صفحہ ۶۵ پر ہے اگرچہ ہمارے تمام بھائی ایک راز کی وجہ سے افشا نہیں کرتے مگر سب کو معلوم ہے کہ جو جو خارق عادات وقوعات بموقعہ صلیب ظہور میں آئے وہ کیسے ہمارے ازدیاد ایمان کا باعث ہوئے۔ پھر صفحہ ۶۶ پر لکھا ہے کہ اگرچہ ہماری جماعت بوجہ اپنے قواعد ضوابط کے علانیہ پولیٹیکل امورات میں دخل نہیں دے سکتی تھی مگر پھر بھی دو ہمارے بھائی بہت با اثر اور تجربہ کار آدمی تھے جنہوں نے پلاطوس حاکم وقت اور یہودی کونسل پر اپنا اثر پیدا کرلیا تھا۔ اور امید تھی کہ مسیح پر یہ سانحہ جانکاہ نہ ہونے پائیگا مگر ان کی ساری کوشش رائیگان گئی جبکہ مسیح علیہ السلام نے فرمادیا کہ مجھے خدا کی راہ میں اس کے دین کیلئے موت قبول

ہے تا کہ نوشتہ پورا ہو۔

ایک شخص یوسف آرینیا کا رہنے والا بڑا دولت مند اور ممبر کونسل تھا اور وہ لوگوں میں بڑی عزت کیساتھ دیکھا جاتا تھا اور وہ بڑا ہوشیار آدمی تھا وہ علانیہ تو نہیں در پردہ وہ جماعت سے تعلق رکھتا تھا اس کا ایک دوست نکوڈیمس نامی ایک بڑا عالم تھا جس کو ہمارے سلسلہ سے اعلیٰ درجہ کا تعلق تھا اور ٹراپیوٹ کے رازوں سے واقف تھا۔ صفحہ ۲۷ پر لکھا ہے جب عام طور سے مشہور ہو گیا کہ مسیح مر گیا یوسف اور نکوڈیمس نے یوسف کو الگ لیجا کر کہا کہ جس قدر مجھے علوم قانون قدرت سے آگاہی ہے انکے رو سے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مسیح مرا نہیں ہے اور ہم اس کو بچا نہیں سکتے مگر یہ ایک راز ہے جو کسی پر افشار نہ ہونے پائے۔ صفحہ ۶۸ پر ہے نکوڈیمس یوسف کو کہکر چلا گیا کہ میں پلاطوس کے پاس جاتا ہوں اور مجھے کہا کہ آپ خبردار ہو کر یہاں رہیں اور خیال رکھیں کہ ہڈیاں کوئی توڑنے نہ پائے۔

رات کو کوئی لاش صلیب پر نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ دوسری صبح کو سبت تھا اس لئے یہودی کونسل نے پلاطوس سے حکم حاصل کیا تھا کہ سپاہیوں کو ہدایت کی جاوے کہ وہ مصلوبوں کی ہڈیاں توڑ دیں پھر ان کو دفن کر دیا۔ غرض یوسف اور نکوڈیمس اپنے اپنے کام میں لگ گئے اور یوسف سیدھا پلاطوس کے پاس گیا کیونکہ وہ اکثر لاشوں کو ان کے دوستوں کے پاس فروخت کر دیتا تھا تا کہ متوفی کے دوست ہی اس کے دفن کریں۔ میں نے سنتری کو کہا کہ مسیح کی ہڈیوں نہ توڑی جاوئیں کیونکہ یہ معمولی انسان نہیں۔ اور چونکہ وہ رحمدل بھی تھا اس واسطے اس نے ان سپاہوں کو کہا کہ اس شخص کی ہڈیاں نہ توڑیں کیونکہ یہ مر چکا ہے اور دوسرے دونوں چوروں کی ہڈیاں میرے سامنے توڑ ڈالیں۔

ایک سپاہی نے مسیح کی پسلی میں بھالا چبھو دیا جس سے خون اور پانی نکلا جس پر یوحنا مسیح جن کا خیال غالب تھا کہ مسیح مر چکا ہے دیکھ کر مستعجب ہوا اور خود مجھے بھی مسیح کے زندہ ہونیکی امید بندھ گئی کیونکہ مردہ کے جسم سے سوا چند قطرات غلیظ خون کے کچھ نہیں نکلتا مگر اس کے جسم سے تو خون اور پانی بہہ نکلا۔

اتنے میں یوسف اور نکوڈیمس حکم لیکر آ گئے کیونکہ پلاطوس نے بلا معاوضہ لاش یوسف کے سپرد کر دی تھی کیونکہ پلاطوس یوسف کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا تھا نکوڈیمس تو زخم سے پانی اور خون بہتے دیکھ کر

بڑا خوش ہوا کہ حالت اچھی ہے اور آہستہ سے کہا کہ دوستو خوش ہو، مسیح مرا نہیں زندہ ہے اور اب میں اس کے لئے تدبیر کرتا ہوں۔ وہ صرف کمزوری کی وجہ سے بیہوش ہے۔

راقم خط لکھتا ہے کہ میں اس وقت جبکہ یوسف پلاطوس کے پاس گیا ہوا تھا اپنی بستی میں جو قریب تھی دوڑ کر گیا اور وہ جڑی بوٹیاں جو ایسی حالت میں زخموں کے ٹھیک کرنے کے کام آسکتی ہیں لایا۔ دیکھو صفحہ ۷۳ جب مسیح علیہ السلام کو صلیب پر سے اتار گیا تو نکوڈیمس نے خوشبوئیں اور ادویہ نیچے بچھا دیں جن سے خوب گرمی پیدا ہوئی اور وہ اچھی ادویات طاقت پیدا کرنے میں بینظیر تھیں۔ دیکھو صفحہ ۷۴ پھر مسیح کے جسم کو ایک قبر سے میں جو چٹان کے اندر بنی ہوئی تھی اور وہ قبر یوسف آرینیا کے باغ کے اندر تھی۔ اس کہف میں مقوی ادویات بچھائی گئیں اور مسیح کے جسم کو گھاس کے اوپر لٹا دیا گیا۔

جب یہ کاروائی ہو چکی تو یوحنا بتھانیہ کیطرف والدہ مسیح کو تسلی دینے کیلئے روانہ ہو گیا۔ گو سبت کا دن تھا مگر کائیفس کے سردار کاہن نے پھر بھی خفیہ جاسوس وہاں بھیج دیئے تھے تا کہ جا کر معلوم کریں کہ کون مسیح کے دوست ہیں دیکھو صفحہ ۷۶۔ کائیفس کی بڑی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح یوسف گلیلی کے لوگوں کو پھنسائے اور اس واسطے اس نے بڑے بڑے الزام لگائے کہ ان کو قید خانہ میں بھیجا جائے حتیٰ کہ سردار کاہن نے پلاطوس کو بھی مضطر کیا دیکھو صفحہ ۷۶۔

نکوڈیمس نے مجھے اور جماعت کے بوڑھوں اور داناؤں کو جمع کیا کہ کوئی ایسی تجاویز سوچی جائیں جس سے مسیح جلدی تندرست ہو جائے اور ایک محافظ قبر پر بھجوایا گیا اور یوسف اور نکوڈیمس اپنی کاروائی کی تکمیل کیلئے شہر کو گئے۔ دیکھو صفحہ مذکور۔ آدھی رات کے بعد صبح کے قریب زمین بوجہ زلزلہ پھر کانپنے لگی اور ہوا بھی نہایت تیز ہو گئی چٹانیں ہلنے اور چنگھاڑے لینے لگیں واقعی وہ رات نہایت ہی خوفناک رات تھی۔ جانور زلزلہ سے خوفزدہ ہو کر چاروں طرف چیختے چلاتے دوڑتے پھرتے تھے اور سردار کاہن کے فرستادہ سخت خوفزدہ ہو گئے تھے دیکھو صفحہ مذکور۔

اس رات کو ہماری جماعت نے ایک آدمی کو مخفی راستے سے سفید لباس پہنا کر قبر کی طرف بھیجا جو پہاڑوں میں سے ہو کر گزرتا تھا اور اس راستہ سے سوائے ہماری جماعت کے اور کوئی واقف نہ تھا جب

بزدل ملازمان نے سردار کاہن کے ایک آدمی کو سفید لباس میں پہاڑ پر سے قبر کے پاس جاتے دیکھا تو کہنے لگے کہ کوئی فرشتہ آسمان سے اترا ہے وہ دوڑ کر بھاگ گئے جب اسیریہ کا آدمی جو ہماری طرف بھیجا گیا تھا۔ پتھر پر جھکا ہوا تھا تو ناگہاں ایک دفعہ پھر زلزلہ کا دھکا آیا۔ تیس گھنٹے مسیح کو قبر کے اندر رکھے ہوئے گزچکے تھے۔ اس آدمی کو کھوہ کے اندر ہلکی سی آواز سنائی دی تو اس کھوہ میں اتر گیا۔ اور دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔ کیونکہ مسیح کے لب ہلتے تھے اور وہ سانس لے رہا تھا۔ وہ اس کی مدد کے لئے قریب ہوا اور اسکی چھاتی سے آواز سنی اور مسیح کا چہرہ ایک زندہ انسان کا سا کھلائی دیتا تھا کہ ناگہاں مسیح نے آنکھیں کھولدیں اور اپنے پاس ایک نومرید کو موجود پایا دیکھو صفحہ ۷۹۔

ہم بیس آدمی کونسل سے فارغ ہو کر اس کھوہ کی طرف گئے وہاں جا کر دیکھا کہ ہمارا آدمی مسیح کے سر کو اپنی چھاتی کے ساتھ لگائے بیٹھا ہے جب مسیح کی نظر ہماری جماعت کی طرف پڑی تو اس کی آنکھیں مارے خوشی کے چمکنے لگیں۔ یوسف سے رہا نہ گیا بڑھ کر ان سے بغلگیر ہوا اور جو کچھ ان پر گزر را تھا سارا حال ان کو کہہ سنایا مسیح سارے واقعات کو سنکر سخت متعجب ہوا۔ اور خدا تعالیٰ کی حمد کر کے یوسف کی چھاتی پر سر رکھ کر رو یا تب نکوڈیمس نے جو ایک لائق اور تجربہ کار طبیب تھا اپنے دوست کو کہا کہ کچھ نوش جان فرمائیں چنانچہ انہوں نے کھجوریں اور کچھ روٹی شہد کے ساتھ کھائی اور پھر مسیح کو وہاں سے نکالکر ایک مکان میں جو ہماری جماعت کے لئے تھا لے گیا پھر وہاں سے ایک آدمی پہلے آدمی کی مدد کے لئے قبر پر بھیجا گیا۔ تا کہ دوائی اور ہر قسم کے نشانات کو وہاں سے معدوم کریں۔ دیکھو صفحہ ۸۲۔

پھر سب دوستوں نے مسیح کو مشورہ دیا کہ جہاں تک ممکن ہو چھپے رہیں تا کہ بدن میں قوت بھی آجائے پھر مسیح نے باغبان جیسی پوشاک پہنی اور اپنے بعض عزیز دوستوں سے ملا، تا کہ ان کو یقین ہو جائے کہ میں مرا نہیں بلکہ زندہ ہوں خدا تعالیٰ نے مجھے بچالیا ہے قبر پر جو عورتیں آئیں تو انکو ہمارے آدمیوں نے کہہ دیا کہ وہ یہاں نہیں وہ یہاں سے گلیلی کو چلا گیا ہے مگر عیسیٰؑ علیہ السلام ان کو باغبان کے لباس میں ملے چونکہ ان کو اپنے دوستوں کے ملنے اور اپنے مشن کے سرانجام دینے کا از حد شوق تھا اس لئے ہماری جماعت کے لوگوں کی نصیحت پر بھی کہ وہ مخفی رہیں صبر پیرانہ ہوسکا اور مریم مگدینی سے جس کا ساتھ اس کو بہت محبت تھی

اور جس سے مسیح کو خواہش نکاح بھی ہوگئی تھی دھیمی آواز سے کہا کہ میرا بدن ضعیف اور تحلیل ہوگیا ہے۔ اب میں زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اب میں جلدی اپنے باپ کے پاس جانیوالا ہوں۔ دیکھو صفحہ ۸۶۔

چونکہ بہت سے معجزات ان ایام میں ہوئے تھے اس لئے سردار کاہن نے بدیں اندیشہ کہ مبادا وہ کہہ رہیں کہ مسیح زندہ ہوگیا پہرہ داران کو روپے دئے کہ وہ رپورٹ کریں کہ اس کے دوست اس کی لاش چرا کر لے گئے ہیں۔ اس اثنا میں مسیح کے زخم اچھے ہوگئے تھے اور بدن میں طاقت آگئی تھی تو وہ کہنے لگے کہ میں کب تک کمین گاہ میں مخفی رہونگا۔ استاد کا فرض ہے کہ وہ لڑکوں کے اندر ہے اور بیٹا ماں کی گود میں۔ یوسف نے کہا اب ہماری جماعت کے آپ ہی ماں باپ ہیں اور یہ ہر وقت آپ کی حفاظت کرینگے۔

حضرت مسیح نے صحت مند ہوکر اپنا حلیہ تبدیل کرلیا

مسیح نے کہا میں موت سے نہیں ڈرتا اور میرے دشمن کو بھی تسلیم کرنا پڑیگا کہ خدا نے مجھے اپنے فضل سے بچالیا ہے آخر کو مشورہ ہوا کہ مسیح کہیں دور محفوظ جگہ پر جو مخفی ہو بود باش رکھیں گونکوڈیمس نہیں چاہتا تھا کہ وہ ایسی ضعف کی حالت میں سفر کریں مگر مسیح نے جواب دیا کہ جو ہوتا ہے سو ہونے دو۔ دیکھو صفحہ ۹۲۔

آخر مسیح وہاں سے بوقت شب اکیلا سفر پر روانہ ہوا اور اس کو ایک کپڑا دیا گیا تا کہ وہ منہ لپیٹ کر شہر کے باہر چلا جائے مبادا کوئی پہچان لے کہ یہ مسیح ہے راستہ میں دو آدمی ملے جن سے گفتگو ہوئی پیچھے سے کچھ حواری بھی اس سے جا ملے راستے میں کئی جگہ کھانا کھایا پھر اس نے حواریوں کو نصیحت کی کہ تم تبلیغ کے کام کو سرگرمی سے سرانجام دیتے رہنا آکر انکو برکت کی دعا دی اور یہ بھی کہا کہ تم میری نسبت، کہ میں کہاں جاتا ہوں ہرگز کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ دیکھو صفحہ ۹۷۔ آخر کئی منزل یروشلم سے باہر نکل گئے اور زیتون کے پہاڑ پر پہنچے وہاں سے پھر مسیح علیہ السلام کو اشتیاق ہوا کہ ایک دفعہ پھر اپنے حواریوں سے ملے اور ٹامس حواری کو جو مسیح کے زندہ ہونیکا یقین نہیں رکھتا تھا، یقین دلائے کہ میں زندہ ہوں۔ چنانچہ آٹھویں روز مسیح یروشلم میں پھر وارد ہوا اور ٹامس کو زخم دکھلائے اور یقین دلایا پھر تمام حواریوں کو وصیت کی کہ تم سب متفق ہوکر ایمان پر ثابت قدم رہو شام کے وقت حواریوں سے جدا ہوا۔ اور یوحنا کے ہمراہ ہوا۔ جب بتھانیہ میں

پہنچا تو اپنے گھر میں جا کر اپنی والدہ اور دوستوں سے ملا۔ خدا کا شکر ادا کیا کہ خدا نے ایک دفعہ پھر ہم کو باہم ملا دیا پھر انہوں نے باہم مل کر کچھ کھانا کھایا۔ شام کے وقت مسیح نے کہا کہ اب میں گلیلی کو جاتا ہوں تا کہ حواریوں کو کار تبلیغ میں تاکید کروں۔ مگر کائیفس سردار کاہن نے بڑا شور برپا کر دیا تھا اور یہ اس نے مشہور کر دیا تھا کہ مسیح کی لاش کو اس کے حواری لے گئے ہیں مگر بعض لوگ ایسے بھی پیدا ہو گئے تھے جو کہتے تھے کہ مسیح خدا کی قدرت سے زندہ رہا ہے اور اس طرح باہم لوگوں میں اختلاف ہو گیا۔

اس اثنا میں نکوڈیمس ہماری جماعت میں خبر لایا کہ یوسف آرمینا گرفتا ہو گیا ہے۔ اور یہ بھی افواہ اُڑی کہ مسیح بھی اس شام کے بعد دکھلائی نہیں دیا۔ شاید وہ بھی ماخوذ ہو گیا ہے۔ اس پر ہماری جماعت نے کونسل کر کے فیصلہ کیا کہ جہاں تک ہو سکے یوسف اور مسیح کو بچایا جائے۔ چنانچہ کچھ آدمی تو بتھانیہ کو، مسیح کی خبر لانے کے لیے روانہ کئے گئے، جو سفید لباس پہن کر نکلے اور شام کے وقت وہاں پہنچے تو بڑی احتیاط سے سراغ لگا کر لارڈ کے مکان پر مسیح سے ملے اور یوسف کے گرفتار ہونے کی اطلاع دی۔ اس پر مسیح نے خدا کے حضور یوسف کی رہائی کے لیے دعا کی اور یروشلم میں حواریوں کو اطلاع دی کہ تم بھی خطرہ سے محفوظ نہیں۔ ہوشیار رہو اور ان کو کہلا بھیجا کہ تم مجھے یردن ندی کے کنارے پر ملو چنانچہ وہ وہاں پہنچے چونکہ مسیح نے کوئی وقت مقرر نہیں کیا تھا اس لئے انہوں نے باہم مشورہ کیا تھا کہ کیا ناصرہ میں مسیح کی تلاش کیلئے جاویں یا کیپرنام گانو میں لیکن پیڑ نے کہا کہ بہتر ہے کہ ہم کچھ کھانا تیار کریں اور بیکار نہ رہیں تاوقتیکہ ہمارا مالک ہمیں کسی بڑے کام کیلئے آن کر نہ لگا دیں۔ چونکہ پیٹر ایک تجربہ کار ماہی گیر تھا چند دیگر ماہی گیر ہمراہیوں کو ساتھ ساتھ لیکر سمندر پر شام کے وقت گیا۔ مسیح آہستہ آہستہ سفر کرتا تھا۔ اور رستے میں اسیریہ میں دوستوں کے ہاں فروکش ہوتا آتا تھا آخر کو یروشلم کے دوستوں کی معرفت خبر ملی کہ یوسف آرمیا رہا ہو گیا ہے اور مسیح نے ایک تنہا اور مخفی جگہ پر اپنے حواریوں سے ملاقات کرنے کی نیکی تجویز کی۔

حضرت مسیحؑ نے حواریوں سے خفیہ جگہ ملاقات کی

آخر چلتے چلتے مسیح سمندر کے کنارے پہنچا جہاں پیڑ نے ایک جھونپڑی اپنے آرام کے لئے بنا

رکھی تھی اور جہاں پر وہ مچھلیاں پکڑ کر تجارت کیا کرتا تھا تو وہاں مسیح ان کے ساتھ ملکر مچھلیاں پکڑ رہے تھے تو وہاں پیڑ یوحنا کے موجود تھا اور جب وہ مچھلیاں پکڑ رہے تھے تو وہاں مسیح نے ان کے ساتھ ملکر مچھلیوں وغیرہ کی ضیافت کھائی پھر مسیح نے دوسرے حواریوں کو طلب کیا اور دوسری شام کو مسیح نے اپنے سفر کا تہیہ کر لیا۔ اور کوہ کارمل میں پہنچ کر خوب آرام لیا اور وہاں حواری اور بہت سے مومن لوگ آن جمع ہوئے مسیح کے دل میں ہمیشہ جوش اٹھا تھا کہ لوگوں میں جا کر تبلیغ کرے۔ کہ تنہائی میں دن بسر کرنا مناسب نہیں جس قدر لوگ وہاں جمع تھے ان کو بہت کچھ سکھلایا کہ کسطرح تم کو دنیا میں رہنا چاہئے اور کیونکر تبلیغ کرنی چاہئے۔

پھر اس نے ہماری جماعت اور حواریوں کو وصیت کی کہ تم سب خدا کے دین کی اشاعت کرو اور گورنمنٹ کی مخالفت نہ کرو اور اپنا کام خوش اسلوبی سے کئے جاؤ چونکہ میرا یہاں ٹھیرنا خالی از خطرہ وفساد نہیں اسلئے میں کسی تنہائی کی جگہ جاؤنگا اور چونکہ یہ بات عام مشہور ہو چکی تھی کہ مسیح دنیاوی سلطنت قائم کرنا چاہتا ہے اس لئے یروشلم میں بہت لوگ جمع ہو گئے تھے مسیح نے انکو کہا کہ میں زمینی بادشاہت نہیں بلکہ آسمانی بادشاہت قائم کرنے کے لیے آیا ہوں۔

اس کی گرفتاری کے لئے بہت سے جاسوس تلاش میں پھرتے تھے مگر ایسرین لوگوں کے طفیل سے وہ ہمیشہ گرفتاری سے محفوظ رہا آخر کو اپنے کل حواریوں کو جمع کیا اور شہر میں سے اس دروازے سے گذرا جو وادی یوز آسف کو جاتی ہے جب کذرون میں پہنچا تو اس نے وہاں تھوڑا قیام کیا اور یروشلم کو یاد کر کے رویا۔ وہاں سے وہ آگے چلا گیا اور کچھ حواری اس کے ہمراہ تھے پھر وہ مونٹ آف لوط پر چڑھا جہاں سے کُل فلسطین کا نظارہ بخوبی ہو سکتا تھا۔

بعض خاص حواریوں کا خیال تھا کہ وہ ہمیں بتھانیہ کو لیجائیگا مگر ہماری جماعت کے آدمی جن کے ساتھ جانے کی نسبت پہلے سے طے ہو لیا تھا پہاڑ کے دامن میں موجود تھے۔ تب اس نے حواریوں کو تاکید کی کہ تم ایمان پر پکے رہنا جس وقت یہ آخری کلام کر رہا تھا تو مارے غم کے اس کی آواز دھیمی ہوگئی تھی جب جدا ہونے لگا تو اپنے دوستوں کے واسطے دعا کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے اور انہیں برکت دی اس وقت تمام پہاڑ کے گرد کہر تھی اور وہ سورج کی کرنوں سے رنگین ہو رہی تھی اس وقت ایسرین برادر ہذا کے سرداروں نے

کہلا بھیجا کہ ہم آپ کی انتظار میں کھڑے ہیں تو مسیح کو تیار دیکھ کر حواری روانہ ہوئے اور مسیح کھڑا ہو گیا اور جلدی جلدی اس گھرے کہر میں سے گذرتا ہوا چلا گیا جب حواری وہاں سے اُٹھے تو ہماری جماعت کے دو آدمی ان کے سامنے موجود تھے جنہوں نے کہا کہ یہاں سے روانہ ہو گیا ہے چنانچہ حواری پہاڑ سے نیچے اترے اور اپنا راستہ لے کر چل دیئے۔

لیکن شہر میں یہ افواہ عام طور سے مشہور ہو گئی کہ مسیح بادلوں میں بیٹھ کر آسمان پر چلا گیا جان کو اصل حال معلوم تھا کیونکہ وہ وہاں موجود تھا مگر اس نے نہ کسی کو بتایا اور نہ وہ تحریر میں لایا۔ اس سفر میں یوسف آریمتا اور نکوڈیمس بھی مسیح کے ساتھ تھے جب بحر مردار کے قریب پہنچے تو مسیح نے اپنے بڑے بڑے طول طویل ارادے ظاہر کئے اس واسطے وہ نو اصحاب ان سے رخصیت لیکر واپس چلے آئے اور اقرار کر آئے کہ یروشلم میں جو معاملات ہونگے ان سے آپ کو آگاہ کیا جاویگا آخر ڈیڈسی کے پاس مسیح کا انتقال ہو گیا وہاں ہی ان کو دفن کیا گیا۔ بظاہر ہے کہ یہ آخری فقرہ مسیح کی ڈیڈسی کے پاس فوت ہونیکا کسی مصلحت کے لئے وہ اسی قبر کے متعلق آئی ہے وہ اس قبر کے متعلق ہے کیونکہ ظن غالب ہے کہ روز بروز مسیح کی وجہ سے ملک میں سخت فتور برپا ہو رہا تھا کائیفس سردار کاہن عوام سے اور عوام یہودی بادشاہ کے ہاں مخبریاں کر رہے تھے کہ مسیح ایک جدید سلطنت قایم کرنا چاہتا ہے اور اسی بنا پر یوسف آمیتا کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا اور تمام معتقدین مسیح علیہ السلام معرض خطر میں تھے نکوڈیمس اور یوسف جیسے عقلمندوں نے اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد جب کہ مسیح یروشلم سے باہر بحر مردار کے متصل قیام پذیر تھا باہم مشورہ کر کے یہ مشہور کر دیا کہ مسیح تو مر گیا اور اس کی ایک فرضی قبر بنا کر اس پر کتبہ لکھ کر لگا دیا تا کہ ملک میں امن قائم ہو جائے اور بدظنی دور ہو جائے۔

چونکہ مسیح علیہ السلام جو شب روز تبلیغ کیلئے پریشان ہو رہے تھے اور مخفی رہنا ہرگز پسند نہیں کر سکتے تھے باوجودیکہ تمام معتقدین اور فریمسیس لوگوں کی جماعت نے جنہوں نے ان کے بچانے میں بڑا حصہ لیا تھا بار بار تاکید بھی کی تھی کہ باقیماندہ زندگی تنہائی میں خاموشی سے بسر کریں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح تو ممالک شرقیہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کیلئے تشریف لے گئے اور معتقدین نے اپنے بچاؤ کے لئے ایک فرضی قبر بنا کر اس پر کتبہ بھی لگا دیا۔

باب چہارم

بعض آیات قرانی سے متعلق وضاحت

ایک سوال یہ بھی باقی رہتا ہے کہ ہمارے جاہل لوگ یہ فرماتے ہیں کہ تکلم الناس فی المهد و کهلا سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس وقت وہ آسمان پر بلائے گئے تو اس وقت حضرت مسیح کی عمر ۳۳ سال کی تھی اب وہ کہولت کی عمر میں اگر گفتگو کریں گے یہ بھی ایک معجزہ ہوگا اس لئے اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ زمانہ کہولت بھی ان پر گذر چکا چنانچہ تاج العروس (حدیث) جلد ۸ صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے کہ تیس سال سے جسکی عمر متجاوز ہو جائے اسکو کہل کہتے ہیں۔

ابن اثیر بھی اور محکم نے ۳۴ سال بتائے ہیں۔

تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۲۷۲ میں لکھا ہے قاسم نے میرے پاس اس کے پاس حسین نے اس کے پاس حجاج نے اس کے پاس ابن جمیع نے مجاہد سے بیان کیا کہ کہل کے معنے حلم کے ہیں یعنے جب انسان خوب جوان ہو جائے۔

تفسیر تنویر المقیاس جلد اول صفحہ ۴۷ میں ۳۳ سے تجاوز حاشیہ لـلـقـنـوی لـلبیضـاوی جلد ۳ صفحہ ۵۷ کہولت کا پہلا سال بتیسواں ۳۲ تیسرا تتیسواں ۳۳۔

تفسیر غاتیہ لبرہان زیر آیت فی المهدو کهلا ۳۰ تیں سال

تفسیر معالم وقوله تعالیٰ و کهلانبیاقال ابن عباس ارسله الله وهوابن ثلاثين سفه صفحہ ۲۲۳

التنزیل جلد ۲ صفحہ ۳۲۲ پر لکھا ہے کہ کہولت کے معنی یہ ہیں اس وقت حضرت مسیح کو نبوت کی بشارت دی اور مجاہد کا قول ہے کہ کہل اخت میں اس شخص پر بولا جاتا ہے کہ جسکی جوانی کمال کو پہنچ جائے تفسیر الوجیز صفحہ ۵۳۲...۳۰ سال ہے اور تیں ۳۰ سال کچھ ماہ زمانہ کہولت میں وعظ کر گئے۔

تفسیر عباسی زیر آیت تکلم الناس فی المھد تیس سال۔

تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۶۰۷ تیس سال سے متجاوز حاشیہ شیخ احمد صادی مالکی علی جلالین جلد اصفحہ ۱۵۶ تیس سال تفسیر بحر معراج جلد صفحہ ۳۵۳ تیس سال

تفسیر اکسیر اعظم جلد ۷ صفحہ ۱۴ بچپن میں بوڑھوں کی سی باتیں کرنا مراد ہے تمام امور ہم اپنے خیال میں طے کر چکے صرف حضرت مسیح کو قبر میں داخل کرنا باقی رہ گیا لہذا اب ہم قبر میں داخل کرنیکے بعد اس کے نزول پر بحث کریں گے حضرت مسیح کے نام حسب ذیل اس وقت تک معلوم ہوتے ہیں۔ یوز آصف حضرت مسیح ہی تھے۔

مسیح ابن مریم عیسیٰ مسیح شہزادہ نبی یسوع یوز نبی صاحب یوز آصف یوز دراصل یسوع تھا جو مرور زمانہ سے یوز بن گیا یا دوسری زبان کا لفظ ہونے کی وجہ سے اس میں یہ تبدیلی ہوگی ایسی تبدیلی کوئی نئی بات نہیں اور علمدان اصحاب روزانہ دیکھتے ہیں لندن کو عرب لندرا کہتے ہیں اٹلی اطالیہ تجیر کوتجہ ٹولیدو کوطلیطہ ٹائمی بطلوس قرطبہ کو کارڈہ اندلس کو انیڈیوسیا جبل لطارق کو جبرالٹر تاریخ پڑھنے والے جانتے ہیں یا دو یا چار زبانوں کے جاننے والے اس راز سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ ایک ہی لفظ مختلف شکلیں اختیار کرلیا کرتا ہے۔ اس تمہید کے بعد ہم ایک بڑی پرانی کتاب یعنی اکمالا الداین وتمام العتہ میں جو شیخ سعید ابن جعفر بن علی کی تصنیف لکھا ہے۔

جب یوز آسف نے فرشتہ کا کلام سنا تو خدا تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر پڑا اور کہا میں اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کا مطیع اور ہر وصیت پر کمر بستہ ہوں۔ اے میرے اللہ مجھے حکم دے کہ ... ایک فرشتہ آدھی رات کو جب کہ سب لوگ سو رہے تھے آیا اور اس نے کہا اُٹھو دیر مت کرو۔ پس وہ کھڑا ہو گیا اور چل پڑا اور اپنے راز کو کسی پر افشا نہ کیا سوائے اپنے ایک وزیر کے جو ایک نوجوان اور خوبصورت تھا۔ اس نے کہا اے شہزادہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ اے کامل حکمت کے معلم ہم پر تو مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ہیں اور آپ ہم کو چھوڑ چلے اور اپنے ملک اور ولایت کو ترک کر چلے۔ آپ یہاں ٹھیرے رہیں۔ ہم تو جب سے آپ پیدا ہوئے تھے، بڑی بڑی اُمیدوں اور اعزاز کے اُمیدوار تھے۔ یہ سن کر یوز آسف نے جواب نہ دیا۔ بعد ازاں

کہا کہ تم اپنے بلاد میں ٹھہرے رہو۔ اور اپنے ملک میں لوگوں کو نصیحت کرو۔ میں وہاں جاؤں گا جہاں مجھے حکم ہوا ہے۔ پھر وہ سوار ہو گیا اور چل کھڑا ہوا، جہاں فرشتہ جاتا اُس کے پیچھے یوز آسف جاتا تھا، چلتے چلتے ایک وسیع میدان میں پہنچا۔

اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ جب مسیح ناصری تو فوت ہو گیا۔ اور کشمیر میں دفن ہو گیا۔ اور اس کی قبر شہر سرینگر محلّہ خان یار میں موجود ہے۔ پر احادیث میں جو نزول کا لفظ مسیح کے ساتھ آیا ہے اس کے کیا معنے ہیں۔ پہلی عرض تو یہ ہے کہ نزول مسیح کے ہمراہ کہیں آسمان کا لفظ موجود نہیں۔

نزول مسیح موعودؑ

لفظ نزول کا قرآن وحدیث میں استعمال

پھر نزول کا لفظ محمد ﷺ کی نسبت بھی آیا تو کیا محمد صلی علیہ وسلم بھی آسمان سے نازل ہوئے قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْراً رَّسُولاً يَتْلُوا عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ (الطلاق:۱۱-۱۲) اللہ نے تمہاری طرف ایک عظیم ذکر نازل کیا ہے۔ ایک رسول کے طور پر جو تم پر اللہ کی روشن کر دینے والی آیات تلاوت کرتا ہے۔

اسی طرح لوہے کے متعلق آیا ہے۔ وَأَنزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ (الحدید:۲۶) ہم نے لوہا اتارا جس میں سخت لڑائی کا سامان ہے۔

پھر لباس کے لئے بھی نزول آیا ہے. أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسا (اعراف:۲۷) ہم نے تم پر لباس اتارا ہے

جنگ بدر بھی کیا نازل ہوا تھا اور قرآن شریف میں متعدد جگہ نزل کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ (سورۃ فرقان:۲) جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ (الحجر:۱۰) یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اُتارا ہے

نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ النساء:۱۳۷، اپنے رسول پر اتاری ہے اور اس کتاب پر بھی۔

وَمَا نُنَزِّلُہٗ إِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوم سورۃ الحجر:۲۲ اورہم اسے نازل نہیں کرتے مگرایک معلوم اندازے کے مطابق۔

فَأَنزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ سورۃ توبہ:۴۰ پس اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی۔

وَکَذٰلِکَ أَنزَلْنَاہُ آیَاتٍ بَیِّنَات سورۃ الحج آیت:۱۷ اوراسی طرح ہم نے اسے کھلی روشن آیات کی صورت میں اتارا ہے۔

۱۔کنزل العمال،جلد۲،صفحہ۱۳۲، ۲۔کنزل العمال جلد۲صفحہ۹۵، ۳۔کنزل العمال جلدایک صفحہ ۱۷۸، ۴۔کنزل العمال جلد۱صفحہ۱۶۸، ۵۔کنزل العمال جلد۴صفحہ۱۹، ۶۔کنزل العمال جلد۷صفحہ۵۹، ۷۔کنزل العمال جلد۴صفحہ۱۹، ۸۔فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد۸صفحہ۹۵، ۹۔فتح الباری جلد۳صفحہ ۱۷۴، ۱۰۔مشکواۃ صفحہ۱۷۴، ۱۱۔تاریخ الخلفاء صفحہ۱۵۸

غرضیکہ اس کے علاوہ یہ لفظ ہزاروں جگہ استعمال ہوا ہے مذکورہ بالا مقامات آپ ملاحظہ فرمائیے۔ کہ ان میں پڑاؤ ٹھہرنے بحالت اور درخت سے نیچے اترنے اطمینان نازل ہونے وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اب اندازہ ہوسکتا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم آسمان سے نازل ہوئے تو ضرور اس طرح حضرت عیسیٰ بھی نازل ہونگے۔

دجال کے واسطے بھی نزول کا ہی لفظ استعمال ہوا ہے کنزل العمال جلد۶ صفحہ۲۴۹۔مسند احمد جلد ۲صفحہ۳۳۷۔یا تو یہ بھی مانو کہ دجال بھی آسمان سے نازل ہوگا یا یہ مانو کہ وہ ضرور وہ زمین ہی سے پیدا ہوگا۔

خروج کا بھی لفظ مسیح کی نسبت آیا ہے۔دیکھو کنزل العمال جلد۷صفحہ ۲۶۸۔سک العارف صفحہ ۱۰۔ کنزل العمال جلد۷صفحہ۲۶۸۔دجال کی نسبت بھی خروج کا لفظ آیا ہے

مسلم جلد۲صفحہ۷۷۰مطبع کلکتہ

کنزل العمال جلد۷صفحہ۲۶۵۔کنزل العمال جلد۷صفحہ۲۶۴۔

مبعوث کا لفظ بھی مسیح کے لئے آیا ہے۔چنانچہ دیکھو مسلم جلد۲صفحہ۷۷۰ومسک المعارف صفحہ۱۰۔

ان باتوں سے ظاہر ہوا کہ جس طرح دجال پیدا ہوگا۔اس طرح مسیح بھی پھر ہم یہ بھی ساتھ بتادینا

چاہتے ہیں۔ مقام نزول میں بھی بے حد اختلاف ہے۔ چنانچہ چلو اگر یہ بھی تسلیم کرلیا جائے۔ کہ ضرور نازل ہی ہوگا۔ تو کہاں نازل ہوگا سنو کنزل العمال جلد ۷ صفحہ ۳۱۲ میں ہے۔ کہ وہ دمشق کے قریب شرق کی جانب روشن منارہ پر نازل ہوگا۔

رفیق کی پہاڑی پر نازل ہوگا۔ کنزل العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۸۔

روحا میں اتریگا۔ کنزل العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۷۔

تفسیر روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۲۱۳

بیت المقدس میں نزال ہوگا۔ مرقاۃ المفاتیح جلد ۷ صفحہ ۱۹۷ ہے۔

اردن میں نازل ہوگا۔ مرقاۃ مذکور صفحہ

مسلمانوں کی چھاؤنی میں نازل ہوگا۔ مذکور

کدعہ میں نازل ہوگا۔ جواہر الاسرار صفحہ ۵۶

خانہ کعبہ کی چھت پر نازل ہوگا۔ اب آپ ہی بتائے کونسی بات صحیح ہے۔ چلئے اگر ان تمام مقامات پر اسی ایک وقت میں متعدد آدمی نازل ہو جائیں تو ایک شخص نہیں ہوسکتا۔ اور اگر ان میں سے ایک ہی مقام میں نازل ہو تو لوگ یہ نہیں کہیں گے کہ ہوائی جہاز میں بیٹھ کر کوئی بدمعاش آ گیا۔ اور ہمیں دھوکہ دیتا ہے یا انگریزوں نے ایک آدمی کو مقرر کر دیا اور تمام دمشق یا مکہ کے لوگوں کو اس میں حصہ دار مقرر کر کے اعلان کر دیا تو دوسروں کی تسلی کس طرح ہوسکتی ہے۔ کہ یہ فی الواقع وہی مسیح ہے حلیہ اور لباس وغیرہ کے ساتھ ایک آدمی تیار کرنا کونسی بڑی بات ہے جو حلیہ حدیث میں ہے۔ اس حلیہ کے سینکڑوں آپ کو مل جائیں گے۔ عبداللہ نام کے بیٹے محمد بھی بہت سے مل سکتے ہیں۔ ماں کا نام آمنہ مل سکتا ہے۔ اور جب سازش کی جائے تو کوئی بات ہی نہیں۔

پس دوستو جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہزار ہا پیشگوئیاں موجود ہیں اسی طرح ان کی تکذیب کی گئی۔ اسی طرح امام مہدی کی تکذیب اور استہزا ضروری بات ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر خدا بھی نعوذ باللہ منہا بجسم عنصری دنیا میں آ جائے تو اس کو بھی لوگ نہ مانیں گے۔

امام مہدی کا نام عیسیٰ اِبن مریم رکھنے میں کیا حکمت ہے؟

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ ہم کیوں عیسیٰ اور امام مہدی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو تسلیم کرلیں۔ اور جو احادیث اور خبریں آنیوالوں کے متعلق ہمارے یہاں مسلسل چلی آرہی ہیں۔ ان کے متعلق کیا فیصلہ کیا جائے۔

واضح ہو کہ یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جن کتب میں مسیح کی آمد کا ذکر ہے وہاں لفظ عیسیٰ ابن مریم آیا ہے۔ پھر یہ کیونکر باور کیا جاوے کہ حضرت ابن مریم کے سوا اور کوئی شخص آویگا۔ تو وہ ضرور اور کسی کا ابن کہلائے گا۔ اگر فرض کرلیا جاوے کہ اتفاق حسنہ سے اس کی والدہ کا نام مریم ہی ہوگا تو بھی وہ ابن مریم نہیں کہلائیگا کیونکہ حضرت مسیح کا چونکہ باپ نہ تھا۔ اس لئے وہ اپنی والدہ مکرمہ کے نام سے مشہور کئے گئے جہاں تک ہم نے غور کیا ہے اس کے یہ معنے ہیں کہ جس طرح انسان اپنے بچوں کے نام داؤد وسلیمان یوسف یعقوب ابراہیم رکھ لیتے ہیں۔ اس طرح اگر اس آنیوالے کا نام مسیح یا عیسیٰ رکھ دیا جائے تو اس کی کوئی اصلیت نہیں۔ جیسا کہ کوئی شخص مظہر حسین اپنے لڑکے کا نام رکھے یا مظہر علی رکھے تو وہ دراصل ان بزرگوں کا مظہر نہیں ہوسکتا۔ مگر جس میں اللہ تعالیٰ یہ اوصاف پیدا کردے خواہ محمد عبداللہ عبدالرحمٰن وغیرہ ہی اس کا نام ہو۔ اس طرح خدا جس شخص کا نام مسیح ابن مریم رکھ دے وہی مسیح ابن مریم ہوگیا ہے۔ جیسا کہ قدیم سے قانون چلا آتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ توریت میں میرا نام احید ہے اور زبور میں میرا نام ماحی ہے اور انجیل میں میرا نام احمد ہے۔ شرح زعرقانی علی المواہب صفحہ ۱۷۰

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۶ میں ایک اور حدیث ہے اس میں حاشر بھی آپ کا نام آیا ہے۔ پھر اسی کتاب کے اسی صفحہ میں ایک اور حدیث اسی مضمون کی موجود ہے۔ تفسیر فتوحات الٰہیہ صفحہ ۳۳۷ میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے جو انجیل میں حضرت رسول کریم کی نسبت بشارت دی ہے اور آپ کا نام اس میں درج ہے وہاں آپ نے محمد نام اس لئے نہیں لکھا کہ آپ کا آسمانی نام احمد ہی ہے۔

نیز حاشیہ صاوی مالکی علی الجلالین جلد ۴ صفحہ ۱۹۵۔ اس کی ایک مثال کا لکھ دینا ہم کافی سمجھتے ہیں۔

کہ آسمانی نام ہے ہر ایک نبی کا جو بنایا جاتا ہے کتب اسلام پڑھنے سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہود ونصاریٰ کو یہ نام ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پہچاننے میں ٹھوکر کا باعث ہوا ہے اور ہمیشہ ایسا ہوتا ہے چنانچہ یہودیوں کے نزدیک ابھی تک حضرت مسیح نہیں آئے۔ اور عیسائیوں کے نزدیک ابھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں آئے اور یہودیوں کی طرح یہ غائب وغاسر ہورہے ہیں۔

یہ ہی اعتراض ہوتا ہے کہ نام کا کوئی حرج نہیں یہاں ابن کا لفظ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی ویسی ہی بات ہے جیسا کہ ابن السبیل مسافر کو لکھتے ہیں کیا راستہ کا مسافر حقیقی بیٹا ہوتا ہے۔ کتب سابقہ میں ابن اللہ مسیح کی نسبت آیا ہے اول تو اُن بدبختوں نے حضرت مسیح کو ایک مومن بھی نہیں مانا۔ بعد میں ان اشارات سابقہ کو پڑھ کر بیٹا تک مان لیا۔ اسی طرح خروج باب ۴ آیت ۲۲ میں اسرائیل کو پہلوٹھا بیٹا لکھا ہے۔ پھر لکھا ہے کہ میں اسرائیل کا باپ ہوں۔ یسعیا باب ۳۱ آیت ۹۔ فراہیم میرا پلوٹھا بیٹا ہے۔ یرمیاہ باب ۳۱ آیت ۹۔ تو معلوم ہوا کہ یہ اشارات ہیں اور بلحاظ صفات ایک شخص کو دوسرے کے نام سے پکارا جانے کا بھی قاعدہ ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں مریم کو ہارون کی بہن فرمایا ہے۔ یَـا أُخْـتَ هَـارُونَ (سورۃ مریم:۲۹) اے ہارون کی بہن!

بخاری مطبوعہ مصر صفحہ ۶۰۵ میں ایک طویل واقعہ لکھا ہے اور اس میں ابوسفیان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ابی کبشہ اور ہرقل کو مصر کا بادشاہ کہتا ہے۔ رسالہ آسیہ مطبوعہ محبوب المطابع میرٹھ صفحہ ۱۷ میں حضرت خواجہ نقشبند نے کشف میں حضرت شیخ یعقوب چرخی رحمتہ اللہ علیہ کو زید بن حارث کہہ کر مخاطب کیا ہے۔

شاہ نیاز احمد بریلوی اپنے دیوان میں فرماتے ہیں مریم کا بیٹا عیسیٰ میں ہوں

ےاحمد ہاشمی منم عیسیٰ مریم منم
من نہ منم نہ من من ام

اسی طرح حضرت معین الدین اجمیری اپنے دیوان کے صفحہ ۱۶ میں فرماتے ہیں

ومبدم روح القدس اندر بمعنی سیدہد
من نمیدانم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

جب آپ کسی کو شیر۔ افلاطوں جالینوس، مسیح الزمان وغیرہ خطاب دید یتے اور عیسیٰ، موسیٰ، مریمؑ فاطمہ بھی نام رکھ لیتے ہیں۔ تو اگر اللہ تعالیٰ ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی کا نام عیسیٰ ابن مریم رکھ دیتا تو آپ کو کیوں ناگوار گزرتا ہے ؎

ہر شریری النفس کو یہ کہدے   کیوں مسیحا غلام احمد ہے

ممکن ہے اسقدر سمجھانے پر بھی کوئی صاحب فرمانے لگیں کہ اگر مشابہت مراد تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے مشابہت نہیں لکھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص مذکورہ بالا مثالیں پیش کرکے اور ان واقعات کو خلاف واقعہ بیان کرکے حضرت رسول کریمؐ پر اعتراض کرے کہ ان کا نام تو محمدؐ تھا۔ احمدؐ نہیں تھا اس وقت جو کچھ آپ اس کو جواب دینگے وہی ہمارا جواب سمجھ لیں مگر خیر ہم قرآن میں بھی ایسی مثالیں دکھا کر اتمام حجت کئے دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو لوط اور نوح کی بیوی کہا ہے اور مومنوں کو آسیہ فرعون کی بیوی اور مریم بنت عمران کہ کر خطاب کیا ہے۔ مشابہت نہیں دی۔ جیسا کہ

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَأَةَ نُوحٍ وَامْرَأَةَ لُوطٍ (سورۃ تحریم:۱۱)

اللہ کافروں کی حالت نوح اور لوط کی بیویوں کی مانند بیان کرتا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلاً لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا امْرَأَةَ فِرْعَوْنَ (سورۃ تحریم:۱۲)

اور مومنوں کی حالت اللہ فرعون کی بیوی کی مانند بیان کرتا ہے۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْ (سورۃ تحریم:۱۳)

اور پھر اللہ مومنوں کی حالت مریم کی طرح بیان کرتا ہے جو عمران کی بیٹی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ کو رسول کریمؐ نے حضرت میکائیل اور ابراہیمؑ کا مثیل یا بروز قرار دیا ہے۔ دیکھو کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۱۴۴۔ فرمایا رسول کریمؐ نے جو کوئی ابراہیمؑ کو دیکھنا چاہیے ابوبکرؓ کو دیکھ لے اور جو

نوح ؑ کو دیکھنا چاہے وہ عمرؓ اور جو ادریس ؑ کو دیکھنا چاہے، عثمانؓ کو جو یحییٰ کو دیکھنا چاہے علیؓ کو دیکھ لے پھر فرمایا وجبہ کلبی جبرائیل اور عروۃ بن مسعود ثقفی عیسیٰ بن مریمؑ عبدالعزیٰ دجال کے مشابہ ہے۔ دیکھو کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۳۔ جس قدر انبیاء گزرے ہیں ان میں سے ہر ایک کا مثیل میری امت میں ہمیشہ موجود رہتا ہے۔ جیسا ابراہیم کا مثیل ابوبکرؓ اور موسیٰ کا عمرؓ اور میرا علیؓ اور جس نے حضرت عیسیٰ کو نہ دیکھا وہ ابوذر غفاریؓ کو دیکھ لے دیکھو کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۱۹۳۔

ممکن ہے کہ آپ خیال فرمائیں کہ ان بزرگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص صفت میں ان کے برابر ہونے کی وجہ سے مثیل کہا ہے تو مرزا صاحب قبلہ میں ایسی کونسی صفت تھی جو ابن مریم کے مثیل قرار دئے گئے اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ان صفات کا بیان کرنا ہمارا فرض نہیں خدا سے دریافت کرو۔ یا لڑو جس نے ان کو بلا وجہ ان کا مثیل اپنے الہام میں قرار دیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں بھی خبر دی مگر تا ہم کچھ نہ کچھ تو آپ کے آگے پیش کر ہی دیتے ہیں سنیے!

جس طرح حضرت مسیح ناصری بنی اسرائیل کے انبیاء خاتم نبوت تھے ایسے ہی مسیح محمدیؑ امت محمدیہ کے خاتم ولایت ہیں۔ جس طرح مسیح ناصری حضرت موسیٰ سے چودھویں صدی میں آئے اسی طرح مسیح محمدیؑ رسول کریمؐ سے چودہویں صدی میں آئے۔ جس طرح مسیح ناصری نے کوئی جنگ وجدل نہ کیا۔ اسی طرح مسیح محمدی نے بغیر جنگ کے تبلیغ کی۔ جس طرح مسیح ناصری پر کفر کا فتویٰ لگایا اسی طرح مسیح محمدی پر بھی لگا۔ جس طرح مسیح ناصری کے علماء صلیب کے در پے ہو گئے اسی طرح مسیح محمدی کے بھی پیچھے پڑے۔ جس طرح مسیح ناصری کی مخالفت کائفیس سردار کاہن نے کی ہے اسی طرح مسیح محمدی کی محمد حسین بٹالوی سردار اہل حدیث نے اقدام قتل کے جھوٹے مقدمہ میں مخالفت کی۔ جس طرح حضرت مسیح ناصری کے وقت میں امن پسند سلطنت تھی ایسی ہی مسیح محمدی کے وقت میں بھی انصاف پسند حکومت موجود تھی۔ جس طرح مسیح ناصری کی نسبت جھوٹی مخبریاں مولویوں نے گورنمنٹ سے کیں اسی طرح مسیح محمدی کے دشمن مولویوں نے یہ کام سرانجام دیا۔ جسطرح مسیح ناصری کو زبردستی عدالتوں میں جانا پڑا اسی طرح مسیح محمدی کو بھی۔

جس طرح مسیح ناصری نے سیاحت کی اسی طرح سیاحت کی مسیح محمدی کے حواریوں نے۔ جس طرح

مسیح ناصری کی نسبت حاکم نے کہا کہ میں اس کو بے قصور پاتا ہوں۔ اسی طرح محمدی مسیح کو سر ڈگلس نے کہا۔ جس طرح مسیح ناصری تمام الزامات سے بری کئے گئے اسی طرح مسیح محمدی بھی بری قرار دیے گئے۔ جس طرح مسیح ناصری کے مرید تمام غریب ہوئے تھے اسی طرح مسیح محمدیؑ کے بھی۔ جس طرح مسیح ناصری کے دشمن نامراد رہے اسی طرح مسیح محمدیؑ کے بھی۔ جس طرح مسیح ناصری نے غلطیاں نکالیں اسی طرح مسیح محمدیؑ نے کیا۔

جس طرح مسیح ناصری نے الیاس کا نزول روحانی ثابت کیا اسی طرح مسیح محمدی کو بھی خدا نے موت کی خبر دی۔ جس طرح مسیح ناصری کو بشارت دی کہ تیرے منکروں پر تیرے تابعین قیامت تک غالب رہینگے اسی طرح مسیح محمدی کو یہ بشارت دی۔ جس طرح مسیح ناصری کے وقت یہودی سلطنت کا زوال تھا۔ ایسا ہی مسیح محمدی کے وقت اسلامی سلطنت کو ختم کر دیا گیا تھا۔ جس طرح حضرت مسیح ناصری موسیٰ کے عظیم الشان تیرہویں خلیفہ تھے۔ ایسے ہی مسیح محمدی رسول کریم کے۔ جس طرح مسیح ناصری کی پیدائش ایک ظالم بادشاہ ہیروڈ ایس کے زمانہ میں ہوئی اسی طرح مسیح محمدی کی خونخوار سکھ سلطنت میں۔

جس طرح مسیح ناصری کے ساتھ روح القدس تھی۔ اسی طرح مسیح محمدی کے ساتھ روح القدس۔

امام مہدی کن میں سے ہوگا

نزول اور ابن مریم کا تو فیصلہ ہوگیا۔ اب مِنکُم کا سنیئے اِذَا نَزَلَ ابنِ مَریَمَ فِیکُمق وَاِمَامُکُم مِنکُم یعنی ابن مریم نازل ہوگا تم میں اور تم ہی میں سے امام ہوگا۔ مِنکُم کے معنے ایک تو یہ ہیں کہ وہ مسلمانوں میں ایک ہوگا۔ بخاری جلد دوم پارہ ۱۳ کتاب بدء الخلق صفحہ ۳۵۴ باب نزول مسیح۔ دوسرے یہ ہیں کہ صحابہ میں سے کسی کی اولاد میں ہوگا۔ ہم میں سے نہیں۔ کہا (فاطمی یا قریشی) بلکہ حاضرین کو کہا جو صحابہ تھے کہ تم میں سے ہوگا۔ آؤ اب ہم یہ دیکھیں کہ صحابہ میں سے کس کی اولاد ہوگا۔

وَاٰخَرِینَ مِنہُم لَمَّا یَلحَقُوا بِہِم (سورۃ جمعہ:۴) اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔

کی جب ہم تفسیر دیکھتے ہیں تو اس کے ساتھ رسول کریمؐ کا یہ قول ملتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ تو آنحضورؐ نے سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ وہ لوگ ان میں سے ہوں گے کہ اگر ایمان ثریا میں چلا جاوے تو واپس لے آئینگے۔ اس حدیث پر مسلم اور بخاری نے بھی اتفاق کیا۔ پھر اس کی تائید میں دیگر روائیتوں کی ایک حدیث معالم تنزیل صفحہ ۹۰۴ میں درج ہے۔ پھر کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۶ کتاب الدہر میں ایک فرقہ نصریہ کا عقیدہ لکھا ہے کہ غیب سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور باطن سے مراد حضرت علیؓ ہیں۔ اور دروازہ اس کا سلمان فارسیؓ ہیں۔ فرقہ نصیریہ کا دوسرا نام علی الہیان بھی ہے۔ تاریخ سرجان لکھم میں انکا ذکر ہے۔ اور مرزا غالب بھی نصیریہ یا علی الہیان تھے فارسی دیوان میں اس مضمون کے اشعار موجود ہیں چنانچہ غالب لکھتے ہیں۔

غالب نام آورم نام و نشاں مپرس ھم علی اللہیم و علے اللہیم منصور فرقہ علی الہیان سنم آوازۂ انا اسد اللہ بر افگنم

غرضیکہ ایک مشہور فرقہ کا یہ عقیدہ ہے۔ خواہ کتنا ہی کم شہرت یافتہ ہو۔ مگر اب حضرت اقدس مرزا صاحب کے ظہور سے حضرت سلمان فارسیؓ کا دروازہ ہونا کسقدر ایمان کو ترقی اور تازگی بخشنے والا ہے جن لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کی تصانیف دیکھی ہیں وہ اس سے بیحد لطف حاصل کرسکیں گے۔

اس مضمون پر ہم کچھ لکھنا بیکار سمجھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اہل فارس ہیں۔ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب خاندان برلاس سے ہیں۔ کہ علماء متقدین نے اس حدیث پر جو اختلاف کیا ہے وہ کیا ہے۔ سو واضح ہو کہ حضرت امام ابوحنیفہ کے متعلق بعض کا خیال ہے اس حدیث کے مصداق وہ تھے۔ اس لئے ہم ایک موٹی سی دلیل اس پر دیتے ہیں۔ کہ وہ آخرین میں نہیں ہیں۔ دوسرے اس وقت ثریا میں ایمان نہیں چلا گیا تھا۔ بلکہ آخر زمانہ میں چلا گیا ہے۔ امر واقعہ یہ ہے اس لئے دلائل لکھنے بیکار ہیں۔

اگر آپ یہ فرمائیں کہ ہم نے تو یہ سنا ہے کہ امام مہدی اہل بیت سے ہوگا تو ہم کہیں گے کہ مرزا صاحب ہی اہل بیت ہیں۔ سنئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان ہمارا اہل بیت سے ہے۔ دیکھو کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۱۷۶۔ دوسری حدیث: انصار کہتے ہیں کہ مسلمان ہم میں سے ہے اور مہاجر

کہتے ہیں کہ مسلمان ہم میں سے ہے دیکھو فصل الخطاب صفحہ ۱۴۸ مصنفہ خواجہ محمد پارسا۔

جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان ہمارا اہل بیعت ہے تو اللہ تعالیٰ نے اہل بیعت کے حق میں فرمایا کہ ہم نے اہل بیعت کو ہر قسم کی ناپاکی اور گندگی سے پاک کر دیا۔ دیکھو فصل الخطاب صفحہ ۶۴۳۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات کا ہو تو ہم یہ ثابت کرنے کیواسطے تیار ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام کے قول سے میں آپ کو بتاتا ہوں کہ کس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیمؑ کی اولاد تھے اسی طرح اہل فارس بھی۔

حضرت ابراہیم کی اولاد تھے۔ چنانچہ حاکم نے اپنی تاریخ میں ابن عمر سے ایک روایت نقل کی ہے کہ اہل فارس حضرت اسحٰق کی اولاد ہیں دیکھو کنزل العمال جلد صفحہ ۲۱۵۔ حدیث دوم ابن عباسؓ سے اسی مضمون کی ایک حدیث اور کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۲۶۴ میں موجود ہے۔ پھر ایک اور حدیث ہے جس میں لکھا ہے کہ اہل فارس میں سے جو مسلمان ہوگا وہ قریش میں شمار کیا جائے گا۔ کنزل العمال جلد ۶ صفحہ ۲۱۵۔

اب آپ، قَالَ إِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ إِمَاماً قَالَ وَمِن ذُرِّیَّتِی قَالَ لاَ یَنَالُ عَهْدِی الظَّالِمِینَ (سورة البقرة: ۱۲۵) تو اس نے کہا میں یقیناً تجھے لوگوں کے لئے ایک عظیم امام بنانے والا ہوں۔ اس نے عرض کیا اور میری ذریت میں سے بھی۔ اس نے کہا (ہاں مگر) ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچے گا۔

جو قرآن شریف میں انبیاء کے لئے مخصوص کیا ہے کہ ابوالانبیا حضرت ابراہیم کی اولاد سے انبیاء ہوا کرینگے کے اصول پر کہہ لو کہ کہرے ہیں کہ نہیں۔ بعض آدمی یہ کہیں گے کہ امام مہدی پھر کہاں ہیں؟ تو میں ان کو یہ بھی بتائے دیتا ہوں کہ امام مہدی اور حضرت عیسیٰ دو علیحدہ شخص نہیں بلکہ ایک ہی شخص کا نام ہے اور اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے چنانچہ ملاحظہ فرمایئے سنن ابن ماجہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۷ جلد ۲۔ ابن ماجہ نے یونس ابن عبدالاعلیٰ سے اس نے محمد بن ادریس سے اس نے محمد بن خالد جنیدی سے اس نے ابن صالح سے اس نے حسن سے اس نے انس بن مالک سے سنا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہر کام میں شدت بڑھ جائیگی اور دنیا میں خرابی سے آدمیوں میں بدبختی پھیل جائیگی۔ اور قیامت شریر آدمیوں پر قائم ہوگی۔ اور مہدی سوائے عیسیٰ ابن مریم کے کوئی نہیں۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۸۵ پر لکھا ہے حسن بصری کا

قول ہے عیسیٰ اور مہدی ایک ہی شخص کا نام ہے۔ اسی طرح مسند امام احمد حنبل صفحہ ۴۱۱ جلد ۲ یں موجود ہے۔ تاریخ ابن خلدون جلد ا صفحہ ۳۲۷ پر ہی لکھا ہے۔ کتاب مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۳۸۵ میں بھی۔ علامہ احمد مقری مغزلی مالکی اپنی تفسیر نفح الطیب جلد ۳ صفحہ ۱۸۶ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابن مریم ضرور تم میں نازل ہوگا۔ جو تم میں سے ہوگا۔ مسیح علیہ السلام کا امام ہم میں سے ہونا اس لئے ضروری ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا صادق آیا۔ اس میں یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ باہر کا کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اب اگر کوئی آئیگا تو ہم میں ہی سے آئیگا یعنی امت محمدؐ یہ میں سے اور امت محمدؐ یہ میں نبی آنا مانع خاتم نبوت نہیں۔

اب ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ مہدی کے مسئلہ میں کہ عظیم الشان اختلاف ہے۔ کنزل العمال جلد ۷ صفحہ ۲۵۹ میں لکھا ہے۔ کہ فاطمہ کی اولاد سے مہدی ہوگا۔ مشکواۃ صفحہ ۴۷۱ پر لکھا ہے حسن کی اولاد سے ہوگا۔ نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۹۳ پر لکھا ہے۔ کہ حسین کی اولاد سے ہوگا۔ حج الکرامہ صفحہ ۳۵۶ پر لکھا ہے کہ باپ حسینی ماں حسنی ہوگی۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۷ میں لکھا ہے کہ اہل بیت سے ہوگا۔ کسی کی تخصیص نہیں۔ تاریخ الخلفا صفحہ ۱۰۰ پر لکھا ہے بنی امیہ سے ہوگا۔ حج الکرامہ صفحہ ۳۵۶ پر لکھا ہے کہ بنی عباس سے ہوگا۔ کنزل العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۶ پر لکھا ہے تمام اہل مکہ قریش ہیں اور ان میں سے کسی کی اولاد سے ہوگا۔

حج الکرامہ صفحہ ۳۵۶ علی اور عباس دونوں سے ملی جُلی نسل سے ہوگا۔ اثار القیامہ صفحہ ۳۶۱ پر لکھا ہے۔ کہ صرف اُمت محمدیہ میں سے ہوگا کسی کی تخصیص نہیں۔ جواہر الاسرار میں لکھا ہے کہ ایک شخص نہیں بلکہ متعدد اصحاب کا نام مہدی ہے۔

امام مہدی کا نام کیا ہوگا؟

اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۱ پر لکھا ہے کہ مہدی کا نام محمدؐ ہوگا۔

کنزل العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۲ پر لکھا ہے کہ اس کا نام محمدؐ بن عبداللہ ہوگا۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۵۸ پر لکھا ہے کہ اس کا نام عیسیٰ ہوگا۔

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر لکھا ہے اس کا نام عمر ہے۔

غایت المقصو د صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے کہ اس کا نام جعفر ہے۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اس کا نام اسمٰعیل ہے۔

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ اس کا نام عسکری ہے۔

پھر اسی کتاب میں لکھا ہے کہ اس کا نام موسیٰ کاظم ہے۔

غایت المقصو د میں لکھا ہے کہ اس کا نام عبداللہ ہے۔

سیف المسلول میں لکھا ہے کہ اس کا نام یحییٰ ہے۔

کنزل العمال جلد ۸ صفحہ ۲۶۲ میں مہدی کے باپ کا نام عبداللہ ہے۔

تاریخ الخلفاء صحہ ۱۸۵ پر لکھا ہے اس کے باپ کا نام منصور ہوگا۔

پھر اسی مضمون پر لکھا ہے کہ عبدالعزیز ہے۔ پھر اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز مہدی تھا۔
پھر اسی صفحہ پر حسن بصری کا قول درج ہے سوائے عیسیٰ بن مریم کے کوئی مہدی نہیں۔

ابن خلکان جلد ۳ صفحہ ۲۱ پر اس کے باپ کا نام حنیفہ ہے۔

غایت المقصو د صفحہ ۳۰۸ پر اس کے باپ کا نام زین العابدین ہے۔

حسن جعفری حسین، علی، نقی، اسمعیل، عمر بھی بعض نے اس کے باپ کے نام لکھے ہیں۔ اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۲ پر لکھا ہے کہ تھامہ ایک گاؤں ہے۔ وہاں نکلے گا۔ ابوداؤد جلد ۴ صفحہ ۸۸ پر لکھا ہے کہ مکہ میں ہوگا پھر اسی جگہ لکھا ہے کہ مدینہ میں ہوگا۔ حج الکرامہ صفحہ ۳۵۸ پر لکھا ہے خراسان کی طرف سے ہوگا۔

ابونعیم اور امام سیوطی نے لکھا ہے کہ قحطان سے پیدا ہوگا۔ کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۶ (جس طرح چراغ سورج سے نکلا ہے۔ اسی طرح قحطان قادیان سے اگر ہم کہیں تو کیا حرج ہے؟)

جواہر الاسرار صفحہ ۵۶ حج الکرامہ صفحہ ۳۶۱ پر حدیث درج ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مہدی ایک گاؤں سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہے۔ اور وہ ہمیشہ اللہ پر سچ بولے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اُسی کے واسطے ملک کے کناروں سے لوگ جمع کرے گا۔ جن کی تعداد اصحاب بدر کے برابر ہوگی ۳۱۳ اور اس کے پاس ایک کتاب بھی چھپی (مطبوعہ حدیث کا لفظ ہے مختومہ) ہوئی ہوگی۔ جس پر اُس

کے احباب کے نام اور سکونت لکھی ہوئی ہوگی۔

آج دنیا کے کسی طبقہ میں کدعہ نام کا کوئی گاؤں نہیں۔قادیان کے اطراف واکناف میں قادیان کوکدی بولتے ہیں جس کا فصیح و بلیغ قادیان بنالیا گیا ہے دوسرے پنجاب میں ق ادا کرنا ہی نہیں جانتے ک ہی ادا کیا کرتے ہیں۔اوراس گاؤں میں نہ ریل ہے نہ تار بلکہ پختہ سڑک بھی نہیں۔پھر بھی رسول کریم کے ارشاد کے مطابق ملک کے کناروں سے لوگ آ کر جمع ہو گئے۔اور کتاب جب شائع ہوئی۔اس پر معہ سکونت اسی قدر نام درج تھے۔اور اسوقت مرزا صاحب کا دعویٰ بھی نہ تھا۔مرزا صاحب کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مجھے خدا مسیح ابن مریم کا خطاب دیگا۔اور طرفہ یہ کہ لوگوں کی سنی سنائی بات بھی براہین احمدیہ میں آسمان پر ہی مسیح ابن مریم کو مانا ہے یہ میرا ذوق ہے۔

اقتراب الساعۃ صفحہ ۶۲ میں لکھا ہے بلاء مغرب سے پیدا ہوگا۔نجم الثاقب جلد ا صفحہ ۵۶ میں کہا ہے مشرق کی طرف سے نکلے گا۔شمال سے جنوب کو آئیگا۔مدینہ میں پیدا ہوں گے اور بیت المقدس کو ہجرت کرینگے۔دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۴۵۔نہر کے اس پار سے آئیگا۔نجم الثاقب جلد ۲ صفحہ ۱۸۲ حجاز سے آئیگا حج الکرامہ صفحہ ۳۵۸ (قادیان نہر کے پار ہے)

ظہور مہدی کب ہوگا

۹۵ ۹۹ سنہ ۲۰۰ سنہ ہجری میں پیدا ہوگا۔ہدیہ مہدیہ صفحہ ۶۸ پھر صفحہ ۸۱ پر لکھا ہے۔سنہ ۲۰۴ میں ہوگا۔ابن خلدون جلد ایک صفحہ ۲۷۱ ۲۸۳ سنہ میں ہوگا۔اسی مضمون پر لکھا ہے۔ ۳۴۳ سنہ میں ہوگا۔سنہ سیون کا اعتقاد ہے۔کہ ۱۳۳۰ سنہ ھ۔حسن نظامی کے رسالوں میں ۱۳۴۰ سنہ ھ۔رسالہ برہان مولوی محمد سبطین صفحہ ۴۵ پر ۱۳۳۰ سنہ ھ نعمت اللہ ولی تین ورے سال چون گزشت از سال دوران نامدارمی بنیم یعنی تیرہ سو سال کے بعد پیدا ہوگا۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی چراغ دین، تاریخ بتاتے ہیں۔

غرضیکہ ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے کس کو سچا مانا جائے۔اور کس سے انکار کیا جائے بقول شخصے نگلو تو کوڑ ہی اُگلو تو کلنگی۔

دو گونہ رنج وعذاب است جان مجنون را

بلائے فرقت لیلیٰ و صحبت لیلیٰ

سر سیّد احمد نے ایک رسالہ اس پر لکھا ہے جس میں لکھتا ہے کہ جس کو سلطنت کی ضرورت ہوتی وہی حدیثیں تراش کر پھیلا دیتا تھا۔ پھر علامہ ابن خلدون نے اپنی تاریخ کے مسئلہ میں مہدی کی احادیث کا مفصل ذکر کیا ہے۔ اور ہر حدیث کو مجروح اور مخدوش قرار دیا ہے۔ اس کو پڑھ کر ان کے موضوع ہونے میں کچھ کلام نہیں رہتا پھر حضرت امام مالک جو مدینہ کے رہنے والے تھے اور بہت سے صحابہ کو جنہوں نے دیکھا تھا۔ انہوں نے اپنی کتاب میں امام مہدی کا قطعی ذکر نہیں کیا۔ بھلا یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ اتنا بڑا امام اور سب سے پہلے حدیث کا جمع کرنے والا اس اہم مسئلہ کا ذکر تک نہ کرتا۔ پھر قرآن کے بعد صحیح تسلیم کی جانیوالی کتاب بخاری اور اس کے بعد مسلم میں سوائے مسیح ابن مریم کے امام مہدی کا ذکر تک نہیں ملتا۔ احادیث کی تاریخ سے آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ کتنے عرصہ کہ بعد یہ لکھی گئی ہیں۔ اس لئے ان میں بہت کچھ رطب و یابس کا احتمال ہے۔

حدیث ضبط تحریر میں کب آئی؟

اب ہم ذیل میں احادیث کی فہرست دیتے ہیں اور دکھاتے ہیں کہ حدیثوں کی کتابیں کب لکھی گئیں اور کن کن بزرگوں نے اس اہم کام کو اپنے ذمہ لیا۔ واضح ہو اگر سب سے اول کتاب حدیث جو بعد کلام اللہ دنیا میں چہرہ نما ہوئی ہے۔ وہ بالاتفاق موطاء امام مالک ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ امام مالکؒ، سنہ ۹۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ اور ان کا انتقال ۱۷۹ھ ہجری میں ہوا۔ ان کو صرف چند صحابہ سے اتفاق ملاقات ہوا۔ کیونکہ جب اُن کو حدیث کے جمع کرنے کا خیال ہوا تو ایک صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ اور جس قدر احادیث انہوں نے موطا میں درج فرمائی ہیں۔ وہ بمقابلہ ان احادیث کے جو صدی یا دو صدی بعد جمع ہوئیں بہت ہی تھوڑی ہیں۔

بعض کا یہ خیال ہے کہ سب سے پہلی کتاب جو علم حدیث میں تدوین ہوئی۔ وہ ابن جریح کی

کتاب ہے۔اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے ربیع بن صبیح نے بصرہ میں کتاب حدیث لکھی مگر عام کا اتفاق اس بات پر ہے کہ سب سے پہلے موطا امام مالک ہی لکھی گئی۔

ذیل میں ہم ایک نقشہ دیتے ہیں۔جس میں نام کتاب و مصنف و تاریخ وفات درج ہوگی۔ ناظرین کو یک جائی نظر کرنے سے پتہ لگ جائے گا۔کہ کس قدر بعد زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتابیں جمع ہوئیں۔

نمبر	نام کتاب	نام مصنف	تاریخ وفات مصنف
۱	موطا امام مالک	امام مالک ؒ	۱۷۹ہجری
۲	مسند ابوداؤد طبالسی	ابوداؤد طیاسی	۲۰۴ہجری
۳	مسند الحمیدی	امام ابوبکر عبداللہ بن الترابین حمیدی	۲۱۹ہجری
۴	سنن سعید بن منصور	حافظ سعید بن منصور الخراسانی	۲۲۷ہجری
۵	مسند مستدد	ابوالحسن مسند دین سرہد	۲۳۸ہجری
۶	مسند اسحاق بن راہویہ	امام حافظ ابویعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلا خیطلی ہروزی	۲۳۵ہجری
۷	مصنف ابن ابی شیب	ابن ابی شیبا	۲۳۵ہجری
۸	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن قیس	۲۴۱ہجری
۹	نوادر الاصول	بن شہر الموذن الحکیم الترمذی	۲۵۵ہجری
۱۰	سنن دارمی	امام الحافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	۲۵۵ہجری
۱۱	صحیح بخاری	حضرت امام الحافظ ابوعبداللہ محمد بن اسمعیل الجعفی البخاری رحمتہ اللہ	۲۵۶ہجری

۱۲	صحیح مسلم	حافض البوالحسن مسلم بن الحجاج القیشری المنیشا پوری	۲۶۱ ہجری
۱۳	سنن ابن ماجہ	ابی عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ قزوینی	۲۷۳ ہجری
۱۴	زیارات عبداللہ بن احمد	عبداللہ بن احمد	تیسری صدی میں
۱۵	سنن ابوداؤد	سلیمان بن اشعب بستانی	۲۷۵ ہجری
۱۶	جامع ترمذی	حافظ ابوعیسیٰ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۷۹ ہجری
۱۷	سنن نسائی	حافظ ابوعبدالرحمٰن حمٰن بن شعیب	۳۰۳ ہجری
۱۸	کتاب الکنی	النسائی ابوحاکم نیشاپوری	چوتھی صدی میں
۱۹	مسند ابویعلی	ابویعلی احمد بن علی	۳۰۷ ہجری
۲۰	کافی کلینی	امام محمد بن یعقوب کلینی	۳۲۰ ہجری
۲۱	اعتدال القلوب	شیخ ابوبکر محمد بن جعفر بن محمد الخراطی السامری	۳۲۷ ہجری
۲۲	مسند ابی بکر بن ابی شیبا	حافظ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد کوفی	۳۳۵ ہجری
۲۳	مسند ابی حمید	ابومحمد عبد بن حمید الکیشی	۳۴۹ ہجری
۲۴	معجم ابن قانع	حافظ ابوالحمین عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بغدادی	۳۵۱ ہجری
۲۵	صحیح ابن جنان وسنن ابن جنان	ابوحاتم محمد بن حبان البشی	۳۵۴ ہجری
۲۶	العظمیۃ ابی الشیخ	حافظ ابوعبداللہ محمد بن محمد جعفر البستی	۳۵۴ ہجری

۲۷	المعجم الکبیر	حافظ امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد البطرانی	۳۶۰ ہجری
۲۸	المعجم الاوسط	,,	,,
۲۹	المعجم الصغیر	,,	,,
۳۰	سنن وعمل الیوم واقیل	حافظ احمد بن محمد المعروف باابن سنی الدبنوری	۳۶۴ ہجری
۳۱	کامل ابن محمدی	ابواحمد عبداللہ بن محمد المعروف باابن عدی البحرھانی	۳۶۵ ہجری
۳۲	سنن دارقطنی وافراد دارقطنی	امام الجتہ ابوالحسن علی بن عمر المعروف بحافظ بغدادی	۳۸۵ ہجری
۳۳	الخواب الایمان	ابی عبداللہ حین بن حسن الحلیمی الشافعی	۴۰۳ ہجری
۳۴	مستدرک	الشیخ ابن عبداللہ محمد بن عبداللہ المعروف بالحاکم منیشاپوری	۴۰۵ ہجری
۳۵	فضائل صحابہ ابونعیم	ابونعیم احمد بن عبداللہ اصحانی	۴۳۰ ہجری
۳۶	سنن الکبیہ للبیہقی	ابی بکر احمد بن حسین بن علی الخزوجروی البیہقی	۴۵۸ ہجری
۳۷	الصلوٰۃ المروزی البجلا وتاریخ	امام ابومظفر منصور بن محمد المروزی ابوبکر یحییٰ ابن علی	۵۰۰ ہجری
۳۸	دمشق للخطیب	الادیب	۵۰۲ ہجری

۳۹	تاریخ ابن مساکر	حافظ ابوالحسن علی بن حسین المعروف بابن عساکر	۵۷۱ہجری
۴۰	مختارۃ الضیاء القدسی	حافظ ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد المقدسی الحنبلی	۶۴۲ہجری
۴۱	سنن لوذی	امام الحافظ ابوذکریایایحیٰ	۶۷۶ہجری
۴۲	طبقات ابن سعید	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ہجری
۴۳	مسند احمد بن یمنع	احمد بن یمنع	بعد صدی دوم
۴۴	مسند ابی نصر الدیلمی	ابونصر الدیلمی	,,
۴۵	ابانہ جزی	ابونصر عبداللہ بن سعید بن حاتم الجزی	,,
۴۶	مسند امام شافعی	امام محمد ادریس شافعی	۲۰۴ہجری
۴۷	امالی	ابوالقاسم حسین بن ہیت دین صہری	
۴۸	مسند الشہاب	امام الشحاب قضائی	
۴۹	قضاء الاجوائد ابن ابی الدینا	ابوبکر عبداللہ بن محمد عبید بن ابی المنجا	
۵۰	مصنف عبدالرزاق	امام عبدالرزاق	
۵۱	ضعفاء عقیل	عقیل	
۵۲	الترغیب فی الذکر	ابن شاہین	
۵۳	موطا امام محمد	امام محمد	آخری صدی
۵۴	مسند الفردوس ویلمی	ابی نصر الدیلمی	

۵۵	معجم النبوی	عبداللہ بن محمد عبدالعزیز البغوی	
۵۶	نوایدسمویہ	الحافظ سمویہ	

سب احادیث متذکرہ بالا کے دیکھنے سے واضح ہے کہ دوسری صدی کے آخیر میں صرف ایک دو کتابیں مرتب ہوئیں باقی جس قدر کتابیں ہیں وہ سب بعد میں لکھی گئیں۔جن کی میعاد تحریر بھی صدی تک پہنچتی ہے۔ پس ایسی حالت میں کیوں کر بلا تحقیق قابل تسلیم ہوسکتی ہیں۔اور یہ امر بھی خود علماء دین پر مخفی نہیں۔کہ کثیر التعداد کتب احادیث کی موجودگی میں اہل سنت والجماعت کے نزدیک صرف چھ کتابیں جو صحاح ستہ کے نام سے نامزد ہیں۔قابل اعتماد ٹھہرائی گئی ہیں۔اور پھران میں بھی مدارج اور مراتب کہی گئی ہیں۔سب سے مقدم صحیح بخاری رکھی گئی ہے۔بعد میں صحیح مسلم اور پھر سنن ابوداؤد اور پھر ترمذی اور پھر باقی کتابیں۔ان مراتب کا قائم کرنا خود اس بات پر دلالت ہے کہ صحیح بخاری کی حدیثوں کے مقابلہ میں باقی کتابوں کی حدیثیں اعتبار کے درجہ سے گری ہوئی ہیں۔ورنہ مدارج چہ معنی وادر اور پھر باوجود اس کے بعض علماء صحیح بخاری کی احادیث کی نسبت بھی زبان اعتراض کھولتے ہیں۔جب ایسی حالت ہے تو ان تمام جھگڑوں اور فساد سے بچنے کے لئے بجز اسکے اور کیا صورت ہوسکتی ہے۔کہ قران کریم کو حاکم اور معیار قرار دیا جائے۔اور جو حدیث قران شریف کی کسوٹی پر چڑھ کر صحیح اور درست ثابت ہو۔اسکو قبول کیا جائے۔باقی کو ترک کیا جائے۔یا جن احادیث کو خدا اور رسول علیہ السلام کا مقرر کردہ حکم صحیح قرار دے اس کو درست مان لیا جائے۔ یا جن احادیث کو موضوع اور ضعیف ٹھہرائے۔اس کو رد کیا جائے۔

ہاں ایک بات اور بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ حدیث کی صحت اور سچائی پر اس سے زیادہ یقینی اور قطعی گواہی ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔کہ اگر وہ حدیث کسی پیشن گوئی پر مشتمل ہے اور وہ پیشن گوئی ہو بہو صفائی کے ساتھ پوری ہوجائے۔جس طرح حدیث میں مذکور تھی۔تو وہ لاریب صحیح اور سچی ہے۔کیونکہ جس قدر طریق محدثین نے حدیث کی صحت کے لئے قائم کئے ہیں وہ سب ظنی ہیں۔مگر یہ طریق کہ یہ پیشن گوئی حسبِ مضمون حدیث پوری ہوجائے۔حدیث کے سچے ہونے پر مہر کردیتا ہے۔کیونکہ وہ حدیث کوظنی کے

درجہ سے نکال کر یقین کے اعلیٰ مینار پر چڑھا دیتا ہے۔ اور ایسی حدیث کو کوئی دوسری حدیث رد نہیں کر سکتی۔ خواہ وہ حدیث کسی بھی طبقہ کی کتاب کی کیوں نہ ہو۔ اگر چہ یہ حدیث جس کی پیشگوئی وقوع میں آئی ہے۔ اسناد کی رو سے وہ ضعیف بھی ہو تو بھی اس کے یقینی ہونے میں شک نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ایسی بات پر جو غیب پر مشتمل ہو۔ بموجب آیت کریمہ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَداً ٥ إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُوْلٍ (الجن: ۲۷، ۲۸) پس وہ کسی کو اپنے غیب پر غلبہ عطا نہیں کرتا۔ بجز اپنے برگزیدہ رسول کے۔ یعنی خدا اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔

دوسری یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے کلام میں استعارات ہوتے ہیں۔ اُسی طرح ان کے رسولوں کے کلام میں بھی استعارات اور رازہائے سربستہ ہوتے ہیں۔ خاص کر اُن احادیث میں جو پیشگوئیوں کی حامل ہیں۔ اسلئے اُن کے معانی کرنے کے وقت ٹھہر ٹھہر کر اور سوچ سوچ کر قدم رکھنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے جھٹ پٹ حدیث کی صحت پر شبہ کرنے لگ جائیں۔ اور اسی طرح کلام رسول علیہ السلام سے روگردانی کر لیں۔

اس لئے صرف وہ احادیث قبول کرنے کے قابل ہیں۔ جو قرآن شریف سے آکر نہ ٹکرائیں۔ یعنی قرآن کے منشاء کے خلاف نہ ہوں۔

دوم: وہ احادیث کا حصہّ جو قرآن شریف کے موافق ہوں۔

سوم: وہ حصہ جو ان کے اشارہ یا استعارہ کے طور پر یا صاف لفظوں میں واقعات پر صادق آجائیں۔ جو عموماً پیشگوئی کے رنگ میں ہوسکتا ہے۔

امام مہدی کی شناخت

اب صرف یہ دو باتیں ہمارے ذمہ باقی ہیں۔ اول مسیح اور مہدی کی شناخت از روئے قرآن وحدیث اور دوم وہ پیشگوئیاں جن کی صداقت آسمان وزمین سے ظاہر ہو کر اسکی صداقت پر مہر کر گئیں اس کے لئے اب ہم حضرت مرزا صاحب کو راستباز معلوم کرنے کے دلائل معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

ا۔مہناج بنوت یا معیار صداقت یعنی راستباز کو پرکھنے کی کسوٹی یہ ہے۔جو قرآن شریف میں حضرت موسیٰؑ کے لئے عالم الغیب اللہ تعالےٰ نے بیان کی ہے۔

اِن یَکُ کَاذِباً فَعَلَیہِ کَذِبُہُ وَاِن یَکُ صَادِقاً یُصِبکُم بَعضُ الَّذِی یَعِدُکُم (سورۃ مومن:۲۹) اگروہ جھوٹا نکلا تو یقیناً اُس کا جھوٹ اُسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہوا تو جن چیزوں سے وہ تمہیں ڈراتا ہے ان میں سے کچھ ضرور تمہیں آ پکڑیں گی۔یعنی اگر یہ جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا اور اگر سچا ہے تو جو کچھ وعدہ کرتا ہے ضرور بعض کو تم دیکھ لوگے۔

ایک موٹی سی عقل والا بھی اس کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر سرکار کیطرف سے ایک تحصیلدار آئے اور رعایا یہ کہکر اسکی تکذیب کردے کہ تو جھوٹا ہے تحصیلدار نہیں تو یقیناً وہ سزا سے بچ نہیں سکتے۔اور باغی قرار دیئے جائینگے۔اور اگر کوئی بدمعاش تحصیلدار بن کر رعایا سے آکر کہے کہ میں تحصیلدار ہوں تو اسکی قرار واقعی سزا گورنمنٹ کے ہاں موجود ہے۔

۲۔پھر اگر چھان بین کی ایسی ہی آپ کو عادت ہے۔اور کبروغرور نے آپ کو گھیرا ہوا ہے اور ابوبکر صدیق کیطرح دیکھ کر یا حضرت اویس قرنی کیطرح کانوں سے سن کر ایمان لانیکی سعادت آپ پیدا نہیں کرتے تو اسکی سابقہ زندگی کو دیکھ لیجئے۔جیسا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ فَقَد لَبِثتُ فِیکُم عُمراً مِّن قَبلِہِ اَفَلَا تَعقِلُون (سورہ یونس:۱۷) پس میں اس (رسالت) سے پہلے بھی تمہارے درمیان ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں، تو کیا تم عقل نہیں کرتے؟ یعنی میں ایک عرصہ دراز تم میں زندگی گزار چکا ہوں کیا پھر بھی تم عقل نہیں رکھتے۔

پھر یہ دیکھ لو کہ اسکی مخالفت میں دنیا اسیطرح اٹھی ہے جس طرح عیسیٰؑ۔موسیٰ۔ابراہیم علیہم السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں اٹھی تھی۔کیونکہ یہ بھی ایک خدا کا مقرر کردہ قانون ہے۔جیسا کہ فرمایا وَکَذَلِکَ جَعَلنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوّاً مِّنَ المُجرِمِین (سورہ فرقان:۳۲)۔اور اسی طرح ہم ہر نبی کے لئے مجرموں میں سے دشمن بنادیتے ہیں۔

۳۔ ایک نشانی اللہ تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ اسکا استہزاء۔ تمسخر ہنسی اور مذاق بنالیا جائے چنانچہ ارشاد ہوا يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ (سورہ یٰسین:۳۱) ہائے افسوس (انکار کی طرف مائل) بندوں پر کہ جب کبھی بھی ان کے پاس کوئی رسول آتا ہے وہ اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگ جاتے ہیں (اور تمسخر کرنے لگتے ہیں)۔

اللہ جل شانہ' اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ بندوں پر کیا ہی افسوس ہے کہ ان میں کوئی رسول نہیں آیا جس سے انہوں نے ٹھٹا نہیں کیا۔ ناشکرے دنیاداروں کا یہ ایک قانون ہے کے وہ اپنے سچے محسن اور اپنے مخلص بہی خواہ کے ساتھ ضرور بدسلوکی کیا کرتے ہیں۔ انبیاء اور رسولوں سے بڑھ کر انسان کا خیر خواہ اور کون ہوسکتا ہے۔ کوئی آروں سے چیرا گیا کسی کو ڈھیلوں سے مار کر حیران کیا گیا کسی کو جلاوطن کیا گیا ۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں جتنے نبی آئے سب ستائے گئے لیکن میں سب سے بڑھ کر ستایا گیا اور ہونا بھی یونہی چاہیے تھا۔ کیونکہ سب سے بڑھ کر انسان کے خیر خواہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ پیغمبروں کے نائب جانشین اولیائے کرام بھی خدا کے ناشکرے بندوں کے ہاتھوں بہت کچھ ستائے گئے ہیں۔ شاید ہی کوئی ایسا ولی گذرا ہوگا جس کو غیر تو جانے دو خود اہل اسلام نے ہی نہ ستایا ہو۔ خلفائے راشدین سے بڑھ کر خیر خواہ اسلام اب تک نہیں ہوا انکو اسلام سے خارج کرنیوالے گالیاں دینے کو ثواب سمجھنے والے اب بھی لاکھوں موجود ہیں۔ ائمہ اربعین میں کوئی ظلم وتعدی سے نہ بچا۔

i۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رح کو جاہل، بدعتی، زندیق، کافر، ملحد، کا لقب دیا۔ قید خانہ میں قید کر کے آپ سے انٹیں شمار کرنے کا کام لیا۔ آخر کو وہ قید خانہ ہی میں زہر دیئے گئے۔

ii۔ ابوعبداللہ امام محمد بن ادریس شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو مولویوں نے آخر میں ابلیس کہا۔ رافضی نام رکھا۔ یمن سے بغداد تک بے عزتی کے ساتھ قید کر کے لے گئے۔ راہ میں انہیں گالیاں دیتے جاتے تھے۔

iii۔ ابوعبداللہ امام مالک بن انس رح پر اس قدر ظلم کیا گیا کہ پچیس برس تک جمعہ و جماعت کیلئے باہر نہ نکل سکے۔ ذلت کے ساتھ قید کیے گئے۔ ایسی بے رحمی کے ساتھ ان کی مشکلیں باندھی گئیں کہ ہاتھ

بازوؤں سے اکھڑ گیا۔ اونٹ پر کھڑا کر کے پھرایا گیا۔ اور ایک مسئلہ کے اختلاف پر ستر کوڑوں سے مارے گئے اور قید رکھے گئے۔

iv۔ حضرت امام احمد حنبلؒ ۲۸ ماہ قید رہے۔ بھاری بھاری زنجیروں میں جکڑے گئے۔ ذلیل کرنے کے لئے مجلسوں میں بلائے جاتے اور لوگ انکو طمانچے مارتے اور منہ پر تھوک دیتے۔ ہر شام کو جیل خانے سے نکال کر کوڑے مارے جاتے۔

v۔ حضرت امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمتہ اللہ علیہ اپنے وطن سے نکالے گئے۔ جب ثمر قند پہنچے تو ثمر قند والے بھی اسبات پر راضی نہوئے کہ وہ ثمر قند میں رہیں۔ تو آپ نے فجر کی نماز میں دعا کی کہ خداوندا دنیا مجھ پر تنگ ہوگئی ہے۔ تو اب مجھ کو اپنی طرف بلالے۔ بس انہوں نے اسی ماہ میں انتقال فرمایا۔

vi۔ قطب الاقطاب بایزید بسطامی قدس اللہ شہر بسطام سے سات مرتبہ نکالے گئے۔

vii۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی تکفیر کی گئی۔ (جن کو بعد میں سلطان العارفین کا لقب دیا گیا تھا۔)

viii۔ شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر رحمتہ اللہ علیہ الحسینی والحسینی الجیلانی کو فقہائے وقت نے کافر کہا۔ ابن جوزی نے ان کے خلاف ایک کتاب تصنیف کی شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ جو شیخ اکبر کہلاتے ہیں۔ ان کو نہ صرف کافر بلکہ اکفر کہا گیا۔ بلکہ علمائے زمانہ نے یہ فتویٰ دیا کہ ان کا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے بڑھ کر ہے۔ اس پر بھی صبر نہ کیا بلکہ انکے ماننے والوں کو کافر قرار دیا۔ پھر بھی دل کو ٹھنڈک نہ ہوئی۔ تب یہ لکھا کہ جو ان کے کفر میں شک کریں وہ کافر اور پھر جو کفر میں شک کرنے والے کے کفر میں شک کرے وہ کافر۔

ix۔ حضرت مولانا مولوی جلال الدین صاحب رومی مثنوی شریف مولانا جامی علیہ الرحمتہ شیخ فرید الدین عطار کے کافر کہنے والے مسلمان شہر سوترہ میں ابھی تک موجود ہیں۔

x۔ حجتہ الاسلام مولانا ابو حامد غزالی رحمتہ اللہ علیہ مصنف احیار العلوم الدین کیمیائے

سعادت کافر ٹھہرائے گئے۔ اور انکی کتابوں کو جلا دینا اور ان پر لعنت کرنا ثواب سمجھا گیا۔ ایک شخص نے امام غزالی رحمتہ اللہ کو لکھا کہ آپ کے بارہ میں یہ کہا جاتا ہے تو اسکے جواب میں حضرت امام نے لکھا کہ حاسدونکی باتوں پر خیال نہ کرو۔ اور جاہلوں کے لعن طعن سے رنجیدہ مت ہو برا اور ذلیل وہ آدمی ہے۔ جسکا لوگ حسد نہ کریں۔ اور حقیر سمجھ اس شخص کو جسکو لوگ کافر اور گمراہ نہ کہیں۔ غرض اس قصہ کو کہاں تک طول دوں مختصر یہ ہے کہ کوئی سچا خیر خواہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جو ستایا نہ جائے۔ اہلِ اسلام کے اولیائے کرام کے ساتھ خود مسلمانوں نے جو سلوک کیا ہے اسکو اگر لکھا جائے تو ایک بہت بڑی کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

ایک نشانی اسکی یہ بتائی ہے کہ اس کو ساحر اور مجنون اور مخبوط الحواس لوگ کہتے ہیں۔ كَذٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ (سورہ الذاریات:۵۳) اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کی طرف بھی کبھی کوئی رسول نہیں آیا مگر انہوں نے کہا کہ یہ ایک جادوگر یا دیوانہ ہے۔ (اسی طرح ان سے پہلے جو رسول آتے رہے' ان کو لوگوں نے یہی کہا کہ وہ دلفریب باتیں بنانے والے یا مجنون ہیں۔)

5۔ ایک نشانی اسکی یہ بھی بتائی ہے کہ لوگ تنگ کریں۔ گالیاں دیں بُرا بھلا کہیں تکلیف پہنچائیں مگر وہ صبر کرنے والا ہو۔ اور اس کے صبر وتحمل کی مثال نہ ہو جیسا کہ فرمایا۔

وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَى مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ (سورہ انعام:۳۵) اور یقیناً تجھ سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے تھے اور انہوں نے اس پر کہ وہ جھٹلائے گئے صبر کیا اور وہ بہت ستائے گئے یہاں تک کہ ان تک ہماری مدد آ پہنچی۔ اور اللہ کے کلمات کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں۔

ب:۔ اس کی تائید وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ (سورۃ مائدہ:۶۸) سے ہوتی ہے کہ اور اگر تُو نے ایسا نہ کیا تو گویا تو تُو نے ہمارا پیغام نہ پہنچایا۔

ہدایت بنی نوع انسان کیلئے سخت متفکر اور مغموم ہو چنانچہ فرمایا:

فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلَى آثَارِهِمْ إِن لَّمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيْثِ أَسَفا (سورہ کہف:۷) پس کیا تُو شدتِ غم کے باعث اُن کے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کردے گا اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔

ایک نشانی یہ بتائی کہ جو کلام ان پر نازل ہو۔اس کی مثال تمام دنیا کے لوگ مل کر بھی قایم نہ کر سکیں۔اور ہر لحاظ سے اسکی مثال لانے سے دنیا عاجز ہو چناچہ فرمایا وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُواْ بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ وَادْعُواْ شُهَدَاء كُم مِّن دُونِ اللّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْن (سورۃ البقرہ:۲۴) اور اگر تم اس (کلام) کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا ہے تو اس جیسی کوئی سورۃ تو لا کے دکھاؤ، اور اپنے سر پرستوں کو بھی بلا لاؤ جو اللہ کے سوا بنا رکھے ہیں، اگر تم سچے ہو۔

۷: اگر اس قدر باتیں اس مدعی میں ملنے پر بھی تمہیں اس طرف سے تسلی نہ ہوتو پھر یہ دیکھو کہ وہ موت کی تمنا (یعنی مباہلہ) کرنیکو تیار ہے یا نہیں؟ اگر تیار ہے تو ضرور سچا ہے۔جیسا کہ فرمایا کہ

إِن زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاء لِلَّهِ مِن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِيْنَ (سورۃ جمعہ:۷) اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ سب لوگوں کے سوا ایک تم ہی اللہ کے دوست ہو تو موت کی تمنّا کرو، اگر تم سچّے ہو۔

۸: اگر وہ جھوٹا ہے تو موت کی ہرگز تمنا نہ کریگا۔ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهُ أَبَداً بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِيْنَ (سورۃ جمعہ:۸) اور وہ ہرگز اس کی تمنّا نہیں کریں گے بسبب اس کے جو اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔

۹: وہ بشارتیں دینے والا اور دردناک خبریں دینے والا ہو۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ إِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنذِرِيْنَ (سورۃ کہف:۵۷)

اور ہم پیغمبر نہیں بھیجتے مگر اس حیثیت میں کہ وہ بشارت دینے والے اور انذار کرنے والے ہوتے ہیں۔

(عذاب کی آمد سے آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجتے ہیں)۔

۱۰ : یہ نشانی نہایت ظاہر اور واضح بتائی کہ جاہل سے جاہل بھی دیکھ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کی بد اعمالیوں کی وجہ سے عذاب پر عذاب نازل ہو رہے ہیں جیسا کہ فرمایا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا (سورۃ بنی اسرائیل:۱۶) اور ہم (کسی قوم پر) ہرگز عذاب نہیں بھیجتے جب تک (ان کی طرف) کوئی رسول نہ بھیج لیں۔ اور کسی رسول کو مبعوث کرنے تک ہم ہرگز عذاب نہیں دیتے۔

۱۱ : وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ (سورۃ اعراف:۹۵) اور ہم نے کسی شہر (بستی) کی طرف کوئی رسول نہیں بھیجا مگر یوں ہوا کہ ہم نے اس میں بسنے والوں کو سختی اور مصیبت سے پکڑ لیا تا کہ وہ عاجزی زاری اور تضرّع کریں۔

لیکن اس پر ایمان لانیوالے اس قدر راسخ الاعتقاد ہوں کہ اسکے احکام پر جان و مال اور اولاد قربان کرنیوالے ہوں۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورۃ توبہ:۸۹) اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ایمان لائے وہ اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور یہی ہیں جن کے لئیہر قسم کی بھلائیاں ہیں اور وہی (آخر) کامیاب ہونے والے ہیں۔

ج : الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَى مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ (سورۃ الحج :۳۶) ان لوگوں کو کہ جب اللہ کا ذکر بلند کیا جاتا ہے تو ان کے دل کانپ (مرعوب ہو) جاتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی (خوش خبری دیدے) جو اپنے پر نازل ہونے والی مصیبتوں پر صبر کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے (ہماری خوشنودی کے لئے) اس میں سے خرچ کرتے رہتے ہیں۔

ماموریں کی خداتعالی مدد فرماتا ہے

جہاں یہ نشانی بتائی کہ تمام دنیا اس کی مخالفت کرنے لگ جاتی ہے اور لوگ اسکو مجنون اور مخبوط الحواس کہتے ہیں ہر طرف سے اس پر لعن طعن ہوتا ہو۔ اسکے ساتھ ہی یہ حیرت انگیز بات بتائی کہ ہر مقام پر اللہ تعالی اسکی امداد فرماتا ہے۔ کسی جگہ وہ نامراد نہیں ہوتا۔ چنانچہ فرمایا: إِنَّا لَنَنصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ (سورۃ المومن ۵۲) یقیناً ہم اپنے رسولوں کی اور اُن پر ایمان لانے والوں کی اِس دنیا کی زندگی میں بھی ضرور مدد کریں گے اور اُس دن بھی جب وہ گواہ کھڑے ہوں گے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ یہ ہمارا اٹل قانون ہے۔ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي (سورۃ مجادلہ:۲۲) اللہ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آئیں گے۔

پھر بتایا کہ جو ہم پر افترا کرتا ہے اس کو ہم بیخ و بنیاد سے اوکھاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ یعنی جو ہماری طرف بنا کر فرضی ایک بات بھی منسوب کر کے مخلوق کو دھوکا دیگا۔ ہم اوس کی شہ رگ کاٹ دینگے۔

وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ۝ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۝ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ (سورۃ الحاقہ :۴۵ تا ۴۷) اور اگر وہ بعض باتیں جھوٹے طور پر ہماری طرف منسوب کر دیتا۔ تو ہم اُسے ضرور داہنے ہاتھ سے پکڑ لیتے۔ پھر ہم یقیناً اُس کی رگِ جان کاٹ ڈالتے۔

اس کی تائید میں بہت سی آیات ہیں مثلاً۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِباً أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لاَ يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ (سورہ انعام:۲۳) اوراس سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جس نے اللہ پر کوئی جھوٹ گھڑا یا اس کی آیات کی تکذیب کی۔ یقیناً ظالم لوگ کامیاب نہیں ہوتے۔

عام فہم نشانیاں ہم نے بتائی ہیں اسکے علاوہ بھی ہیں۔ مگر ہم ایک آسان راستہ آپکو بتاتے

ہیں۔اوروہ یہ کہ اگرآپ نے آج تک کسی نبی کو مانا ہےتو بتایئے کن دلائل اور معیار پر اسکونبی مانا ہے۔بس جن دلائل اور معیار پر اسکونبی مانا ہے وہی باتیں دوسرے مدعی کے پہچاننے میں آپکو مدد دے سکتی ہیں۔

قرآن پاک میں ابن مریم یا مھدی آخرزماں کی نشانیاں اگرچہ کھلے الفاظ میں ہمیں معلوم نہیں ہوتیں۔مگر چونکہ قرآن مجید میں پیشگوئیاں موجود ہیں اس لئے ایک عقلمند اور محقق اہل بصیرت اسطرح مستفید ہوسکتا ہے کہ زمانے تین ہوتے ہیں۔ماضی۔حال استقبال۔ماضی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلا زمانہ۔حال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ۔استقبال آخرزمانہ بمضمون

آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (سورۃ جمعہ:۴) اورانہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جوابھی تک اُن سے نہیں ملے۔

اس کے لئے جو گزشتہ پیشگوئیاں ہیں ان کو لامحالہ ماننا پڑیگا۔کہ حضرت مسیح موعود کی علامات ہیں۔وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوراً (الفرقان:۳۱) اوررسول نے کہا' اے میرے رب! میری قوم نے تو اس قرآن کو متروک کرچھوڑا ہے پیٹھ کے پیچھے پھینک دیا ہے۔

یعنی قیامت کے روز حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمائینگے کہ اے میرے رب اس میری قوم نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا تھا۔آج وہی زمانہ ہے

حقیقت یہ ہے قرآن مجید آیا تھا دنیا میں عمل کر نیکی نیّت سے فقط پڑھنے پڑھانے کو
مگر رکھتے ہیں دنیا دار اب اسکو حفاظت سے قسم کھانے ہوا دینے کو اور یسٰین سُنانے کو

احمد بن حنبل اور دارمیؒ (دارمی باب فی ذھاب العلم باب نمبر 26)اور طبرانی ابوشیخ اپنی تفسیر میں ابن مردویہ سے روایت کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو علم اٹھائے جانے سے پہلے اس کو حاصل کرو۔صحابہؓ نے دریافت کیا کہ جب ہمارے درمیان یہ قرآن مجید موجود ہے پھر علم کس طرح اٹھ جائیگا۔تو آپ نے فرمایا کہ یہود ونصاریٰ کے پاس بھی ان کی کتاب موجود تھی۔لیکن جو ان کے پاس اُن کے

انبیاء لائے تھے اس کو بھلا دیا۔ پس یاد رکھو علم کا اٹھ جانا یہ ہے کہ اس کا عملدرآمد چھوٹ جائے۔ یہ حدیث کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں کوئی فقراء کا گرویدہ ہے۔ کوئی قبروں کا گرویدہ ہے۔ کوئی وظائف کا گرویدہ ہے۔ کوئی تعویذ گنڈوں کا گرویدہ ہے۔ کوئی قلب جاری کرنے کی فکر میں ہے۔ کوئی توجہ کا خواہشمند ہے۔ کوئی ماتم شہداء میں گرفتار ہے۔ کوئی گیارھویں میں مبتلا ہے۔ کوئی عرس اور میلاد قوالی پر شیدا ہے۔ کوئی خواجگان چشت کے شجرے میں نجات ڈھونڈھتا ہے غرضیکہ ادھر اُدھر بھٹکتے اور سرگردان پھر رہے ہیں۔ قرآن جس کا دعویٰ ہے کہ کوئی خشک وتر ایسی چیز نہیں ہے جو مجھ میں نہ ہو اس کو چھوڑ دیا۔ دنیا کے سب سے بڑے خزانے کو چھوڑ کر کوڑے جمع کرتے پھر رہے ہیں۔

دجال کی لغوی تعریف

اسوقت کی ایک بڑی نشانی دجال بھی بتایا گیا ہے اسلیئے پہلا فرض ہے کہ ہم معلوم کریں کہ دجال ہے کیا چیز۔ اور اسکا صحیح پتہ ہمیں لغات بتائیگی چنانچہ تاج العروس میں لکھا ہے کہ دجال دجالت سے نکلا ہے۔ جس کے معنی بڑے گروہ کے ہیں جو تجارت کے واسطے مال لئے پھریں گے کیا انگریزوں سے بڑھ کر کوئی تجارت کے لئے مال لیکر پھرتا ہے؟ دنیا کا کوئی کونہ ایسا ہے جہاں ان کی تجارت نہ ہو۔ ریل۔ موٹر۔ ہوائی جہاز۔ اسٹیمر وغیرہ کیسی کیسی چیزیں مال لادنے کے واسطے انہوں نے نکالی ہیں ان سے بڑھ کر کسی پر یہ معنی صادق نہیں آسکتے۔

لسان العرب (لسان العرب زیر لفظ دجل) منتہی الادب صحاح جوہری صراح قاموس غیاث اللغات میں بھی یہی معنی لکھے ہوئے ہیں۔ اقرب الموارد (دجل الارض قطع نوحیھا میسراً) میں لکھا ہے کہ فرقہ عظیمہ جو روئے زمین کو روند ڈالے گا۔ کیا کوئی عقلمند یہ بتائے گا کہ کونسی زمین ہے جس کو انہوں نے نہیں روندا۔ پہاڑ۔ سمندر۔ خشکی۔ ریتلی۔ کیچڑ والی۔ دلدل والی۔ برف والی۔ آباد۔ اجاڑ۔ غرضیکہ چپہ چپہ زمین انہوں نے روند ڈالی۔ افریقہ امریکہ۔ کوہ قاف۔ کس کس جگہ کا نام لیا جائے۔ جغرافیہ عالم اٹھا کر دیکھو۔ دجال دجل سے نکلا ہے جس کے معنی جھوٹ اور فریب اور حق کو جھوٹ کے ساتھ ملانے کے ہیں۔

دجال کے کارنامے

اب کسی چیز کو دیکھ لو کنگھے۔قلم۔بٹن۔چھتری کے ہینڈل سینگ یا آبنوس معلوم ہوتا ہے۔ مگر دراصل آلو۔شکرقندی آم کی گھٹلی۔کپڑے کے چیتھڑے۔لکڑی کا برادہ وغیرہ کو پکرک ایسڈ میں گلا کر بنایا گیا ہے۔تفصیل کے واسطے ہماری کتاب سیلولائڈ دیکھو۔

عینک کے کارخانے ہینڈ بیگ بوٹ غرضکہ سینکڑوں چیزیں آتی ہیں۔جن کو بڑے بڑے مبصر خالص چمڑا سمجھتے ہیں۔مگر وہ کاغذ ہوتا ہے۔اسی قسم کا کپڑا اور ٹاٹ بھی آتا ہے۔ٹینس کھلنے کے ریکٹ میں تانت لگا ہوا خالص تانت سمجھا جاتا ہے۔مگر دراصل ریشم کا فضلہ ہوتا ہے۔عینک کے فریم۔انگشتریاں اور طرح طرح کے زیورات ولایت سے آتے ہیں۔جو سونا چاندی کے نام سے فروخت ہوتے ہیں۔ لاکھوں ڈبے دودھ کے نام سے فروخت ہوتے ہیں۔مگر مصنوعی نباتات سے بنائے جاتے ہیں۔بلور کے گلاس۔فانوس۔چمنیاں غرض ہزاروں چیزیں بلور کی سمجھی جاتی ہیں جو ریت سے بنائی جاتی ہیں۔اور پہلے بلور کان سے نکلا کرتا تھا۔آج اصلی چیز کو بھی فراموش کر چکے۔زعفران۔کسم۔ہلدی۔نیل۔مجیٹھ۔عقیم بنائے غرضکہ سینکڑوں رنگ جو نباتات سے بنائے جاتے تھے۔کالی بلا تارکول سے بنتے ہیں۔کھانڈ اور مصری کا ست ایس آف شوگر (سیکرین) ایک چیز ہے جو تین سیر کھانڈ کی طاقت ٦ ماشہ میں موجود ہے۔اسی تارکول سے بنتی ہے۔عجیب وغریب عطر اور لونڈر۔نوسادر۔تیزاب۔گندہک غرضیکہ ساڑھے تین سو چیزیں اس تارکول سے بنائی جاتی ہیں۔تفصیل کے لئے دیکھو ہماری تصنیف کتاب کلر مینوفیکچرنگ جس میں ساڑھے تین سو نسخے جرمنی کے مانند رنگ بنانے کے درج ہیں۔برش دیکھو بظاہر بالوں کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر دراصل بانس اور گھانس سے بنایا گیا ہے غرضیکہ کس کس چیز کو گنوایا جائے۔اگر ان تمام چیزوں کے صرف نام لکھے جائیں تو کئی ہزار صفحات کی کتاب لکھی جاسکتی ہے۔(یاد رہے یہ کتاب ۱۹۲۲ء میں لکھی گئی تھی اس لئے موجودہ ایجادات کا اضافہ آپ خود کرلیں۔ناقل)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ دجال اسی واسطے نام ہے کہ زمین پر سفر کرے گا۔اور زیادہ تر حصہ

قطع کرے گا۔ دوسری روایت ابن ورید سے ہے کہ دجال ایک بڑی جماعت کا نام ہے اور وہ زمین کو اس طرح ڈھانپ لیگا جس طرح دریائے دجلہ زمین کو ڈھانپ لیتا ہے۔ دیکھو عمدۃ القاری صفحہ ۴۸۶ جلد نمبر ا۔

یہ بات محتاج بیان نہیں۔ ایک مبصر خوب وضاحت سے اسکے معنی کر سکتا ہے۔ زرقانی جلد ۶ صفحہ ۲۲۵ میں لکھا ہے کہ دجال کے معنی ملمع کرنے والے کے ہیں۔ یہ بات بھی محتاج بیان نہیں اس قوم کی کوئی چیز کوئی بات ملمع سے خالی نہیں۔ جوتہ۔ کرسی۔ میز۔ بندوق۔ تلوار۔ ریل۔ مکان۔ اینٹ۔ سوئی۔ گلاس۔ پیالہ رکابی ہر چیز پر ملمع ہے۔ لوہے کے جتنے اوزار ہتھیار ہیں ان پر نکل کا ملمع ہوگا۔ بعض پر چینی کا ملمع ہے۔ با ئیسکوپ دیکھئے معلوم ہوتا ہے آدمی گھوڑے اونٹ۔ ہاتھی غرضیکہ تمام جاندار حرکات کرتے نظر آتے ہیں۔ اصلی معلوم ہوتا ہے مگر تصویر ہے گراموفون دیکھو معلوم ہوتا ہے زندہ انسان بول رہا ہے مگر دراصل لاکھ۔ موم۔ لکڑی اور لوہے کا ڈھیر ہے اور کچھ بھی نہیں۔ سینما میں سمندر لہریں مارتا۔ آبشاریں چلتی ہوئی۔ آگ جلتی ہوئی مینہ برستا ہوا نظر آئیگا۔ مگر حقیقت معلوم ہونے پر ڈائنامائٹ کی ایک شرارے کے سوا کچھ نہ نکلے گا۔ لاکھوں من لوہا۔ لکڑی۔ غلہ۔ آدمی۔ گھوڑا۔ ریل اٹھا کر طرفۃ العین میں کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔ اس انبار کو دیکھ کر انسان کہتا ہے کہ خبر نہیں کتنے ہزار گھوڑے اس کو لائے ہونگے۔ مگر حقیقت جب کھلے گی تو آپ کو معلوم ہوگا کہ محض پانی کی بھاپ کا یہ کام تھا۔ ہسپتال میں آپ کو کپڑے ملینگے۔ کھانا اور دوا۔ ڈاکٹر ملازم سب کچھ ملینگے۔ آپ سمجھیں گے کہ ان سے بڑھ کر بنی نوع انسان کا کون رفیق ہو سکتا ہے۔ مگر جب انجیل سنانے والا آجائیگا آپ کو یہ سب کچھ عیسائی بنانے کے لیے ملمع سازی معلوم ہوگی۔ اسکول۔ کالج۔ مدرسے۔ یتیم خانہ وغیرہ سب میں ملمع سازی نظر آئے گی۔ غرضیکہ کہاں تک لکھوں عجیب وغریب چیز ہے۔ جو آدم سے تا ابن دم تک کوئی قوم ایسی نہیں گزری۔ جو ظاہر میں کچھ اور باطن میں کچھ اور ہو۔

تفسیر لوامع التنزیل میں متعدد معنی لکھے ہیں۔ جن سے مذکورہ بلا معنوں کی تصدیق ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ ایک اور نئے معنی لکھے ہیں کہ اس کے ہمراہ اپنے کمال سحر کی وجہ سے آب شیریں کے چشمے اور شہد اور دودھ بھی رکھے گا۔ اب کون نہیں جانتا کہ جو ریگستان تھے اور جہاں کھارا پانی ہوتا تھا وہاں نہریں لے جا کر آب شیریں کے چشمے پہنچا دیئے اسی طرح جہاں دودھ ملنا قطعی ناممکن ہے۔ مثلاً ایسا سمندر کا وسط جس

کے اردگرد چاروں طرف کنارہ اس قدر دور ہے کہ ایک قدیم کشتی میں سوار ہو کر انسان جائے تو مہینوں کا راستہ ہے۔اور صحرائے اعظم جہاں انسان اگر گھوڑے پر سوار ہو کر آباد مقام تک پہنچنا چاہے تو مہینوں کا راستہ ہے۔اس جگہ آپکو بند ڈبوں میں دودھ مل جائے گا۔جو سالہا سال رکھا رہے اور خراب نہ ہو۔غرضیکہ دودھ پر کیا منحصر ہے۔دنیا کی جملہ نعمتیں آپ کو میسر آ جائینگی۔

کیا احمدیت انگریز کا خود کاشتہ پودا ہے؟

یہ اس اعتراض کا جواب ہے کہ جو لوگ ہم احمدیوں کو کہتے ہیں کہ ہم انگریزوں کے دوست ہیں۔اور ہم ہی انگریزوں کو دجال بناتے ہیں۔اس لئے جو ان کا دوست ہے وہ بھی دجال ہے لہٰذا میں اس اعتراض کا جواب بھی ساتھ ہی ساتھ دینا چاہتا ہوں۔اب اگر کوئی غیر متعلق بات لکھ جاؤں تو ناظرین مجھے معاف فرمائیں۔

یہ قوم تین گروہ پر منقسم ہے ایک سِول اور مِلٹری جو امور سلطنت سے تعلق رکھتا ہے اور امن قائم رکھتا ہے اور ہمارے لئے ہر قسم کی نعمتیں اور آرام و آسائش انہوں نے مہیا کر رکھے ہیں ان کو مذہب سے کوئی تعلق نہیں،ان کے ہاں بلحاظ آئین و قوانین ہندو۔عیسائی۔مسلمان۔یہودی بحیثیت رعایا سب مساوات رکھتے ہیں۔جس طرح عیسائیوں نے ہندوستان میں اور تمام دنیا میں اپنے سکول۔کالج۔ہسپتال۔یتیم خانے۔گرجے وغیرہ قائم کر رکھے ہیں۔اس کی وجہ یہ نہیں کہ چونکہ عیسائیوں کا راج ہے اس لئے ان کو ہر جگہ آزادی ہے۔نہیں بلکہ آریہ۔سناتنی۔احمدی۔شیعہ۔اہلحدیث۔یہودی۔مجوسی بھی اسی طرح ہر جگہ اپنے مشن قائم کریں تو انگریزی سلطنت ہرگز مانع نہ ہوگی۔بلکہ امداد سے بھی دریغ نہ کریں گی۔چنانچہ امریکہ۔لندن۔افریقہ۔فرانس۔جرمنی۔ماریشیس۔مصر غرضیکہ ہر جگہ احمدی مبلغ باقاعدہ کام کر رہے ہیں اور سر بازار کھڑے ہو کر عیسائیت کے سر پر گرز بجاتے ہیں مگر قانونی طور پر کوئی ان کو روکنے والا نہیں۔

ولایت کے اخبار ویسٹ افریقہ ۳رجون ۲۲ء میں اسکے خاص قائم مقام کے سلسلہ احمدیہ کے متعلق ایک مفصل مضمون شائع کیا ہے۔جس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت کے اخبار ان امور کا بھی کس

فراخدلی اور وسعت قلبی سے ذکر کرتے ہیں کہ جوان کے مذہب کے خلاف ہوتے ہیں اور نئی باتیں معلوم کرنے کے لئے کتنی محنت اور کوشش سے کام لیتے ہیں۔اخبار مذکور بعنوان سلسلہ احمدیہ ہندوستان مغربی افریقہ اور لندن میں لکھتا ہے کہ اسلامی سلسلہ احمدیہ لندن میں اور درحقیقت تمام انگلینڈ میں مستقل ترقی کر رہا ہے۔ یہ بیان ان لوگوں کے لئے واقعی موجب حیرت ہوگا جو اس مذہب سے تعلق نہیں رکھتے لیکن وہ اور زیادہ متحیر ہونگے جب ان لوگوں کو یہ معلوم ہوگا کہ دولت برطانیہ دوسری سلطنتوں کی نسبت مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد پر حکمران ہے اس لحاظ سے حقیقت یہ ہے کہ حکومت برطانیہ عظمٰے دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ہے۔

اس کے بعد عیدالفطر کی تقریب کے سلسلہ میں مسجد احمدیہ لندن کی نماز عید اور خطبہ عید کا ذکر اس طرح کرتا ہے اور گذشتہ اتوار کو جو کہ ماہ رمضان کے خاتمہ کے بعد آیا۔مسجد احمدیہ میلہ روز روڈ ساؤتھ فیلڈ میں جو دارلسلطنت برطانیہ میں سلسلہ احمدیہ کا مرکز ہے۔ایک تہوار منایا گیا۔فی الحال تو مسجد کی حیثیت ایک پرائیوٹ مکان کی سی ہے۔مگر مکان کی متعلقہ زمین جو مکان کی پشت پر ہے خریدی جاچکی ہے۔جس پر آئندہ ایک دو سال کے عرصہ میں مسجد تعمیر ہوگی۔جس پر یہ پندرہ ہزار پونڈ صرف ہونگے اور جس میں تین سو نمازی ایک وقت میں نماز پڑھ سکیں گے۔مسجد کا نقشہ تو وہی ہوگا جو عام طور پر مسجدوں کا ہوتا ہے مگر اس کی تعمیر کے مصالح میں انگلستان کی آب وہوا کا خیال ضرور رکھا جائے گا۔(یہ مسجد الحمدُ للہ بن چکی ہے اور اسلام کی زبردست اشاعت کا باعث ہے)۔مسٹر مبارک علی ایم۔اے۔اور مسٹر فتح محمد سیال ایم۔اے دو مشنری ہیں جو ساؤتھ فیلڈ میں تحریک احمدیت کے انچارج ہیں جس کے تقریباً سو ممبر ہیں (اب ہزاروں کی تعداد میں ہیں)۔رمضان کے مہینے کے بعد عیدالفطر کی نماز مسجد کے باغ میں ادا کی گئی۔مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کے لوگ مدعو تھے۔مشرقی قالین سبز گھاس پر نمازیوں کے لئے بچھائے گئے تھے جن کا پیشتر حصہ ترکی ٹوپی یا پگڑی کیساتھ یورپین لباس پہنے ہوئے تھا۔جس سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک لمحہ کے لئے مشرق کو قریب تر لے آیا ہے۔مسٹر مبارک علی نے پہلے مختصر سی نماز پڑھائی۔آپ کے مقتدیوں میں ہندوستانی۔ایرانی۔عراقی۔مصری۔مغربی۔افریقوی اور روسی عورت و مرد شامل تھے۔اور سفیر ترکی رشید

پاشا۔اور افغانستانی وزیر (سردار عبدالہادی خاں) کی تشریف آوری کی بھی امید تھی۔خطبہ میں مسٹر مبارک علی نے سامعین کو بتایا کہ افضل الانبیاء خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کون سے قوانین اسلام کے لئے مقرر کئے ہیں۔قمری مہینہ کے اختتام پر جو امسال ۲۸/اپریل کو شروع ہو کر گذشتہ دن ختم ہوا ہے مسلمان جو آج عید منا رہے ہیں۔یہ رمضان المبارک کے روزوں کے پورا کرنے کی وجہ سے ہے۔کیونکہ ان میں خود ضبطی اور تندرستی کے قیام کے اسباب کا سبق دیا گیا ہے، ماہ رمضان کے دوران میں مسلمانوں کو سختی سے ایک بے عیب اور عمدہ طریق زندگی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔جس سے ایک انسان کو یہ سکھانا مقصود ہے کہ اگر وہ ایک مہینہ اس طریق پر عمل کر کے اپنی زندگی اعلیٰ بنائے گا تو سال کے بقیہ حصہ میں بھی اپنی زندگی پاک وصاف گذار سکے گا۔مسٹر مبارک علی نے بیان کیا کہ اس سلسلہ کے ساتھ مستقبل قریب میں ہندوستان کی نجات وابستہ ہے کیونکہ وہ مسلمانوں اور ہمسایہ قوموں کو جو گذشتہ ہزار سال میں بھی حقیقی معنی میں ایک دوسرے کے ساتھ اکھٹی نہیں ہوسکتیں متحد کرنا چاہتا ہے۔

حضرت احمد (المسیح الموعود) کا پیغام ہندوستان اور تمام دنیا کے لئے نہایت عظیم الشان چیز ہے اور ہندوستان کا اعلیٰ ترین مطمع نظر سیاسی آزادی نہیں بلکہ احمد کا پیغام ہے جو ایک روحانی پیغام ہے۔ہندوستان جو تمام دنیا کی اقوام و مذہب کا مرکز ہے اس میں خدا کا اس قدر اقوام اور گروہوں کو جمع کرنا خالی از حکمت نہیں۔اسلام نے سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ بہت بڑی قوت حاصل کر لی ہے۔

مولوی مبارک علی صاحب بی۔اے۔بی۔ٹی مبلغ اسلام کے خطبہ عید الفطر کا قابل تعریف طریق سے مطلب اور مفہوم بیان کرنے کے ساتھ ہی سلسلہ نہایت اختصار کے ساتھ تاریخ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہے۔

یہ سلسلہ جو تمام دنیا میں پھیل رہا ہے یہاں اس کی ابتدا اور موجودہ نشو ونما کے متعلق کچھ بیان کرنا بے محل نہ ہوگا۔اس کے بانی حضرت مرزا غلام احمدؑ مسیح موعود تھے۔جن کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔سلسلہ کی ابتدا پنجاب سے ہوئی۔جہاں احمد (علیہ السلام) نے اپنے چار لاکھ متبعین کے ساتھ جو کہ زیادہ تر ہندوستان کے شمالی مغربی علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے بغیر نمود ونمائش کے زندگی بسر کی۔آجکل

اغلباً احمدیوں کی تعداد پچاس لاکھ ہے۔(۱۹۲۲ء ناقل)(اب یہ تعداد کروڑوں میں ہے۔ناقل)

جو سرعت اور تیزی کے ساتھ ترقی پذیر ہے۔حضرت احمد علیہ السلام کے خلیفہ اول حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ تھے۔جن کا انتقال ۱۹۱۴ء میں ہوا۔اسی سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ کا ذکر کرتے ہوئے آپکی شبیہ مبارک کا نقشہ کھنچا ہے وہ نہایت ہی دل آویز ہونے کے علاوہ اس قدر حقیقت کے مطابق ہے اکہ اگر اس کو مدنظر رکھ کر یورپ کا کوئی شخص حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی مجلس میں آجائے تو بغیر کسی کے تعارف کرائے اور بغیر ایک لمحہ کے توقف کے فوراً آپ کو پہچان لیگا۔ہم مضمون نگار کے اس کمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے فوٹو سے اور آپ کے حالات سے جو ابھی تک انگریزی میں بہت کم شائع ہوئے ہیں۔ایسا صحیح اور درست نقشہ کھنچا ہے کہ گویا وہ حضور کے سامنے بیٹھا ہوا لکھ رہا تھا۔اور حضور کی مجلس میں اسے بیٹھنے کا موقع حاصل ہو چکا ہے۔لیکن اگر کوئی شخص جو اس مضمون کے متعلق یہ خیال کرے کہ یہ مضمون کسی احمدی نے ہی لکھ کر چھپوا دیا ہے گا لیکن دو تین باتیں اس مضمون میں ہی ایسی پائی جاتی ہیں جو اس بدظنی کو دور کر دیتی ہیں۔اول تو یہ کہ اخبار نے مضمون نگار کو اپنا خاص قائم مقام قرار دیا ہے اور یہ ہو نہیں سکتا کہ یونہی کوئی مضمون بھیج دے اور اس کو اخبار اپنا خاص قائم مقام بنالے۔

دوسرے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے ہی ذکر میں آپ کو مسیح موعود لکھا ہے جس کی اصلاح کی طرف مولوی مبارک علی صاحب نے اخبار مذکور کو توجہ دلائی۔اور ان کے خط کی بنا پر اس نے اصلاح کا اعلان کیا۔ایسی غلطی کسی احمدی کے مضمون میں ہرگز نہیں ہو سکتی۔

تیسرے یہ لکھا گیا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ مغربی افریقہ سے سلسلہ احمدیہ لنڈن میں پہنچا حالانکہ یہ درست نہیں۔ہمارا لنڈن مشن مغربی افریقہ کے مشن سے بہت پہلے قائم ہے اور چونکہ لندن سے مولوی عبد الرحیم صاحب نیر کو مغربی افریقہ بھیجا گیا تھا جنہوں نے وہاں جا کر باقاعدہ تبلیغی مشن قائم کیا اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ لندن سے مغربی افریقہ میں یہ مشن پہنچا ہے۔

یہ فروگذاشتیں بہت معمولی ہیں۔لیکن ایک شخص سے ان کا سرزد ہونا جس طرح بالکل ممکن

ہے۔اسی طرح یہ ناممکن ہے کہ کوئی احمدی ان کا مرتکب ہو نیز احمدیوں کی تعداد پانچ لاکھ کے بجائے پچاس لاکھ لکھی ہے۔ بہر حال یہ قرائن ہیں جو اس قسم کی بدظنی کو دور کرنے کے لئے کافی ہیں کہ ممکن ہے یہ مضمون کسی احمدی کا ہی ہو اس صورت میں مضمون نویس کی قابلیت کا اعتراف نہ کرنا سخن فہمی اور منصفی سے بعید ہے اور امید ہے کہ ناظرین اخبار ذیل کے اقتباس کو پڑھ کر جو حضرت خلیفۃ المسیح کے متعلق ہے اس بارے میں ہمارے ساتھ پورے پورے متفق ہوں گے۔ (خلف) حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں محبت اور صداقت کا یہ وعظ اعظم جو کہ سلسلہ احمدیہ کا پیشرو ہے کس شکل وصورت کا ہے۔ یہ مذہبی اور معاشرتی مصلح بٹالہ (پنجاب) سے شمال مشرق کی جانب گیارہ میل کے قریب فاصلہ پر ایک چھوٹے سے خاموش قصبہ میں جو کہ چھوٹے سے گاؤں سے بوجہ ترقی سلسلہ بہت بڑھ گیا ہے۔

قادیان کی سڑک ہمیشہ زائرین قادیان سے جو دنیا کہ ہر کونے سے اظہار عقیدت اور طلب فیض کے لئے آتے ہیں۔ کیونکہ یروشلم کی جو حیثیت ایک عیسائی کے نزدیک یا ایک ہندو کے نزدیک بنارس کی جو حیثیت ہے ویسی ہی یا اُس سے زیادہ قادیان کی حیثیت ایک احمدی کے نزدیک ہے۔

سلسلہ کے امام کے متعلق یوں تصور کرو کہ وہ ایک چٹائی کے چھوٹے سے ٹکڑے پر بیٹھا ہے۔ مگر سادہ لباس میں ملبوس ہے اس کا سر جھکا ہوا ہے اس کی آنکھیں نیم وا ہیں، وہ اپنا بزرگانہ سر اُٹھاتا ہے اور تم ایک متبسم چہرے کو جس پر انوار نبوت ہویدا ہیں دیکھتے ہو اسکی آواز میں ہمدردی پائی جاتی ہے اسکے اطوار نہایت متحملانہ ہیں اور وہ بہت عقلمند انسان ہے۔

یہ ہے اس سلسلہ کا امام جو سلسلہ کا انتظام اور اہتمام کرنے میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ کے اس نقشے سے متاثر ہو کر نامہ نگار موصوف کی توجہ خواہ مخواہ اسلامی مساوات کی طرف مبذول ہوگئی۔ چنانچہ اس موقع پر وہ اسکا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

لفظ اسلام کے معنی ہیں خالص روحانی اور حکیمانہ زندگی بسر کرنا۔ اسلام میں کوئی ایسا گرجا نہیں ہے جسمیں کسی شخص کے لئے خواہ وہ کوئی ہو جگہ مخصوص کیجاتی ہو۔ اگر کوئی افریقی یا یورپین پہلے مسجد میں

آئے اور آکر اول صف میں بیٹھ جائے تو بادشاہ بھی اگر اس کے بعد آئے گا تو قطعاً اس کو وہاں سے اٹھانے کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے قومی تعصب کو پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ عربی تمام مسلمانوں کی عام زبان ہے اور اسلام کسی خاص قومیت کا نام نہیں نہ یہ کسی ملک سے مخصوص ہے نہ یہ رنگوں کا امتیاز جانتا ہے۔ سلسلہ احمدیہ کے متعلق صحیح واقفیت پیدا کرنے کی تحریک کرتے ہوئے لکھا ہے۔ بہت ہی غلط فہمیاں ہیں جو سلسلہ کے متعلق لوگوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ بالخصوص انہیں جو اسکو سمجھنے کی تکلیف گوارہ نہیں کرتے (جیسا کہ ایک مشہور مصنف پچھلے دنوں ترکی کی موجودہ حالت پر بحث کرتے ہوئے خواہ مخواہ اسلام کو درمیان میں گھسیٹ لایا) حالانکہ احمدیت کے ساتھ تعلق رکھنے والی کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اچھی طرح نہ سمجھی جا سکے سلسلہ کی ان خصوصیات کا ذکر کرنے کے بعد کہ یہ ایک مہتم بالشان امر ہے کہ سلسلہ احمدیہ خصوصیات کے ساتھ ایک خالص مذہبی تحریک ہے۔ جس کا سیاسیات سے کچھ تعلق نہیں۔ اس کے پیرو نہ سور کھاتے ہیں نہ شراب پیتے ہیں اور یہ انہی احکام پر عمل کرتے ہیں جو خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں درج ہیں۔

سلسلہ احمدیہ کی ترقی کے متعلق لکھا ہے

اس سلسلہ کا مرکز قادیان پنجاب ہے اور اس کی شاخیں تمام ہندوستان برہما۔ سیلون۔ چین۔ آسٹریلیا۔ عراق۔ ایران۔ عرب مصر مشرقی افریقہ۔ انگلستان اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ مغربی افریقہ سے یہ سلسلہ یہاں پہنچا ہے۔ وہاں سالٹ پانڈ میں اس سلسلہ کی شاخ ہے۔ یہاں پروفیسر عبدالرحیم نیر صاحب بطور مشنری کام کرتے ہیں۔ اور لیگوس میں ۶۲، بینگو بوس سٹریٹ اور سیرالیون میں بھی اس کی شاخیں ہیں۔ گذشتہ بارہ ماہ کے دوران میں مغربی افریقہ کے ۱۶ ہزار لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔ سلسلہ احمدیہ کے امتیازی اصول میں سے ایک یہ اصل ہے کہ اس کے افراد جس ملک میں بھی رہیں اس کے قوانین کی سچے طور فرمانبرداری کریں۔

فقط آمد بر سر مطلب فرانس میں خود سلطنت فرانس نے اپنی گرانقدر رقم لگا کر مسجد بنوائی۔ ہندوستان میں اسلامیہ کالج اور اسکولوں کو لاکھوں روپے دیئے۔اسی طرح امداد گورنمنٹ کی طرف سے ملتی ہے۔جس طرح عیسائیوں کو ہندوؤں کو آریوں کو مسلمانوں کو ملتی ہے۔ چنانچہ اسلامیہ کالج پشاور کو ۷۵ ہزار روپے کی امداد سالانہ۔اور علیگڑھ کالج کو ۷۵ ہزار کی امداد۔ ہندو کالج کو ۵۰ ہزار کی امداد مل رہی ہے۔غرضیکہ ہر جگہ یہی حال ہے اور ہر ممکن امداد سے انکو دریغ نہیں اور ہر مذہب کو ایسی مذہبی آزادی ان کی طرف سے مل رہی ہے جس کی نظیر آج تک تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ چنانچہ ۱۸۵۸ء میں جو کہ ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے اعلان ہوا تھا اور جس کی آج تک ہر ایک انگریز عظمت کرتا ہے۔ ہر شخص نے پڑھا ہوگا۔نیز قرآن شریف کا حکم ہے کہ تم اپنے بادشاہ کی فرمانبرداری کرو اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ہونٹ کٹا حبشی غلام بھی تم پر حکمران ہو تو اس کی فرماں برداری کرو۔

نیز وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا (سورۃ الاعراف:۵۷) اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ۔

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (سورۃ البقرہ:۱۹۲) اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہوتا ہے۔یعنی ہرگز امن میں رخنہ نہ ڈالو وغیرہ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (سورۃ ابراھیم:۸) اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور تمہیں بڑھاؤں گا۔

ان احکامات کے ماتحت ہم گورنمنٹ کے فرمانبردار ہیں اور مضمون کے بموجب ہم گورنمنٹ کو اپنا محسن سمجھتے ہیں۔اور ہمارا دل اس کا شکریہ ادا کرتا ہے۔کیونکہ ہماری جماعت کو جو کچھ آرام و آسائش اور بیفکری اور آزادی اس حکومت میں ہے اور کسی جگہ نہیں۔ چنانچہ ہمارے بھائی حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید اور ان کے دوسرے ساتھی مولوی عبدالرحمٰن صاحب شہید، مسلمان سلطنت افغانستان میں سنگسار کر دیئے گئے۔اس طرح اگر کوئی اور سلطنت ہوتی۔تو ہمیں عظیم الشان نقصان پہنچاتی۔جب ہمارے مسلمان بھائیوں کا یہ حال ہے تو دیگر قوموں کی ہم کیا نظیر پیش کریں۔اگر یہاں انگریزوں کی سلطنت نہ

ہوتی تو ہمارے آقا اور مولا حضرت اقدس مسیح موعود مہدی مسعود اور ان کی جماعت کو یہ لوگ وہی اذیتیں پہنچاتے اور وہی سلوک کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء کے ساتھ ان کی قوموں نے کیا اور اس حکومت کے ہوتے ہوئے بھی انہوں نے کچھ کمی نہیں کی خون کے مقدمے انہوں نے قائم کر کے پھانسی دلوانی چاہی۔

اسی طرح جماعت کے افراد پر سقہ۔ حلالخور اور دیگر امور ضروریات بند کر دیئے گئے۔ عورتیں چھینیں۔ پتھر برسائے۔ غرضیکہ جا بجا طرح طرح پر جو کچھ بھی ہو سکا کیا اور یہود و کفار کی خصلات میں سے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اس لئے ہم کیوں نہ انگریزوں کے وفادار رہیں مگر اس وفاداری کے یہ معنی نہیں کہ ہم اپنا مذہبی فرض ادا کرنا چھوڑ دیں۔ چنانچہ حضرت اقدسؑ نے سب سے پہلا پیغام ملکہ وکٹوریہ کو دعوت اسلام کا بھیجا۔ دوسرا پیغام ایڈورڈ ہفتم کو دیا۔ تیسرا پیغام جارج پنجم کو۔ چوتھا پیغام پرنس آف ویلز کو دیا تفصیل کے واسطے تحفہ پرنس آف ویلز انگریزی یا اردو منگوا کر دیکھو جس میں نہایت آزادی سے لکھا ہے کہ آج دنیا میں بجز اسلام کے کوئی مذہب نہیں جس کو کوئی مہذب عقلمند قبول کرے۔ عیسائی مہذب ہرگز اس قابل نہیں کہ وہ عالم گیر مذہب ہو سکے اگر تمھیں حضرت عیسٰی سے سچی محبت ہے تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی غلامی اختیار کرو کیونکہ کامل عیسٰی وہی ہیں۔

؎ اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسٰی کجاست تا بنہد پا بہ منبرم

غرضیکہ دانت نکال کر بادشاہ کے آگے گڑگڑا کر نہیں۔ بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح شیر کی مانند گرج کر پیغام دیا ہے۔ تحفہ قیصریہ۔ اور ستارہ قیصریہ۔ تحفۃ الملوک۔ تحفہ پرنس آف ویلز منگا کر پڑھو تو تمھیں اندازہ ہوگا۔

دوسرا گروہ اس قوم میں فلاسفروں کا ہے اور تیسرا گروہ پادریوں کا ہے۔ ان دونوں گروہ کے ہم دشمن ہیں اور ہمارا آقا و مولا صرف انہیں کی سرکوبی کے لئے مامور ہوا تھا۔ تثلیث کو توڑنا اور خنزیروں کا قتل کرنا اس کا

فرض تھا جو اس نے کیا اور ایسا کیا کہ دشمن بھی مان گیا کہ فی الواقع اس نے تثلیث کو پاش پاش۔ ریزہ۔ ریزہ کر دیا۔ عیسائیت کے کمر پر وہ وہ گولے اور بمب برسائے کہ جن کی نظیر ان تیرہ سو سال میں ملنی غیر ممکن ہے اور خود اس کے منبع اور مصدر یعنی لنڈن میں مسجد بن گئی جو کسر صلیب کی ایک بڑی دلیل اور بنیاد ہے۔

ہوئی تعمیر مسجد لندن
گولا بر سیگا کفر پر دن دن
جوں ہی اونچا ہو نعرہ توحید
بند ہو جائے چرچ کی ٹن ٹن

آمین

ظہور پر دجال کی علامات

اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ ان دو گروہوں نے دنیا میں نمودار ہو کر کیا کام کیا۔ ان میں دجال ہونے کی کونسی علامات ہیں۔ (سنن ابوداؤد کتاب الملاحم باب خروج الدجال)

احمد بن جنبل و مسلم و ابوداؤد اور سنائی نے ابوداؤد سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص سورہ کہف کی آخری دس آیتیں اور دس آیتیں اول کی یاد کرلے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہیگا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۳ وجلد ۱ صفحہ ۱۴۳۔

غور طلب یہ ہے کہ کیا ان آیات کے صرف الفاظ یاد کرنے میں یہ اثر ہے۔ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نہیں بلکہ ان آیات کے معانی وحقائق جن میں اس فتنہ کا حال درج ہے۔ چنانچہ اول آیات میں تثلیث کے عقیدہ اور ان کی عجیب وغریب ایجادات اور معلومات کا ذکر ہے جس سے ایک محقق اور مبصر فوراً اسباب کو مان لیتا ہے کہ دراصل یہ ہی قوم دجال ہے ورنہ یہ حکم دس آیات کا بیکار تو نہیں۔

پھر احادیث صحیحہ ہمیں اس میں اور زیادہ مدد دیتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ دجال اس

وقت نکلے گا جبکہ تم دیکھو گے کہ لوگوں نے نماز کو ترک کر دیا ہے اور امانتوں کو ضایع کر دیا اور حکم الٰہی کی فرمانبر داری میں ضعف آ گیا۔

ظلم فخر سے کیا جاتا ہو۔ امیر لوگ فاسق و فاجر ہوں۔

وزیر خائن ہوں۔ آراکین ظالم ہوں۔

قاری فاسق ہوں۔ ظلم و تعدی بر ملا ہو۔

قطع رحمی بہت ہو۔ سود کا عام رواج ہو۔

پیمان توڑے جاتے ہوں۔ قسمیں ضایع کی جاتی ہوں۔

زنا کھلا ہوا ہوتا ہو۔ شراب دن دہاڑے پی جائے۔

اور گانے والی بلائی جائیں۔ (اب توٹی وی نے ہر گھر میں گانے والیاں بھر دیں ناقل)

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں لوگ سستی کرتے ہوں۔

مسجدیں سجائی جاتی ہوں (بمبئی۔کلکتہ۔مدارس۔برہما کی مساجد دیکھو)

لمبے چوڑے ممبر کھڑے کیے جاتے ہوں۔ قرآن کریم کی صرف آرائش کی جائے۔

کمینے اور کم عقل اور جاہل پیشوا ہوں۔ دین کو دنیا سے بیچتے ہوں۔

خون کرنا ہلکی بات سمجھا جاتا ہو۔ رشوت لی جاتی ہو۔

عورتیں ممبر پر کھڑے ہو کر لیکچر دیں۔ مرد عورتوں کی شکل اختیار کریں۔

دنیا کی حرص میں آکر عورت اپنے خاوند کی تجارت میں شریک ہوتی ہو۔

بے طلب گواہ گواہی دیں۔ بلا طلب قسم کھائی جائے

سلام جان پہچان پر کیا جاتا ہو۔ ان کی چھپی باتیں مردار سے زیادہ بدبودار ہونگی۔

ان کے دل ایلوے سے زیادہ کڑوے ہوں گے۔ ان کی زبان شہد سے زیادہ میٹھی ہوگی۔

دین کے سوا باقی تمام باتوں میں غور و فکر کریں گے۔

نیک باتیں بری سمجھی جائیں گی۔

انسان ایسی شکل بنالیں کہ بظاہر بکری باطن میں بھیڑیا۔

جو دجال کی تصدیق کرے گا وہ شقی ہوگا۔

مسلمانو! ذرا غور کرو جو کچھ عیسائی کہتے ہیں تم اس کی تصدیق کرتے ہو یا نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں

''پتا پر پوت پتا پر گھوڑا اے پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا''

چونکہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے اس لئے اس ضرب المثل کے مطابق مسیح میں بھی خدا کی تھوڑی تھوڑی صفات موجود ہیں۔ خدا زندہ ہے۔ مسیح بھی دو ہزار برس سے زندہ ہے۔ خدا خالق ہے مسیح بھی خالق ہے۔ خدا بھی آنکھیں دیتا ہے مسیح بھی۔ خدا بھی آسمان پر ہے۔ مسیح بھی۔ خدا بھی کوڑھیوں کو اچھا کرتا ہے۔ مسیح بھی۔ خدا بھی کھاتا پیتا نہیں۔ مسیح بھی دو ہزار برس سے نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اور بول براز وغیرہ سب سے فارغ ہے۔ لم یزل ولا یزال حیاً قیوماً الان کما کان ۔ بشریت سے بالا۔ الوہیت کی شان اعلیٰ کے ساتھ آسمان پر موجود ہے۔ وغیر ذلک ۔

مولوی صاحب یہی توحید ہے؟

سچ کہو کس دیو کی تقلید ہے؟

جو دجال کی تکذیب کرے گا وہ سعید ہے۔ (احمدی ہر بات میں اس کی تکذیب کرتا ہے۔ احمدی لٹریچر پڑھ کر دیکھو)

خبردار دجال کھانا کھائیگا۔ شراب پیئے گا۔

بازاروں میں پھرے گا۔ دجال کا طول چالیس گز ہوگا۔ (یہ استعارہ ہے)

اس کے نیچے ایک سفید گدھا ہوگا۔

اس کے ایک کان سے دوسرے کان تک تیس گز کا فاصلہ ہوگا گدھے سے ریل اور اسٹیمر وغیرہ مراد ہے۔ کان سے ڈرائیور اور گارڈ بھی مراد ہیں کیونکہ جب تک ان دونوں کے آپس میں اشارات نہ ہوں ریل نہیں چلتی۔ (استعارہ ہے)

ایک قدم سے دوسرے قدم تک ایک شب وروز کی مسافت ہوگی۔اسٹیشن جہاں انجن پانی پیتا ہے شاید مراد ہے۔

زمین اس کے ذریعہ بآسانی طے ہوگی۔کلکتہ سے دہلی ایک ہزار میل ہے۔ریل کیلئے چونتیس گھنٹہ کا رستہ ہے۔کلکتہ سے لاہور چودہ سومیل ہے۔چالیس گھنٹہ کا راستہ ہے۔بمبئی سے کلکتہ ۱۹ سومیل ہے مگر صرف ۶۱ گھنٹے کا راستہ ہے۔(یہ دورانیہ ۱۹۲۲ کا ہے)

بادل اس کے دائیں طرف رہے گا۔

سورج کو اس کے غروب کے مقام سے پیچھے چھوڑ جائے گا۔

سمندر میں اپنے ٹخنوں تک غوطہ زن ہوگا۔

اوراس کے پیچھے دھوئیں کا پہاڑ ہوگا۔

وہ آواز نکالیگا جوزمین کے کناروں تک سنائی دیگی۔(مراداس سے دورتلک)

دجال کے بہت سے گروہوں کے وغیرہ وغیرہ ابھی اور باتیں بھی باقی ہیں جو ہم نے خود چھوڑ دیا۔ دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۲۶۔

کسی قدر ہم نے اوپر بھی دکھایا ہے کہ پیشگوئیوں میں استعارات ہوتی ہیں۔کچھ مثالیں ہم یہاں بھی پیش کرتے ہیں۔

ناظرین اس پر غور فرمائیں۔حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میری بیویوں میں جس کے لانبے ہاتھ ہیں پہلے وہ انتقال کرنیگی۔حضرت ﷺ سے یہ پیشگوئی سن کر بیبیاں آپس میں ہاتھ ناپنے لگیں۔حضرت صلعم نے کسی کو ہاتھ ناپنے سے روکا نہیں۔حضرت صلعم کی رحلت کے بعد پہلے حضرت بی بی زینب نے رحلت فرمائی۔لوگوں کو بہت تعجب ہوا کیونکہ حضرت بی بی سودہؓ کا ہاتھ سب سے لانبا تھا۔بی بی زینب کا ہاتھ لانبا نہ تھا۔آخر ایک صاحب کو یہ بات سوجھی کہ سب بیبیوں حضرت بی بی زینب بڑی سخی تھیں۔پس لانبے ہاتھ کے معانی سخاوت وایثار کے ہوئے۔سب نے اس تاویل کو مان لیا۔اور سمجھ گئے کہ حضرت کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرم کعبہ میں

ایک مینڈھا ذبح کیا جائے گا۔ جب حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ شہید ہوئے تو سب نے یہی سمجھا کہ مینڈھے سے مراد حضرت عبداللہؓ ہی تھے۔ گو پیشگوئی میں مینڈھے کا لفظ تھا۔ کسی انسان تک کا اشارہ تک نہ تھا۔ اس زمانہ کے مسلمانوں کی بھی یہی خواہش رہتی تھی کہ حضرت صلعم کی پیشگوئی کو آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ کر ایمان کو تازہ کریں۔ اگر وہ حضرات مینڈھے کے منتظر رہتے تو آج تک انتظار ختم نہ ہوتا۔

حضرتؐ کو دکھایا گیا کہ آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو سونے کے کنگن ہیں اور آپؐ نے انکو پھونک سے اڑا دیا۔ آخر اسکے یہ معنی ہوئے کہ مسلیمہ کذاب اور اسود دو جھوٹے دعویدار نبوت کھڑے ہوئے اور وہ دونوں جیسا کذاب اور مفتری جو سزا قانون خداوندی میں مقرر ہے اس کو پہونچے یعنی تباہ و برباد ہو گئے۔ حضرت صلعم نے دیکھا کہ ایک بہشتی انگور کا خوشہ آپ کو ابو جہل کے لئے دیا گیا آپ اسکی تعبیر یہ سمجھے کہ شاید ابو جہل مشرف باسلام ہوگا۔ لیکن بات یہ ثابت ہوئی کہ ابو جہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے مشرف باسلام کیا اور جلیل القدر صحابی ثابت ہوئے۔

حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا کہ آپ ایک ایسی زمین کی طرف ہجرت کر رہے ہیں جہاں کھجور کے بہت درخت ہیں۔ چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا خیال اس طرف گیا کہ شاید وہ یمامہ یا ہجر ہوگا۔ لیکن آخر وہ مدینہ نکلا۔

حضرتؐ نے دیکھا کہ گائیں ذبح ہوئیں۔ لیکن مراد اس سے صحابہ کی شہادت جنگ احد میں تھی۔ غرض زیادہ مثالیں لکھنے کی ضرورت نہیں صرف ایک اور مثال لکھی جاتی ہے اس پر غور کرنے والے بہت نفع اٹھا سکتے ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کے پاس ہوں اور وہاں ایک شخص مجھے گندم گوں نظر آیا۔ مردوں میں اول درجہ کا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے بال ایسے صاف معلوم ہوتے تھے جیسے کنگھی کی ہوئی ہے۔ اور ان سے پانی ٹپکتا تھا اور میں نے دیکھا کہ وہ شخص دو آدمیوں کے مونڈھوں پر تکیہ کر کے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہو۔ میں نے یہ پوچھا کہ یہ کون ہے تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہے۔ پھر اسی خواب میں

دیکھا کہ ایک شخص ہے کہ جسکے بال منڈے ہوئے ہو اور داہنی طرف آنکھ اسکی کانی ہے۔ گویا آنکھ اسکی انگور ہے پھولا ہوا بے نور ہے۔ ان لوگوں سے بہت ملتا ہوا جو میں نے ابن قطن کے ساتھ دیکھے تھے۔ وہ بھی دو شخصوں کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے خانہ کعبہ کا طواف کر رکھا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے۔ الصحیح البخاری کتاب بدء الخلق باب واذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اھلھا۔ بخاری کتاب الفتن باب فی ذکر الدجال۔

اب یہاں پر غور کرنے کی بات ہے کہ پیغمبروں کا خواب بھی ایک قسم کا الہام یا وحی ہے اسمیں غلطی کو دخل نہیں۔ حضرت ابراہیم وعلیہ السلام نے خواب ہی دیکھا تھا جسکی وثوق پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لئے مستعد ہو گئے تھے۔ غور طلب یہ امر ہے کہ حضرت ابن مریم اگر خانہ کعبہ کا طواف کریں گے تو کوئی مضایقہ نہیں۔ دجال تو کافر ہوگا اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ کعبہ تک اسکا گذر بھی نہ ہوگا۔ ۲ قد قال لا یدخل المدین ولا (الصحیح المسلم کتاب الفتن باب ذکر ابن صیاد) پھر وہ کیوں کعبہ کا طواف کرنے لگا۔ علماء اس بات پر غور کرنے لگے تو یہ بات طے ہوئی کہ طواف کے معنی چکر دینے کے ہیں پس اس سے یہ مطلب ہوا کہ جسطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہدایت کو چاروں طرف پھیلائیں گے اسی طرح دجال چاروں طرف گمراہی کو پھیلائے گا اور دونوں کا باہمی جنگ اور چکر ہوگا۔

غرض جب پشگوئیوں کا یہ دستور معلوم ہوا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ضرور نہیں کہ ظاہر لفظوں کی پابندی کی جائے۔ بلکہ انکی عمدہ اور معقول تاویل کرنی چاہئے۔

اب جناب حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب یہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے سے مراد یہ ہے کہ امت محمدی میں کوئی عیسیٰ صفت ہوگا۔ اس پیشگوئی کی معقول تاویل یہ ہے۔

دجال یک چشم سے مراد آجکل کے عیسائی ہیں۔ جن کی ایک آنکھ ہے جو دنیاوی نفع اور ترقی کو دیکھ سکتی اور دین آخرت کے دیکھنے والی دائیں آنکھ ندار ہے۔ دجال کے گدھے سے مراد ریل گاڑی ہے۔ جس پر یہ قوم گمراہی لے کر سارے جہان میں گشت لگاتی پھرتی ہے۔ یاجوج وماجوج سے مراد انگریز وروس ہیں۔ جو قدرت خدا سے رکے ہوئے تھے۔ لیکن اب وہ پھیل پڑے ہیں۔ اور مسلمانوں کی سلطنتوں پر قبضہ کر

لیا۔ چنانچہ سورہ کہف کی آخری آیات وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَمُوجُ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعاً (سورة الكهف: آیت نمبر ۱۰۰) اس دن ہم ان میں سے بعض کو بعض پر موج در موج چڑھائی کرنے دیں گے اور صور پھونکا جائے گا اور ہم اُن سب کو اکٹھا کریں گے۔ قوم یاجوج وماجوج کے چھوڑے جانیکا وقت بتلاتی ہیں۔ اور وہ وقت یہی تھا جس میں دنیا کا اجماع اور حشر کیا گیا ہے۔ غرض حضرت اقدس کی مبلغ تاویلوں کو کہاں تک بیان کریں۔ جس کو شوق ہو وہ حضرت کی بے مثل تصنیفات ازالہ اوہام، شہادت القرآن وغیرہ کو منگا کر دیکھیں اور لطف اٹھائیں۔ خدا گواہ ہے عجیب وغریب لطف ملتا ہے بے اختیار دل بول اٹھتا ہے کہ بیشک یہی مطلب اللہ اور اللہ کے رسول کا تھا اور الحمد اللہ ہم نے ایسی عظیم الشان پیشگوئیوں کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھ لیا۔ بعض آدمیوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ اب تک یہ بات کیسی دوسرے کو کیوں نہ سوجھی۔ کیا اہل اسلام میں کوئی عالم نہیں ہوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر چیز کے لئے ایک وقت ہے۔ جب وقت آتا ہے تو وہ بات اللہ تعالیٰ اپنے کیسی بندے کو سوجھا دیتا ہے۔ بڑے بڑے حکماء عقلاء اور فلاسفر اس جہان میں گذرے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا۔ اس وقت اپنے ایک بندے کے دل میں ڈال دیا کہ ریل گاڑی یوں چلائی جائے اور تار برقی سے اس طرح کام لیا جائے۔ اس سے کچھ یہ ضرور نہیں کہ ریل گاڑی اور تار برقی کی موجد کے سوا اور کوئی عقلمند نہیں تھا۔

یہ سب کارخانے خدا کے ہیں۔ جس کو چاہتا ہے اپنے بھیدوں میں کسی بھید سے واقف کر دیتا ہے۔ قیامت کے قریب کی جو باتیں پیش آنیوالی ہیں ان کو جس طرح سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجمالی طور پر بیان فرمایا تھا ویسا ہی اجمالی طور پر پچھلے مسلمان جانتے آئے۔ اس میں ان کا کوئی قصور نہیں۔ اللہ کو یہ منظور نہ تھا کہ وہ باتیں اپنے وقت سے قبل کسی پر کھلیں۔ ہاں جب وہ زمانہ آگیا اور جب اس امام زمانہ کو پیدا کیا جس کا نام اس نے روحانی عالم میں مسیح ابن مریم رکھا تھا تو اس نے پیارے بندے پر بذریعہ وحی کے ان بھیدوں کو کھول دیا۔ مبارک ہیں وہ جو اس نیک بندے پر نیک گماں ہیں۔ ان کو نیک گمانی کا بھی ثواب ملے گا۔ الہام حق کے جھٹلانے سے بھی بچ جائیں گے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان مبارک

بندوں نے نہ صرف مجدد زمانہ امام الوقت حضرت مسیح موعود علیہا لصلوۃ والسلام ہی کو سچا مانا بلکہ اپنی آنکھوں سے اس صادق القول کے اقوال کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ بھی لیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

یہاں پر یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کی ایسی تاویل کسی نے کی بھی ہے تو ہم بتاتے ہیں کہ اس سے بڑھکر لو۔ مثال ہم دیتے ہیں اس پر خوب غور کرو اور انصاف کو ہاتھ سے نہ دو۔

دجّال کا عجیب قصّہ

حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص تھا جو ابن صیاد کے نام سے مشہور تھا۔ اس کو نجوم سے کچھ تعلق پیدا ہو گیا تھا۔ غیب کی چیزیں بتاتا تھا۔ بعض باتیں دل کی بھی سمجھ جاتا تھا۔ غرض اس قسم کے عجیب کام دیکھ کر صحابہ ؓ بھی سمجھنے لگے کہ ہو نہ ہو دجال معہود یہی ہے۔ ایک بار تو حضرت عمرؓ نے جناب پیغمبر خدا صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں قسم کھا کر کہا کہ ضرور ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے یہ بیان سن کر سکوت کیا۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی کہ ابن صیاد کو قتل کر ڈالیں۔ (الجامع الترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی ذکر ابن صیاد۔) کہ دجال معہود کا قصہ ہی تمام ہو جائے۔ لیکن آنحضرت صلعم نے یہ فرمایا کہ اگر ابن صیاد ہی دجال معہود ہے تو اس کے مارنے والے عیسیٰ ہیں اور اگر وہ دجال معہود نہیں ہے تو ناحق ایک بے گناہ کے قتل کا بوجھ سر پر کیوں لیا جائے۔

اس ابن صیاد کا قصہ اور سنیئے ابو سعید حذری سے روایت ہے کہ وہ ایک بار ابن صیاد کے ساتھ مکہ روانہ ہوئے راہ میں ابن صیاد نے شکایت کے طور پر ابو سعید حذری سے کہا کہ لوگوں (یعنی صحابہ عنوان اللہ علیہم اجمعین) کی ان باتوں سے مجھ کو بہت دکھ ہوتا ہے جو وہ کہتے ہیں کہ دجال معہود میں ہوں اور تم جانتے ہو کہ اصل حال اسکے خلاف ہے تم نے سنا ہو گا کہ رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ دجال لاولد ہو گا اور میں صاحب اولاد ہوں اور آنحضرت صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دجال مدینہ اور مکہ میں داخل نہیں ہو گا اور میں مدینہ سے آتا ہوں اور مکہ کو جاتا ہوں۔ (الجامع الترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی

ذکرابن صیاد۔) اب سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ ابن صیاد نے مدینہ میں انتقال کیا اور مسلمانوں نے اسکے جنازہ کی نماز تک پڑھی۔

اے ناظرین! غور کرو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کس پایہ کے صحابی ہیں آنحضرت صلعم نے ان کے بارے میں فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتے (صحیح المسلم کتاب الفتن باب فی ذکر ابن صیاد۔) پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ فرشتے حضرت عمرؓ کی زبان پر کلام کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیا ہو گیا تھا۔ کہ ایک مسلمان صاحب اولاد کو ساکن مدینہ کو معہود دجال سمجھتے رہے اور اس کے قتل کی اجازت مانگتے رہے۔ اے بھائیو! ذرا انصاف کرو کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ حدثیں نہیں سنی تھیں کہ دجال کے ساتھ بہشت و دوزخ چلے گی۔ سارے جہان کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ وہ مرُدوں کو زندہ کرے گا۔ جس کھیت کو بار آور ہونے کا کہے گا۔ وہ فوراً پھل لائیگا۔ اس کا گدھا ستر باع لمبا ہوگا۔ (بخرج الدجال علی حمار اقمر مابین الذنیه سبعون باعاً) (مشکوٰۃ کتاب الفتن فی ذکر الدجال) اور مثل بادل کے تیز چلے گا۔ (ترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی فتنه الدجال)۔

بتلایئے تو سہی حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ باوجود ان نشانات متذکرہ بالا کے کوئی نشان نہیں دیکھتے تھے اور پھر بھی ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قسم تک کھالی۔ آخر کوئی سبب تو بتاؤ اگر ذرہ برابر انصاف ہے۔ تو بھی کہو گے کہ یہ صحابہ پیشگوئیوں کے لفظ بلفظ کے پابند نہیں سمجھتے تھے۔ ابن صیاد میں گمراہی کی باتیں دیکھیں۔ جن سے بندگان خدا میں بے ایمانی اور فساد کے پھیلنے کا خوف ہوا۔ پس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے پورا ہوتے ہوئے دیکھنے کا ایسا شوق ان کے دلوں پر غالب تھا کہ فوراً یہی کہنے لگے کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ حضرت عمرؓ اور دوسرے اصحابی یہ اجتہاد کریں کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے تو کوئی مضایقہ نہیں۔ گو زمانے نے ثابت بھی کر دیا کہ ابن صیاد ایک بندہ مومن تھا اور مومن مرا۔ ہرگز ہرگز اس کی پیشانی پر ک ف س لکھا ہوا نہ تھا۔ (الصحیح البخاری کتاب الفتن باب فی ذکر الدجال...... وان بین عینیه مکتوباً کا فنیه)

لیکن حضرت مرزا صاحب یورپین پادریوں کو جنکی پیشانی پر حقیقت میں ک ف س لکھا ہوا

ہے۔(کفس یعنی گاؤن gown بمعنی ڈھکنا یا سرپوش، پادریوں کی ٹوپی) یہی ایسی زبان ہے جس کو ہر شخص دیکھتے ہی پڑھ لیتا ہے کہ یہ عیسائی ہے اور نشانی ہے اس قوم کی جو حقیقت میں اس جہان کے خزانے اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں جو حقیقت میں ڈراتے دھمکاتے للچاتے ہیں جنکا گدھا حقیقت میں ستر باع لمبا اور بادل کی طرح تیز چلنے والا ہے اور حقیقت میں کعبہ کے چاروں طرف چکر لگا کر یعنی جہان میں گمراہی کے پھیلانے کی اپنی مثال نہیں رکھتے۔ جو خدائی کاموں میں دخل اندازی (ڈینمائیٹ کا گولہ اڑا کر بادل پیدا کر کے پانی برساتے ہیں۔ مرغی کے انڈے کو ایک کل مشین میں مصنوعی گرمی پہونچا کر فوراً بچے نکالتے ہیں۔ سمندر کو جس جگہ سے ہٹ جانے کو کہتے ہیں ہٹ جاتا ہے (دیکھو مدارس کا ہاربر) گویا خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور خدائی کتاب میں تحریف وتبدیلی کر کے گویا نبوت کا دعویٰ (یہ کام نبی کا ہے کہ بذریعہ الہام کتب سابقہ کے احکام کو منسوخ کرے۔ لیکن پادریوں نے یہ کام اپنے ہاتھوں میں لے لیا جو چاہا کاٹا جو چاہا رکھا۔ خدا کی کتابوں کو معمولی مسودہ بناڈالا)۔

خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور سچ مچ یک چشم ہیں۔ سوا روٹی اور مکھن کے اس عالم کی طرف دیکھ ہی نہیں سکتے۔ گویا وہ آنکھ جس سے خدا پرستی نظر آتی ہے کانی ہے۔ غرض اس قدر مشابہت رکھتے ہوئے پادریوں کو دجال معہود کہا تو صادق القول خدا کے مسیح نے سچ کہا نہ سمجھنے والوں کا اپنا قصور ہے۔

ارے بھائیو! اگر تمھارے زعم میں حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کے اجتہاد میں غلطی ہے تو تم خوشی سے اسی دجال کے منتظر رہو جو کچھ عرصہ کے لئے خدائی کریگا۔ غرض اسی قسم کے سینکڑوں کام یہ چالاک قوم کرتی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ گویا خدائی کا دعویٰ کر رہی ہے۔ دہلی میں بلا گھوڑے بلا انجن کے صرف برقی قوت سے گاڑی تریموے (Tramway) چلتی دیکھ کر ہندو کہنے لگتے ہیں کہ انگریز تو پرمیشر ہیں جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں۔

ہماری قوم پر اللہ رحم کرے یہ بھی نہیں غور کرتی کہ اگر لفظی معنی پر چلا جائے تو دجال تھوڑے عرصہ کیلئے خدائی کا شریک ہو جائے گا۔ کیا مارنا جلانا، غلہ نکالنا، پانی برسانا خاص خدا کا کام نہیں ہے۔ اگر یہ شراکت نہیں ہے تو یہ مشرک کس کو کہتے ہیں۔ کیا وہ کل فرشتے جو بادلوں اور ہواؤں پر متعین ہیں سب کے

سب اس دجال کے تابع کر دئے جائینگے۔ خدا اس عقیدہ بد سے مسلمانوں کو بچائے۔ لفظ کی پابندی میں کہاں سے کہاں چلے جاتے ہیں اور حقیقت میں ستر باع لمبا گدھا نہ معلوم کس گدھی کا بچہ ہوگا جس پر چڑھکر دجال عجیب وغریب کرشمے دکھاتا پھریگا۔ لیکن حضرت اقدس کے بارے میں اتنا ہی کہو جو جناب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہو کہ اجتہادی غلطی ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن صیاد کو دجال معہود سمجھا اور دجال ثابت نہ ہوا۔ فرض کرو کہ مرزا صاحب نے پادریوں کو دجال سمجھا اور تمہارا وہ دراز قد (پانسونوٹ لانبے گدھے پر جو چڑھیگا وہ آخر پانسوفٹ لانبا ضرور ہوگا) دجال کہیں سے نکل بھی آیا تو یہی ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ اجتہاد غلط ثابت ہوگا۔ لیکن کیا اجتہادی غلطی موجب تکفیر وتکذیب ہوسکتی ہے۔ مدارس کی مسجد والا جاہی میں (مراد مولوی حسن علی مغفور ومرحوم) کہتے تھے حضرت مرزا صاحب سے بیعت کر لینے کے بعد جب میں نے درود شریف کا وعظ کہنا چاہا تو روکدیا گیا۔

جب میں وہاں سے چلا تو ایک مسلمان باایمان نے مجھکو کہنا شروع کیا کہ یہ کافر ہے یہ کافر ہے، یہ دجال ہے یہ دجال ہے۔ میں نے دل میں سوچا کہ یہ شخص بھی ہمارے ہی دعوے کی تائید کرتا ہے کیونکہ نہ میں یک چشم تھا نہ ستر باع لمبے گدھے پر سوار ہوا تھا نہ زندہ کو مردہ نہ مردے کو زندہ کرتا تھا۔ پھر بھلا وہ آدمی مجھ کو دجال کیوں کہتا تھا۔ صرف اس وجہ سے کہ اس نے اپنے خیال میں یہ سمجھ لیا کہ میں حضرت اقدسؑ مرزا صاحب کا متبع ہونیکی وجہ گمراہ ہوگیا اور گمراہی پھیلانا چاہتا ہوں۔ پھر جب وہ ایک کلمہ گو اہل قبلہ کو جو فوراً نماز جمعہ پڑھکر درود شریف کے فضائل بیان کرنا چاہتا تھا دجال کہنا جائز سمجھتا تھا تو پھر اگر ہم نے عیسیٰ پرست قوم کو جو گمراہ کرنے میں اپنا نظیر نہیں رکھتی دجال کہا تو کیا بے جا کہا۔ اے خدا ہماری قوم کو سمجھ عطا فرما کہ کچھ حق باطل میں امتیاز اور فرق کرسکیں۔

ابوداؤد اور لسنائی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایسا زمانہ آنیوالا ہے کہ سود کھانے سے کوئی بھی نہ بچیگا اگر کوئی نہ بھی کھاتا ہوگا تو اسکی بھانپ تو ضرور ہی لگ جاویگی (شکوٰۃ صفحہ نمبر ۲۴۵ مطبوعہ مجتبائی)۔ کسی بڑے تاجر سے پوچھئے جسے بنک سے تعلق ہو سود کے متعلق اصول سمجھائیگا کہ سود کا کس قدر وسیع جال ہے کہ کوئی بھی اس سے نہیں بچتا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے

پیشگوئی میں گھوڑا، بیل، اونٹ وغیرہ محض اسوجہ سے نہیں فرمایا کہ گویا بوجھ اٹھانے کے لئے سب سے زیادہ سخت گدھا ہے۔اسی طرح ریل بھی بوجھ اٹھانے میں بینظیر ہے اس لئے گدھے سے تشبیہ دی۔

صرف ہمارا ہی خیال دجال کے متعلق نہیں بلکہ دیگر علماء نے بھی اسکوخود دجال تسلیم کیا ہے۔چنانچہ فایت البرہان صفحہ ۳۴۔

تفریح الازکیافی احوال الانبیاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۸۸۶ء کواکب دریہ، صفحہ ۱۵۷۔

پھر صفحہ ۱۶۲ پر لکھا ہے کہ جو آگ پانی سے چلنے والی ادنیٰ درجہ کی گاڑیاں فی الواقع دوزخ ہیں اوراعلیٰ درجہ کی گاڑیاں جنت ہوتی ہیں۔کواکب دریہ صفحہ ۱۶۳۔

احمد بن حنبل اورابوعلی اوربغوی اور ماوردی اور ابن قانع اور ابن حبان اورطبرانی اور حاکم اور ابونعیم اور بیہقی نے رافع بشر اسلمی سے روایت کی ہے کہ ایک قسم کی آگ نکلے گی جو اونٹ کی سی رفتار چلے گی اوردن کو بھی اور رات کو بھی چلے گی اور پکاریگی کہ چلنے لگی ہے تم بھی تیار ہو جاؤ۔

اور بھی وضاحت کے ساتھ دوسری جگہ قرآن مجید میں موجود ہے۔

ریل کی پیش گوئی

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا (سورۃ العدیت: آیت نمبر۲) قسم ہے اس تیز دوڑنے والی کی جو دوڑ یگی ہانپتی ہوئی چنانچہ دیکھ لو ریل ایک قدم بھی ہانپے بغیر نہیں اٹھا سکتی۔پہلے ہی قدم پر ہانپ کرتی ہے اور برابر دوڑنے میں ہانپتی رہتی ہے۔علمائے متقدمین نے گھوڑے مراد لئے ہیں یہ قدم قدم بھی چلتے ہیں اور کھڑے ہیں شروع دوڑ میں ہانپتے بھی نہیں یہاں شرط ہے دوڑنے والے اور ہانپنے والے کی سو ریل کی رفتار کو Runing دوڑنے والی کہتے ہیں۔ہانپنا یہ بھی لازمی ہے دراصل انکے سامنے یہ چیز موجود نہ تھی وہ کیونکر اسکے صحیح معنی کر سکتے تھے۔آجکل لڑائی بھڑائی سے علماء کوفرصت نہیں قرآن پر تدبیر کریں۔

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا (سورۃ العدیت: آیت نمبر۳) جو پتھروں سے آگ جلانے والی ہوگی۔تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ جو لوگ دوزخ کے ایندھن (آدمی اور پتھر ہونگے) پر ہنسا کرتے تھے اب پتھر کے کوئلہ کی

ایجاد نے اسکو بھی صاف کر دیا۔گھوڑا تو ریت اور پکی سڑکوں پر بھی چلتا ہے اسوقت کہاں اُس سے آگ نکلتی ہے اور اسمیں سے جب تک پتھر جل کر آگ نہ جلے یہ جل ہی نہیں سکتی اس لئے جس چیز پر زیادہ وضاحت کے ساتھ یہ آیت صادق آئے ہم وہی معنی کیوں نہ کریں۔

پھر تیسری نشانی تیسری آیت میں بیان کی ہے فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا (سورۃ العدیت: آیت نمبر۴) وہ (اپنی تیز رفتاری کے سبب) صبح کو غارت کرنیوالی ہوگی۔عربی میں مغیر اس قوم کو کہتے ہیں جس کے متعلق یہ معلوم ہو کہ وہ اتنی دور ہے کہ صبح تک یہاں پہنچنا ناممکن ہے۔اسلئے اپنے دشمن سے لوگ بے فکر ہو کر سو جائیں اور وہ اچانک یہاں آ جائے چنانچہ ایسی ہی ریل کی تیز رفتار ہے۔پنجابی میں ایسے موقعہ کے لئے محاورہ ہے کہ پینڈھ مار کے آیا ہوں یعنی اپنی تیز رفتاری کے سبب صبح تک گاؤں کے گاؤں مارتی ہوگی۔اردو میں کہتے ہیں یہ گھوڑا پچاس میل کا رستہ مار کر آ رہا ہے۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا (سورۃ العدیت: آیت نمبر۵) پھر اسکی یہ بھی نشانی ہے کہ وہ گرد و غبار، دھواں اُڑاتی چلے گی۔پانچویں نشانی اس پانچویں آیت میں اسقدر صاف ہے کہ گھوڑے وغیرہ پر صادق نہیں آسکتی یعنی فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا (سورۃ العدیت: آیت نمبر۶) پھر وہ اُس (غبار) کے ساتھ ایک جمعیّت کے بیچوں بیچ جا پہنچتے ہیں۔اسکے پیٹ میں ایک (فوج) جماعت کی جماعت بیٹھ سکتی یہ ریل ہی ہے کہ جسکے پیٹ میں شہر کا شہر بیٹھ جاتا ہے۔اگر آپ اس جگہ ضد سے گھوڑے مراد لیں گے تو رکیک تاویلیں کرنے کے علاوہ کھینچ تان کر کے بھی عمدہ معنی نہ ہو سکیں گے۔

باوجود اتنے آرام کی سواری کے یہ حضرت انسان اپنے پہلے دکھ والے سفر کو بھول جاوینگے اور اسقدر آرام دہ سواری ملنے پر بھی شکر نہ کریں گے۔اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ (سورۃ العدیت: آیت نمبر۷) یعنی تحقیق انسان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے۔اس سے بہتر چیز کی تلاش کرے گا موٹر یا میل ریل گاڑی وغیرہ چنانچہ اگر ہم کبھی پیسنجر میں بیٹھ جاتے ہیں اور وہ کسی سٹیشن پر زیادہ دیر کھڑی ہو جاتی ہے تو کہتے ہیں یہ تو کمبخت مر ہی گئی چلتی ہی نہیں۔

یا آہستہ رفتار پر کہتے ہیں کہ یار بڑی غلطی کی جو بمبئی میل پنجاب میل کلکتہ میل میں نہ بیٹھ گئے یہ تو کمبخت چھکڑا گڈا ہوگئی ہے وغیرہ انہیں اپنی پہلی حالت بھول گئی کہ پیدل کس طرح گھسٹنا پڑتا تھا۔ جب ریل نہ تھی سر پر بوجھ ہوتا تھا چور اور درندوں کا ڈر ہوتا تھا یا اگر سواری بھی تھی تو اونٹ، گھوڑا، بیل گاڑی وغیرہ کے مقابلہ میں ہزار درجہ پسنجر بہتر ہے۔ وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیْدٌ (سورۃ العدیت: آیت نمبر ۸) اور وہ یقیناً اس پر (اپنے قول اور فعل سے) گواہی دے رہا ہے۔ اور یہ قرآن کے الہامی ہونے پر گواہی ہے کہ یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی تصنیف نہیں یا ورقہ بن نوفل کی نوٹ بک یا جبریل یہودی کی ڈائری یا حضرت عثمانؓ کی بیاض نہیں۔ اگر انسانی خیالات کا قرآن مجموعہ ہوتا تو تیرہ سو برس بعد ایک وہم وگمان سے بالاتر نئی ایجاد ہونیوالی چیز کی اس میں خبر نہ ہوتی۔ فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہٖ (سورۃ البقرہ: آیت نمبر ۲۴) تو اس جیسی کوئی سورت تو لا کے دکھاؤ۔ اسکے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ توریت۔ انجیل۔ زبور۔ ترمی پتک ژند دستا۔ زبور۔ وید۔ بھگوت۔ گیتا۔ مہابھارت۔ رامائن۔ جنم ساکھی وغیرہ میں اگر کوئی مثال ہو تو پیش کرو۔

پھر اس زمانہ کی نشانی بیان کی گئی کہ یہ اس وقت ظہور کرے گی وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (سورۃ العدیت: آیت نمبر ۹) اور یقیناً مال کی محبت میں وہ بہت شدید ہے دوسرے اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ جب مال کی بہتات ہو جائیگی۔ جبکہ مال کی محبت لوگوں کے دلوں میں بہت ہو جائیگی۔ چنانچہ دیکھ لو آج قارون کی قبر پر لات مارنیوالے ہزاروں اور لاکھوں موجود ہیں۔ پھر اس زمانہ کی یہ بھی نشانی ہے کہا اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ (سورۃ العدیت: آیت نمبر ۱۰) پس کیا وہ نہیں جانتا کہ جب اُسے نکالا جائے گا جو قبروں میں ہے؟ اسوقت قبریں کرید کرید کر علم تاریخ نکالی جائیگی۔ چنانچہ۔ بابل۔ مصر۔ مدین کے قبرستان اور پرانے اجڑے ہوئے شہر اور عمارتوں کو کھود کر فلاسفر اور مئورخ کتبہ اور قرینہ اور سکون سے تاریخ نکالی گئی اور نکال رہے ہیں۔ ہندوستان میں بکاؤلی کا باغ معلوم کیا گیا ہے (اب پاکستان میں موہنجوداڑو۔ ہڑپہ اور ٹیکسلا میں پرانی تہذیبیں معلوم ہوئی ہیں) وغیرہ۔ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ (سورۃ العدیت: آیت نمبر ۱۱) اور وہ حاصل کیا جائے گا جو سینوں میں (چھپا پڑا) ہے۔ سینہ در سینہ آنیوالی علم راز داریاں آسانی سے حاصل ہوسکیں گی۔ کالج سکول ہر فن کے ملاحظہ فرمایئے۔ موٹر بعد میں ہندوستان میں آئی پہلے اسکے

بنانے کی کتاب موٹرنگ اور موٹر مینول آگئیں۔ اسطرح ہر علم وفن کی کتابیں بازار میں ملتی ہیں یہ اس زمانہ میں بات کہی گئی ہے جبکہ ایک کاریگر اپنی بیٹی سے کام چھپایا کرتا ہے کہ چونکہ کہ دوسرے گھر بیاہ کر جائیگی اسلئے ہمارا راز نہ چلا جائے بلکہ بیٹے کو بھی مرتے وقت بتایا کرتے تھے۔

اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ (سورۃ العدیت: آیت نمبر۱۲) یقیناً اُن کا ربّ اُس دن ان سے پوری طرح باخبر ہوگا۔ بیشک غیب کی باتوں سے تیرا رب ہی خوب واقف ہے جس نے تیرہ سو سال پہلے خبر دی دوسرے مقام پر اور وضاحت کیساتھ بیان کیا ہے بلکہ اسٹیم سے چلنا وغیرہ بیان کیا ہے۔

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۲) میں شہادت کے طور پر ان ہستیوں کو پیش کرتا ہوں جو پہلے آہستگی سے چلائی جاتی ہیں۔ قسم اس بھاپ کی (اسٹیم کی) جو چھوڑی جائے گی اختیار کیساتھ آہستہ آہستہ نرمی سے حسب دلخواہ لغات میں دیکھ لیجئے یہ ہی چار معنی عُرفاً کے ہیں اور اسٹیم ڈرائیور کے اختیار میں ہوتا ہے۔ اول تھوڑی چھوڑتا ہے۔ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۳) پھر بہت تیز رفتار ہو جانے والیوں کی۔ پھر دھکا دینے والی ہوگی چنانچہ دیکھ لو لاکھوں ٹن وزن اسکے دھکے سے چلتا ہے اگر آپ سٹیم کا اصول نہیں جانتے تو کسی واقف سے دریافت کیجئے کہ بوائلر میں سے نکل کر اسٹیم کا سلنڈر میں سے گذرتے وقت کیا کام ہوتا ہے۔ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۴) اور میں دنیا میں پھیلا دینے والی ہستیوں کو بھی شہادت کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ اور (پیغام کو) اچھی طرح نشر کرنے والیوں کی اور وہ بہت بوجھ اٹھانے والی ہوگی۔

فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۵) اور حق اور باطل میں فرق کر دینے والی ہستیوں کو۔ پھر واضح فرق کرنے والیوں کی متفرق کرنے والی ہوگی جو بانٹتی چلی جائے گی چنانچہ متفرق کرنے مال ڈاک، خطوط، پارسل وغیرہ ہر شہر میں اتارتی چلی جاتی ہے۔ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۶) پھر انتباہ کرتے ہوئے (صحیفے) پھینکنے والیوں کی۔ پھر وہ ملاقات کرنے والی ہوگی ذکر کئے گیوں سے چنانچہ تار کے ذریعہ ایک اسٹیشن سے ریل چلنے سے پہلے لین کلیر ہوتا ہے یعنی اسکی روانگی کے متعلق دوسرے اسٹیشنوں پر بذریعہ تار پہلے ذکر کر دیا جاتا ہے کہ فلاں نمبر کی ٹرین آرہی ہے نیز ایک شخص اپنی

روانگی کا تار دیتا ہے کہ مجھے فلاں جگہ لینے کے لئے آؤ تو وہ ریل اس تار کے ذریعہ ذکر کئے گئے کی ملاقات کی باعث ہوتی ہے وغیرہ۔

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۷) اس غرض سے بھی کہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے اور اس غرض سے بھی کہ لوگوں کو تنبیہ کر دی جائے ہوشیار کر دیا جائے۔ حیران کر دینے والی ہوگی تحفہ پیش کرنے والی ہوگی اور ڈرانیوالی ہوگی، الزام دینے والی ہوگی، عہد و پیان کرنے والی ہوگی وغیرہ بہت معنی ہیں اور اس پر صادق آتے ہیں اور نہایت وضاحت کیساتھ پیشگوئی کی خوبی پر روشنی ڈالتے ہیں۔ پھر دعویٰ سے فرمایا کہ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۸) یقیناً جس سے تم ڈرائے جا رہے ہو لازماً ہو کر رہنے والا ہے۔ بیشک ضرور ضرور یہ وعدہ پورا ہو کر رہیگا یہ مذکورہ تمام باتیں ضرور پوری ہونگی ایک دعویٰ اور وضاحت کیساتھ مفصل بیان کیا گیا ہے پھر یہ بھی بتایا یہ کس زمانہ میں ہوگا۔ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۹) پس جب ستارے ماند پڑ جائیں گے۔ جبکہ ان ستاروں کی تحقیق ہو کر ان کے متعلق جو پہلی باتیں مشہور ہیں مٹ جائیں گی۔ چنانچہ چاند اور دوسرے سیاروں کے حالات اب پتہ چل رہے ہیں۔ **اس میں تحقیقات علم آسمان کی پیشگوئی ہے**۔ ایک اسکے یہ بھی معنی ہیں کہ جبکہ شریعت کے ستارے مولویوں کی حالت خراب ہو جائے گی یا جب حقیقی عالم دنیا سے مٹ جائیں گے۔ یہ معنی دوسری آیات پیش نظر رکھ کر اچھی طرح سمجھ میں آ جاوینگے جو ہم انشاء اللہ آگے بیان کرینگے۔ طُمِسَتْ کے معنی ناپید کرنا۔ ہلاک کرنا۔ نشان تک مٹا دینا۔ محو کرنا۔ بھلا دینا۔ پرانا ہونا۔ اندھا بے نور ہونا وغیرہ کے ہیں۔ اسلئے اب حسب ذیل معنی ہو سکتے ہیں جبکہ علمائے دین ناپید ہو جاوینگے مٹ جائینگے ہلاک ہو جائیں گے یا جبکہ مولوی دنیا میں محو ہو جائیں گے یا جبکہ حقیقی اسلام بھول جائینگے یا جبکہ ان کی تحقیقات پرانی ہو کر بیکار ہو جائیگی یا جبکہ یہ علم دین سے اندھے ہو جائینگے۔

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۱۰) اور جب آسمان میں (طرح طرح کے) سوراخ کر دیئے جائیں۔ اور جبکہ آسمان چر جائیگا جھروکہ پڑ جائیگا حقیقت کھل جائیگی کھال اُتاری جائیگی

چنانچہ آسمان کے متعلق جو پہلی معلومات اور کہانیاں تھیں وہ سب لغو ہو گئیں اور اسکی حقیقت کھل گئی کہ یہ جو ہمیں نظر آتا ہے حد نظر ہے۔ تم ہزار میل اور چلے جاؤ تب بھی اتنا ہی اور ایسا ہی نظر آئیگا۔ کھال اُتارنا ایک محاورہ ہے جیسے اُردو میں کہتے ہیں کہ "تم تو بال کی کھال اُتارتے ہو" یعنی ذرا ذرا صاف طور پر بڑی بڑی عظیم الشان دوربینیں جو عجیب وغریب خواص کی بنی ہوئی پہاڑوں وغیرہ پر رکھی گئی ہیں جنہوں نے بالکل اسکی حقیقت کھول دی۔ موجودہ خلائی سائینس نے کسطرح فضاء اور سیاروں کے علوم کا انکشاف کیا اور اسکی نشانی بیان کی۔

اِنَّهَا تَرۡمِیۡ بِشَرَرٍ كَالۡقَصۡرِ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۳۲) یقیناً وہ ایک قلعہ کی طرح کا شعلہ پھینکتا ہے۔ محلوں کی مانند شرارے پھینکتی ہو گی رات کے وقت انجن کے دھوئیں کو انجن کی چمنی میں سے نکلتا ہوا دیکھیے کہ کسقدر بڑے بڑے شرارے آگ کے نکلتے ہیں ونہیں آپ نے دیکھا ہوگا کہ دھواں اسقدر نکلتا ہے کہ ایک محل کیا پہاڑ کے برابر نظر آتا ہے چونکہ دن سورج کی روشنی ہوتی ہے اس کی چنگاریاں روشن نہیں نظر آتیں مگر رات کو وہ خوب صاف نظر آتی ہیں۔

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفۡرٌ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۳۳) گویا وہ جوگیا رنگ کے اُونٹوں کی طرح ہے۔ وہ زرد زرد اُونٹوں کی قطار کے مانند ہوگی چنانچہ آپ نے اگر ایک اُونٹ کی نکیل دوسرے اُونٹ کی دم کیساتھ بندھی ہوئی ایک لمبی قطار اُونٹوں دیکھی ہوگی اور دور سے چلتی ہوئی ریل کا نظارہ بھی کیا ہوگا تو زرد رنگ تمام گاڑیوں کا بالکل ایسا ہی نظارہ ہوتا ہے۔ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۳۸) ہلاکت ہو اس دن جھٹلانے والوں پر، ان پر تباہی آئے گی (اس میں کوئی بھی شبہ نہیں)۔ افسوس ہے ان بدنصیبوں پر جو اتنی بڑی نشانی یا معجزہ قرآن کا دیکھ کر اسکو الہامی نہ مانیں گے یا قرآن کے ان حقائق و معارف کی مخالفت کریں گے۔ میں نے کچھ آیتیں درمیان میں خاص وجہ سے جان بوجھ کر چھوڑ دیں انشاء اللہ آئندہ مفصل بیان کرینگے اس وقت میری منشاء ہے کہ صرف ریل کے متعلق قرآن واحادیث سے کسی قدر اور بیان کروں۔

پہلے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ ضد کیوں کرتے ہیں اگر والعدایت سے گھوڑے ہی مراد لئے جائیں تو لغات مجبور نہیں کرتی کیونکہ لغات میں صرف صبا رفتار چیز کو کہا جاتا ہے اگر گھوڑے مراد لیا

جائے تو باقی آیات کے معنی ان پر صادق نہیں آتے۔

دوم : علمائے متقدین جو پہلے معنی کر گئے ہیں انکے سامنے چیز موجود نہ تھی اور خدا کے سامنے ضعیف انسان میں یہ عقل کہاں کہ وہ اسے بلا دیکھے سمجھ سکے۔

سوم : علماے متقدین مامور من اللہ نہ تھے کہ جوانہوں نے معنی کر دیے بس وہی معنی ہو سکتے ہیں بلکہ دوستو قرآن بڑا وسیع اور ذولمعارف ہے، سمندر بے پایاں ہے۔

چہارم : گھوڑوں کے ساتھ کوئی تمہاری رشتہ داری ہے؟ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے کوئی معنی کر دیے ہیں کہ اب اس کے بعد کسی کو حق نہیں۔علماء کی باتیں اگر آخری فیصلہ ہو سکتیں تو اسقدر تفاسیر کیوں لکھی جاتیں؟ خواہ مخواہ بے فائدہ مخالفت کر کے قرآن کی خوبی اور وسعت پر دھبہ لگا کر ساتھ میں اپنی جگ ہنسائی نہ کراؤ۔

وَاِذَاالْجِبَالُ نُسِفَتْ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۱۱) اور جب پہاڑ جڑوں سے اکھیڑ دیئے جائیں گے، اڑائے جائیں گے۔ اس سے پہلے جب کبھی پہاڑ کاٹنا ہوتا تھا تو اوزاروں سے کاٹا جاتا تھا مگر اب سرنگ اور ڈائنامیٹ کے ذریعہ اُڑاے جاتے ہیں یعنی جب پہاڑ اڑاے جائیں گے دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ جو پہاڑ کی طرح مستحکم بادشاہ سمجھے جاتے تھے وہ اُڑا دیے جائیں گے (بحساب ابجد ۱۳۲۳ھ نکلتی ہے) جو ہمارے خیال کی صداقت پر ایک اور دلیل ہے۔روس، ٹرکی، مغل وغیرہ۔ایک اسکے یہ بھی معنی ہیں کہ جبکہ اتنے بڑے بڑے گولوں کی توپیں بن جائیں گی۔ جو پہاڑوں کو اُڑا دیا کریں گی۔ بیلجیم کے واقعات پڑھو اینٹورپ کے قلعہ کے متعلق مشہور تھا کہ وہ اسقدر مضبوط و محکم ہے کہ اگر سلطنتیں ملکر بارہ سال تک اسپر لڑیں تو بھی قبضہ غیر ممکن ہے۔مگر آج وہی قلعہ جرمنی کے تین گولوں سے زیادہ کی تاب نہ لا سکا اور تین گولوں نے اسکو روئی کی طرح دُھنک کر اُڑا دیا۔

وَاِذَاالرُّسُلُ اُقِّتَتْ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۱۲) اور جب سب رسول اپنے وقت مقررہ پر لائے جائیں گے۔ یہ عجیب وغریب باتیں کس وقت ظہور میں آوینگی جبکہ پیغمبروں کا ظہور ہوگا۔مراد حضرت اقدس مرزا صاحب کیونکہ آنحضور جری اللہ فی حلل الانبیاء تھے۔ داوٗد، موسیٰ، عیسیٰ، یحیٰ، کرشن، محمد ﷺ،

احمد، آدم، ابراھیم، یعقوب، یوسف وغیرہ۔ آپکے بہت سے نام اللہ تعالیٰ نے رکھے۔ ایک اسکے یہ بھی معنی ہیں کہ کرشن، رام چندر، زردشت، بدھ وغیرہ انبیاء تھے جنکو کوئی نبی نہیں مانتا انکی نبوت بھی دنیا میں لائی جائی گی اور یہ حضرت مرزا صاحب علیہ اصلوۃ والسلام سے پہلے کسی نے انکی تصدیق نہیں کی حضرت مرزا صاحب نے ہی آکر بتایا کہ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ (سورۃ الفاطر: آیت نمبر ۲۵) وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (سورۃ الرعد: آیت نمبر ۸) وغیرہ بعض کا خیال ہے کہ آیت قیامت کے واقعہ کی خبر دے رہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ قیامت کے متعلق یہ آیت ہرگز نہیں اسلئے کہ لِيَوْمِ الْفَصْلِ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۱۴) ایک فیصلہ کن دن کے لئے۔ یہ جدائی کا دن ہوگا بلکہ اسدن تو سب لوگ ملائے جائیں گے نیز اس دن تکذیب کرنے والا کون ہوگا۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۱۶) اس دن جھٹلانے والوں پر ہلاکت ہو (اس میں کوئی بھی شبہ نہیں۔) اس دن تو تصدیق ہوگی نیز فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۹) اور جب ستارے ماند پڑ جائیں گے۔ ستارے دہندلے نہیں ہوں گے بلکہ تباہ اور برباد ہونگے۔ تمھیں معلوم ہے کہ کس دن کے واسطے یہ وعدہ کیا گیا ہے۔ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۱۳) کس دن کے لئے اُن کا وقت مقرر تھا؟ (اور لوگوں سے کہا جائے گا کہ) یہ بات کس دن کے لئے اٹھا رکھی گئی تھی؟ سنو لِيَوْمِ الْفَصْلِ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۱۴) ایک فیصلہ کرنے والے دن کے لئے۔ یہ جدائی کے دن کے فرق کے لئے جبکہ جنتی اور دوزخی فرقوں میں جدائی کر دی جائے گی۔ کیونکہ تہتر فرقوں کی پیشگوئی کے متعلق اسلام سے جدا کر دیے جائیں گے نیز احمدی ہو جانے سے تمام ناطے رشتے جدا ہو جاتے ہیں۔ احمدی نہ ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ ان کے شادی بیاہ میں شریک، نہ جنازوں میں شریک ہوسکتا ہے نہ اس کے لڑکے لڑکیاں آپس میں بیاہی جاسکیں گی۔ غرضیکہ ہر صورت سے جدائی کا دن ہے۔ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر 15) اور تجھے کیا معلوم ہے کہ فیصلہ کرنے والا دن کیا ہے؟ اور تو کیا سمجھ سکتا ہے کہ اور کیا جانے کہ جدائی کے دن کا کیا مطلب ہے سُن ہم بتاتے ہیں۔ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر ۱۶) ہلاکت ہو اُس دِن جھٹلانے والوں

پر۔ وہ دن وہ ہے جس دن اس آنے والے کی تکذیب کی جائے گی اور وہ یہ نہیں سوچیں گے کہ اَلَمۡ نُهۡلِكِ الۡاَوَّلِيۡنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۱۷) کیا ہم نے پہلی قوموں کو ہلاک نہیں کیا۔ ہم نے اس سے پہلے تکذیب کرنے والوں کو کس طرح ہلاک کیا۔ ثُمَّ نُتۡبِعُهُمُ الۡاٰخِرِيۡنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۱۸) پھر کیا ہم ان کے بعد آنے والی قوموں کو ان کے پیچھے نہیں چلائیں گے؟ (آخر یہ مختلف سلوک کیوں ہوگا۔) حالانکہ ہمارا ہمیشہ سے قاعدہ ہے کہ پھر اس کے بعد ہم انہیں کو بھیجا کرتے ہیں یعنی ایک نبی کے بعد پھر دوسرے نبی کو مگر یہ لوگ اُن کی تکذیب سے بعض نہیں آتے۔ اگر تکذیب سے باز نہیں آتے تو نہ آئیں۔ كَذٰلِكَ نَفۡعَلُ بِالۡمُجۡرِمِيۡنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۱۹) ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا کرتے ہیں۔ ہم تو اسی طرح مجرموں سے سلوک کیا کرتے ہیں۔ وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۲۰) اس دن جھٹلانے والوں پر تباہی آئے گی (اس میں کوئی بھی شبہ نہیں) اس دن جھٹلانے والوں پر تباہی آئے گی۔ افسوس اور خرابی ہے اس دن ان جھٹلانے والوں پر۔

یہ لوگ کیا خیال کرتے ہیں اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۲۱) اور ہم ان سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تم کو ایک حقیر پانی (یعنی نطفہ) سے پیدا نہیں کیا۔ فَجَعَلۡنٰهُ فِىۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۲۲) پھر ہم نے اُسے ایک قرار پکڑنے کی محفوظ جگہ پر نہیں رکھا؟ اور پھر اس کو ایک ایسی جگہ (یعنی ماں کے رحم میں ہم نے اس کو ٹھہرادیا۔) رکھ دیا جو اس کو صحیح طور پر محفوظ رکھنے کے قابل تھی۔ اِلٰى قَدَرٍ مَّعۡلُوۡمٍ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۲۳) اور جتنی مدت اس نطفہ کا رحم میں رکھنا مناسب تھا اتنی مدت ہم نے اس کو رحم میں رکھا۔ ایک معلوم اندازے تک فَقَدَرۡنَا ۖ فَنِعۡمَ الۡقٰدِرُوۡنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۲۴) اور ہم نے ایک اندازہ مقرر کیا ایک مدت مقررہ معلومہ تک کے لئے پس ہم کیا ہی اچھا اندازہ مقرر کرنے والے ہیں۔ چونکہ وہ اس قدر ذلیل چیز سے پیدا کیا گیا ہے اسلئے اس کے ایمان کو اور اس کی روحانی ہستی کو قائم رکھنے کے لئے ہم نے بغرض اصلاح و تربیت انبیاء کا آنا ان میں ضروری قرار دیا ہے۔

وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۲۵) ہلاکت ہو اُس دِن جھٹلانے والوں پر۔ مگر افسوس ہے ان لوگوں پر یہ لوگ ان کی تکذیب سے باز نہیں آتے یا افسوس ہے انکے اس دن پر جس دن یہ اس کو جھٹلائیں گے اور اپنی اس حقیر پانی سے پیدائش کی طرف غور نہیں کرتے کہ جس نے اپنی قدرت کاملہ سے اس قدر ذلیل پانی سے ہمیں بنا دیا اگر وہ کسی انسان کو ہماری اصلاح کے لئے بھیجے تو اس کے باریک در باریک اصرار قدرت سے ہمیں کیا واقفیت ہو سکتی ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں حضرت مسیح کو دنیا آسمان پر مان رہی ہو گی اور اس زمانہ کا مامور آکر انہیں یہ بتائے گا کہ اَلَمۡ نَجۡعَلِ الۡاَرۡضَ كِفَاتًا (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۲۶) کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والا نہیں بنایا؟ اَحۡيَآءً وَّ اَمۡوَاتًا (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۲۷) زندوں کو بھی اور مُردوں کو بھی۔ اے کوتاہ عقلو! کیا اللہ تعالیٰ نے مُردوں اور زندوں کے لئے زمین کو کافی نہیں بنایا جو تم مسیح کو آسمان پر پہنچاتے ہو! وہ زمین بڑی وسیع ہے اور ان کے لئے بہت کافی ہے جس میں پہاڑ اور دریا موجود ہیں اور وہ تمہاری روحانی پیاسوں کو بجھانے کے لئے ہمیشہ انبیاء کو بھیجتا ہے وَّ اَسۡقَيۡنٰكُمۡ مَّآءً فُرَاتًا وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۲۸، ۲۹) اور ہم نے اس میں بلند و بالا پہاڑ بنائے اور (اس کے نتیجہ میں) تمہیں میٹھے پانی سے بافراغت سیراب کیا۔ مگر افسوس اس دن پر جب کہ ان کہ لئے قدرت کے کرشمے دیکھنے کے بعد بھی ہمارے اس اولی العزم اور جلیل القدر پیغمبر کی تکذیب کریں گے۔ ہلاکت ہو اُس دِن جھٹلانے والوں پر۔

اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۳۰) اس کی سمت چلو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ ذرا تم احمدیت کی طرف (یعنی جس کی تکذیب کرتے ہو) جا کر دیکھو کہ وہ تمھیں کیا کہتا ہے۔ اور پھر تم اس دجال کے عقیدہ کی طرف دیکھو جو تثلیث کا گورکھ دھندا تمھارے آگے پیش کرتا ہے۔ اور تم موجودہ عقیدہ پر رہ کر یا ہمارے مامور کی مخالفت کر کے کی توحید پرست رہ سکتے ہو۔ یا دجال بن جاتے ہو۔ زرا اسطرف جا کر دیکھو تو سہی اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِىۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيۡلٍ وَّ لَا يُغۡنِىۡ مِنَ اللَّهَبِ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۳۱، ۳۲) ایسے سائے کی طرف چلو جو تین شاخوں والا ہے۔ نہ تسکین

بخش ہے نہ آگ کی لپٹوں سے بچاتا ہے۔ یادرکھو اس عقیدہ کیساتھ تم آگ دوزخ سے بھلا بچ سکتے ہو۔ اور فرقہ ناجی میں تم شمار ہو سکتے ہو۔ یا خدا کی ظل عاطفت میں آسکتے ہو۔ ہرگز نہیں بلکہ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۳۳) یقیناً وہ ایک قلعہ کی طرح کا شعلہ پھینکتا ہے۔ اسی طرح تمہارے عقیدہ سے تمہیں دوزخ میں جانا پڑے گا۔

دوسرے اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ یہ سب کچھ اس زمانہ میں ہوگا۔ جبکہ ایک ایسی سواری نکل آئیگی۔ ایک اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ تثلیث کا عقیدہ پیش کرنے والی قوم کے پاس ایسی سواری ہوگی۔ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۳۴) گویا وہ جوگیا رنگ کے اُونٹوں کی طرح ہے۔ جو زرد اونٹوں کی قطار کے مانند ہوگی۔ مگر افسوس ہے ان پر اتنی بڑی کھلی کھلی نشانیاں دیکھنے کے بعد بھی اس کی تکذیب کریں گے۔ مگر یہ نہیں معلوم ہے کہ یہ کس دن ہوگا۔ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۳۶) یہ ہے وہ دن جب وہ گنگ ہو جائیں گے۔ یعنی اس دن ہوگا جس دن اس سلطان القلم اور بادشاہ سخن کے مقابلہ میں کوئی آکر بول نہ سکے گا۔ بڑے سے بڑا مولوی بڑے سے بڑا فلاسفر غرضکہ کوئی بھی اسکے مقابلہ میں آکر نہ بولا نہ کچھ لکھ سکا۔ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۳۷) اور ان کو اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ اپنے عذر پیش کریں۔ اور وہ للکار للکار کر دنیا کو مقابلہ کیلئے بلائے گا۔ مگر کوئی چوں تک نہ کرے گا اور کانوں میں تیل ڈالکر بیٹھ رہیں گے۔ کیا کوئی اس واقعہ کی تکذیب کرسکتا ہے۔ کہ اس جری اللہ نے انعام مقرر کر کے بھی بلایا مگر کوئی نہ آیا۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۳۸) ہلاکت ہو اُس دِن جھٹلانے والوں پر۔ بے حد افسوس اور بار بار افسوس ہے اس قوم پر اور اس دن پر کہ اتنا بڑا معجزہ دیکھنے کے بعد بھی اس کی تکذیب سے باز نہ آئینگے۔ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۳۹) یہ ہے فیصلہ کا دن جس کے لئے ہم نے تمہیں اکٹھا کیا اور پہلوں کو بھی۔ یہ دن ہوگا حق و باطل کے فیصلہ اور جدائی کا۔ جبکہ گزشتہ انبیاء کی طرح اور گذشتہ مکذبین کی طرح ہو بہو وہی باتیں اور واقعات اس

وقت جمع کردئے جائینگے۔ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۴۰) پس اس وقت کسی کی مکاری چالاکی ہوشیاری اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نصرت کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہوسکے گی۔
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۴۱) ہلاکت ہو اُس دِن جھٹلانے والوں پر۔ افسوس ہے اس دن جس دن وہ میرا پیغمبر جھٹلایا جائیگا۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۴۲) یقیناً متّقی سایوں اور چشموں (والی جنت) میں ہوں گے۔ تحقیق اس وقت وہ احمدی پرہیز گار یہ ہمارے زیر سایہ رحمت آرام وحفاظت سے رہیں گے۔ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۴۳، ۴۴، ۴۵) اور ایسے پھلوں میں جن کی وہ خواہش رکھتے ہیں۔ مزے سے کھاؤ اور پیو، اُس بِنا پر جو تم عمل کرتے تھے۔ یقیناً ہم اسی طرح نیکی کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کے اچھے ثمرات حاصل کریں گے۔ وغیرہ
فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ (سورۃ المرسلت: آیت نمبر۵۰) پس اس کے بعد وہ اور کس بیان پر ایمان لائیں گے؟ بھلا خدا لئے بتاؤ تو سہی اس قرآن پاک نے جب تمھیں کھول کھول کر بتا دیا پھر تم اسکے بعد اور کونسی بات کے متلاشی ہو جسپر یقین کرو گے۔ یا ایمان لاؤ گے۔

غرضیکہ احادیث میں اور قرآن میں بڑی تفصیل موجود ہے۔ جو اس جگہ باعث طوالت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ حصہ دوم میں درج کریں گے۔

دور حاضر میں سائنسی ترقی قرآن کریم کی صداقت کا عظیم ثبوت ہے

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ انگریزوں کے تین گروہ ہیں۔ ایک پادری دوسرے فلاسفر تیسرے متنضم۔ اس لئے اول فلاسفروں کے حالات ہم لکھتے ہیں۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ ان کے خدا بننے میں کیا شک ہے۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا (سورۃ الزلزال: آیت نمبر۲) جب زمین اپنے بھونچال

سے جنبش دی جائے گی۔ اس وقت زمین میں ایک ایسا زلزلہ آئے گا۔ کہ ہر چیز میں زلزلہ پیدا ہو جائے گا۔ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا (سورۃ الزلزال: آیت نمبر ۳) اور زمین اپنے بوجھ نکال پھینکے گی۔ اور زمین جو کچھ بھرا ہوا ہے۔ وہ سب نکل پڑے گا پہلے صرف چار عنصر مانے جاتے تھے۔ مگر اس وقت ایک سو عنصر مانے جاتے ہیں۔ اور قدیم چار عنصر غلط قرار پائے۔ مثلاً آگ۔ پانی۔ ہوا۔ خاک۔ پانی مفرد نہیں ہے۔ بلکہ خود مرکب ہے۔ اسی طرح ہوا مفرد نہیں مرکب ہے وغیرہ۔ اور مفرد عنصر یہ ہیں۔ ایلومینیم۔ سرمہ۔ سنکھیا۔ بیریم۔ بریلیم۔ بستہ۔ بوران۔ برومین۔ کیڈمیم۔ ثی ثی ام۔ کالشیم۔ کاربون۔ سیبرم۔ کلورین۔ کرومیم۔ کوبالٹ۔ تانبا۔ ڈیڈی میم۔ عربیم۔ فلوریم۔ جلیم۔ جرمنیم۔ سونا۔ ہیڈروجن۔ انڈیم آیوڈین۔ آرڈیم۔ لوہا۔ لن ٹھالیم۔ سیسہ تھم۔ میگنشم میگنیز۔ پارہ۔ مولب ڈینم۔ نی اوتم۔ نیٹروجن آس میم۔ آکسیجن۔ پلیڈیم فاسفورس۔ پلاٹنیم۔ پوٹاشیم اوڈی تم۔ روب ڈی ام۔ روتھی نی ام۔ سکنیڈیم۔ سی لی نی ام۔ چاندی سلی کا سوڈیم۔ سٹرانشیم۔ گندھگ۔ ٹن ٹلم ٹلوریم۔ تریم۔ تھیلیم۔ تھوریم۔ ٹن لی ٹی نیم۔ یورینیم۔ ونیڈیم۔ اٹریم۔ ریڈیم۔ جست۔ زرکونیم۔ ٹنگسٹن۔ وغیرہ۔ چوفسٹھ۔ تو ہم نے اپنے رسالہ دستکاری سے نقل کر دیئے ہیں، اسکے علاوہ بھی ہیں۔

فضاء سے آسمان، تری، خشکی، پہاڑ، جنگل سب مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہوائی جہاز ہر جگہ انسان کو لے جاتا ہے پہاڑں میں جنگلوں میں۔ آٹومیٹک موٹر، اسٹیمر، ریل، بائیسکل نے نکل کر ہر جگہ انسان کو پہنچا دیا ہے اور جگہ جگہ کانین معلوم کر کے جو کچھ زمین میں تھا اسے نکال لیا۔ امریکہ میں فی ہفتہ کئی سو چیز ایجاد ہو کر پیٹنٹ ہوتی ہے اور امریکہ کے ایک شخص ایڈیسن نامی نے ڈیڑھ ہزار ایجادیں کیں۔ بقیہ دنیا کا آپ خود اندازہ کیجئے کہ کیا کچھ زمین سے نکل پڑا۔ دنیا کے کسی حصہ میں بیٹھ کر آپ دنیا بھر سے آن کی آن بات چیت کر سکتے ہیں۔ آواز سن سکتے ہیں۔ وائرلیس اور ٹیلی فون نے غضب ہی ڈھا دیا ہے وغیرہ۔ انگلینڈ میں ایک ایسی مشین بنی ہے جو چار منٹ میں مکمل بوٹ کا ایک جوڑا تیار کرتی ہے۔ آجکل ایک ریموٹ کنٹرول ایسا ہوائی جہاز تیار ہوا ہے۔ جس میں چلانے والے آدمی کی ضرورت نہیں۔ چلانے والا آدمی نیچے زمین میں اور ہوائی جہاز آسمان پر اسکی حسبِ منشاء چلتا رہے گا۔ یہ حیرت انگیز ایجاد ہے۔

مرغی کے انڈوں سے بچے نکال کر پرورش کرنے والی مشین تو ہندوستان میں بھی آ گئی ہے۔ مگر بھی ہندوستان سے عام ملتا ہے۔ جو آدھ سیر کوئلہ سے ایک سو آدمی کا کھانا (چار قسم کا) نصف گھنٹے میں تیار کرتا ہے۔

کتا اور بندر برف میں جما دیا اور دو سال کے بعد اس کو زندہ کیا۔ متعدد درختوں کی چھال سے کپڑا تیار کیا جاتا ہے جو ریشم کے برابر قیمت پاتا ہے۔ ایک ایسی آبدوز کشتی بنی ہے جو ڈوب ہی نہیں سکتی۔ ایک عجیب گھڑی ایجاد ہوئی ہے چاند سورج ستاروں کی باقاعدہ رفتار نظر آتی ہے۔ چاند گرہن۔ سورج گرہن بھی معلوم ہوتا ہے۔ ہر دن کی نئی شکل اس میں نظر آتی ہے۔ جو ستاروں کے نام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ جب ایک بجنے کا وقت ہوتا ہے ایک آدمی اس میں سے نکلتا ہے اور باقاعدہ گھنٹہ بجاتا ہے اور ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے اور دوسرے گھنٹے میں دوسرا آدمی آتا ہے اور وہ گھنٹہ بجا کر پہلے کے برابر کھڑا ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ اس طرح گیارہ آدمی آتے ہیں۔ بارہ بجے حضرت مسیح اس میں پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ گیارہ آدمی انکو سجدہ کرتے ہیں۔ مسیح انکے سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں۔ پھر ایک چڑیا پیدا ہوتی ہے جو سر ہلا ہلا کر مسیح کے سر پر سریلی آوازیں نکالتی ہے۔

مسٹر وسین نے ایک ایسی توپ ایجاد کی ہے جو پرند کی طرح اُڑتی ہے، مچھلی کی طرح تیرتی ہے۔ (آب دوز کی طرف اشارہ ہے۔) امریکہ میں چوہے دانوں میں آئینہ لگا دیا ہے تاکہ چوہے آسانی سے ہم جنس کو دیکھ کر آئیں۔ ایک جذامی کو سیاہ سانپ کا خون پلا کر تندرست کر دیا۔ مسٹر انڈیل نے کپڑا دھونے اور رنگنے کی عجیب وغریب واشنگ مشین ایجاد کی ہے۔ گنے کی کھل سے کاغذ بنایا جاتا ہے۔ دھوپ میں فوٹو لینے کی ترکیب آپ نے سُنی ہے اب رات کو بھی فوٹو لیا جا سکتا ہے۔ ایک ایسی پوشاک بنی ہے جسے پہن کر کوئی پانی میں نہیں ڈوب سکتا۔ ایک منٹ میں بارہ سو فائر کرنے والی بندوق بھی ایجاد ہو گئی۔ ایک عجیب علاج ایجاد ہو ہے کہ اگر کسی کے سانپ کاٹے تو مرغی کے جسم میں ذرا سا زخم کر کے اپنی کاٹی ہوئی جگہ پر لگا دے۔ وہ مرغی مر جائے گی۔ پھر اسی طرح دوسری مرغی علیٰ ہذالقیاس چند مرغیوں کے مرنے سے وہ فوراً اچھا ہو جائے گا۔ ایک ایسی مشین ایجاد ہوئی ہے جو پچاس ہزار اخبار ایک گھنٹہ میں چھاپ کر کے پتہ بھی لگا دیتی

ہے۔ پروفیسر ٹنڈل نے ایک آلہ ایجاد کیا ہے جو جہازوں کو پہاڑوں سے ٹکرانے نہیں دیتا اور اتفاق سے کسی مصیبت میں جہاز آ جائے تو چھ میل تک اطلاع کر کے امداد طلب کر لیتا ہے۔ایک صندوق ایسا ایجاد کیا ہے۔ جو کچہریوں کے وقت میں ہی کھل سکتا ہے ماسوا وقت میں نہیں۔نبض دیکھنے کی مشین ایجاد ہوگی ہے جو ہر مرض کا حال بتاتی ہے۔ایک ایسا کاغذ ایجاد ہوا ہے جو نہ جل سکتا ہے نہ پانی میں گل سکتا ہے نہ کیڑا کھا سکتا ہے۔ایلومنیم کا کاغذ ایجاد ہوا ہے جس پر کل انجیل چھپ گئی ۔ وزن سوا تولہ ہے۔سوئیز لینڈ میں ایک مشین روزانہ تین سو ساٹھ گھڑیاں تیار کرتی ہے جس پر چار آنہ لاگت آتی ہے اور کم از کم چار روپے کو فروخت ہوتی ہے۔کاغذ کے پیپے بنے ہیں جو نہ آگ میں جلتے ہیں نہ پانی میں گلتے ہیں نہ ڈوبتے ہیں اور لکڑی کے پیپوں سے ارزاں، مضبوط اور ہلکے ہیں۔ایک ایسی پوشاک ایجاد ہوئی ہے جس سے انسان آگ میں جل نہیں سکتا۔ایک توپ ایسی ایجاد ہوئی ہے جو فی منٹ ۴۳۰ گولے پھینکتی ہے۔فرانس میں ایک ایسی سیاہی بنی ہے جو اندھیرے میں لکھی پڑی جا سکتی ہے۔فوٹو گرافی خود عجیب ایجاد تھی اب اس میں آنکھ۔ ناک ۔ کان اور لباس بھی خود رنگ دار آیا کرے گا۔

یورپ امریکہ میں ایسی کمیٹیاں ہیں ۔جو جانورں سے علم سیکھتی ہیں ۔چنانچہ ان کے علم سیکھنے کی مثال درج ذیل ہے کہ بندروں کو حلوے میں سنکھیا ملا کر دیا گیا بندروں نے گولر کی لکڑی لا کر اس میں خوب ہلائی اور حلوا کھا گئے ،زہر نے کچھ اثر نہ کیا، آخر اس کمیٹی والوں نے ایک آدمی کو سنکھیا کھلا کر گولر کا عرق پلایا وہ بھی بچ گیا وغیرہ۔ٹارپیڈو کلدار توپ ایک منٹ میں چھ سو گولیاں چلانے والی اس کے نال کے اُوپر ایک خول ہوتا ہے جس میں پانی ساڑھے سات پائنٹ ہر وقت بھرا رہتا ہے پانچ ہزار گولی چلنے کے بعد وہ پانی ابلنے لگتا ہے۔چاقو چھری پھینکنے والی توپ آلہ رائفل سائلنسر بندوق کی آواز اور روشنی کو نابود کر دینے والا آلہ آبدوز کشتی ۱۱ انچ کے قطر کی توپ کے ایک فائر میں چھ من روئی خرچ ہوتی ہے۔زہر آلود گیس جو افواج کو تباہ کرنے کے لئے ایجاد ہوئی ہے۔

روپیہ زمین نے اسقدر اگل دیا کہ صرف جرمن کا ماہوار جنگی خرچ ۴ کروڑ پونڈ یعنی ۶۰ کروڑ روپیہ روزانہ تھا۔ایک تصویر کھینچنے کا کمرہ اڑھائی اونس وزن کا جرمنی میں بنایا گیا۔پھر کبوتر کے گلے میں باندھ کر

اُڑایا گیا وہ کبوتر دوران جنگ میں غنیم کے افواج کی تصاویر کھینچ لاتے تھے۔یعنی کچھ بلندی پر جا کر وہ کیمرہ ہوا کے ذریعہ خود بخود اسکا شسٹر گرانے لگ جاتا تھا۔ جنگ میں برطانیہ کی طرف سے پانچ ہزار آدمی صرف انڈے جمع کرتے تھے۔ جو مریضوں کے لئے مہیا کیے جاتے تھے۔آہن پوش جہاز الیکٹرک سرنگ، وریڈ ناٹ۔ ہوائی جہاز پر گولہ پھینکنے والی بندوق کی ایجاد جو ۲۵ ہزار فٹ کی بلندی تک گولہ پھینکتی ہے (ڈائینامٹ)

علمی لائن میں جب آپ دیکھیں تو وہاں بھی عقل حیران رہ جاتی ہے۔مفید اور مہلک دونوں علموں میں کمال حاصل کیا ہے۔مثال کے لئے ایک تیر کو لیجئے کہ اس نے آج اتنی ترقی کی ہے کہ جس کی انتہا نہیں۔ پہلے چھٹانک بھر کا تیر سو گز تک اور تولہ بھر کا گولہ دو سو گز تک جاتا تھا۔آج چالیس من کا گولہ چالیس میل جاتا ہے۔کبوتر یا پتنگ کے ذریعہ خط و کتابت ہوتی تھی۔آج ریل، تار، ٹیلی فون نے تمام دنیا کو گویا ایک شہر بنا دیا ہے۔ملک گویا محلے ہیں اور شہر گلیاں ہیں۔

باوجود یہ کہ پر وبال نہ تھے آدم کے
پہنچے اس جا کہ فرشتوں کا بھی مقدور نہ تھا

غرضیکہ یہ نصف صدی کا کرشمہ ہے اور آئندہ کی خبر خدا جانے کا کچھ ہونے والا ہے۔آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی۔

زراعت میں اس قدر ترقی کی کہ سال بھر میں چار فصلوں کا حصول کرتے ہیں۔ براعظم افریقہ اور منطقہ حارہ کی گرم سے گرم اور بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنا دیا۔صرف ہندوستان میں نہر اور واٹر پمپوں کے ذریعہ ۲۵ گنا کاشت بڑھ گئی۔یعنی اکبر کے زمانے میں اگر ایک سو بیگہہ کاشت ہوتی تھی تو اب ۲۵ سو بیگہہ زمین میں کاشت ہونے لگی ہے۔ہل جوتنے کی نئ مشین ٹریکٹر نکلی ہے جو ایک دن میں ایک سو بیگہہ پختہ کو جوت ڈالتی ہے۔گویا دو سو بیلوں کا کام دیتی ہے۔بیل چار پانچ انچ سے زیادہ زمین کو نہیں کھود سکتے مگر یہ مشین ایک فٹ زمین کھودتی ہے۔پھر وہی مشین کولہو چلاتی ہے چاول صاف کرتی ہے آٹا پیستی ہے پانی نکالتی ہے غلہ اور بار برداری کا کام کرتی ہے۔لوگ گائے کی حفاظت کا شور مچا رہے ہیں۔ بھلا غور تو کرو اب بیل اور گائے کی کیا ضرورت ہے۔رہا دودھ اور گھی کا سوال وہ بھینس کا ہوتا ہے۔گائے کا گھی بہت کم۔اسی

طرح محکمہ جنگلات نے جگہ جگہ درخت نسب کر کے اسکے بکثرت ہونے کے اسباب مہیا کر دیئے مگر اناج ایک روپیہ کا تین من فروخت ہوتے ہوئے چھ روپیہ من ہو گیا۔

علم طب میں وہ غضب کی ایجادیں ہوئیں کہ انسان دنگ رہ جائے۔ مثلاً قلب دوسرا لگا دیا۔ دماغ نیا لگا دیا۔ ریڈیم کے اس قدر کمال ہیں کہ علیحدہ ایک کتاب اس سے لکھی جا سکتی ہے۔ بجلی سے وہ کام لیا کہ تمام ضرویات وہ تنہا انجام دیتی ہے۔ سفر، حضر، روشنی، صحت، خوراک، لباس، ہوا، پانی غرض کہ ہر ایک چیز کی ذمہ دار اکیلی آپ ہی ہوگئی۔ فرینکلن کا مشہور واقعہ آپ نے سنا ہوگا کہ اس کے شہر میں بجلی نے متعدد مرتبہ ِگر کر نقصان پہنچایا۔ اس کے بعد اس نے ایک پتنگ اس قسم کا ایجاد کیا کہ جب بادل گرجنے اور بجلی چمکنے شروع ہوئی اور اس نے وہ پتنگ اُڑا کر بادلوں میں پہنچا دیا اور بجلی کو اس کے ذریعہ نیچے اُتار لیا کرتا تھا کہ کسی عمارت پر گر کر نقصان نہ پہنچا سکے۔

ایک دوسرے صاحب نے ژالہ باری کو روکنے کا ایک آلہ ایجاد کیا۔ جسکا تجربہ اہل (وہ کو) فرانس میں جہاں اکثر ژالہ باری ہوتی تھی۔ قطعی روک دیا۔ پھر ایک ایسی مشین نکلی ہے جو اکیس روز کے بجائے اکیس گھنٹے میں مرغی کے انڈوں سے بچے نکالتی ہے پھر بچوں کو پرورش کرتی ہے۔ بارش حسبِ ضرورت برسانے کے تجربات بھی آپ سُن چکے ہوں گے۔ ٹیلی فون۔ ٹیلیگراف خصوصاً وائرلس نے وہ کام کیا ہے کہ ایسے مسافر جو سمندر میں آخر کر رہے ہیں انکو بذریعہ وائرلس ٹیلیگرافی کی خبریں منٹ منٹ کی پہنچتی ہیں اور روزانہ صبح کو چھپا ہوا اخبار انہیں ملتا ہے اور آپ تو روزانہ اخبار دیکھتے ہی ہیں کہ تمام جہاں کی خبریں روزانہ آپکو انہی کی بدولت ملتی ہیں۔

روشنی میں تیل بتی اور آگ دیا سلائی کی ضرورت بھی نہیں رہی۔ انگلی کے ایک اشارے میں لاکھوں لیمپ سیکنڈ کے سولہویں حصہ میں روشن ہو جاتے ہیں اور ایک ایک لیمپ ہزار ہزار موم بتی کے برابر روشنی دینے والا ہوتا ہے۔ وہی لیمپ کا تار کپڑے دھو دیتا ہے۔ استری کر دیتا ہے نہانے کے لئے پانی گرم کر دیتا ہے۔ کھانے کے لئے گوشت چاول پکا دیتا ہے۔ اگر آپ سیر کرنا چاہیں تو ٹریموے کے ذریعہ آپکو گھوڑے صبا رفتار کا کام دیتا ہے۔ دور دراز لوگوں سے بات کرا دیتا ہے۔ جرمنی کی یہ مشہور بات ہے کہ

شوراجو بارود کا ایک ضروری جزو ہے ختم ہو گیا۔اس وقت اس قوم نے فضائے آسمان میں سے وائٹروجن کے ذریعہ شورا لاکھوں من بناڈالا۔تمام دنیا کو یقین تھا کہ شورا نہ ہونے کیوجہ سے جنگ ختم ہو جائے گی۔مگراس نے لاشوں کے ذریعہ گلیسرین بھی تیار کیا۔

پروفیسر مچنکاف نیچر آف میں سرجی آرسابق پولیٹکل معائنین جانوروں کی تحقیات میں عجیب وغریب چیونٹی۔مکھی۔زنبور۔بھڑ۔غرض یہ کہ تمام جانوروں کے متعلق محوحیرت بنادینے والی تحقیقات کی گئی ہیں اوران سے وہ وہ کام لئے گئے ہیں اور لئے جاتے ہیں اورانسان کی خوبو گویاان میں پیدا کردی گئی ہیں۔

روپیہ اس قدر زمین نے اُگل دیا ہے کہ مسٹر الٹیسڈ مرحوم نے ریویو آف ریلیجنز ۱۰ ستمبر ۱۹۱۱ء میں تحریر کیا تھا۔امریکہ کے کروڑ پتی کارنیگی نے ایک کانفرنس اتحادی بین الاقوامی کو تین کروڑ روپیہ کا چندہ دیا ہے۔اب اندازہ کرلو کہ اس کے پاس کتنی دولت ہے جو اس قدر خیرات دے رہا ہے اور اس قسم کے لاکھوں کڑوڑ پتی موجود ہیں۔مسٹر فورڈ موٹر والے کو پچاس ہزار روپیہ فی گھنٹہ آمدنی ہے۔فرانس کے مشہور سائنٹیفکٹ پروفیسر سرکیل فلیمر لکھتا ہے کہ تمام ریلوے اسٹیمر صرف بجلی سے آئندہ چلا کریں گے اور یہ دونوں چیزیں مال واسباب ڈھونڈ ھنے کا کام دیں گی اور سفر کیلئے ہوائی جہاز مخصوص ہو جائیں گے۔تمام دنیا کے لوگ آپس میں ٹیلیفون سے بات چیت کیا کریں گے گھر گھر ٹیلیفون ہو جائیگا۔لنڈن اور امریکہ کے جلسوں کی تقریریں،گانے،کھیل،تماشے اپنے بستر پر پڑے پڑے سنا کریں گے۔

(انتخاب لاجواب ستمبر ۱۹۱۱ء)عنقریب انسانی خوراک کا سوال ختم ہو جانے والا ہے کیونکہ تحقیات کی جارہی ہے کہ فاسفورس دماغ کو اور ہڈیوں کو اور نشاستہ کی پٹھوں کے واسطے ضرورت ہوتی ہے۔اسی طرح کیمسٹری کے ذریعہ یہ بھی عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ تمام دن میں جو فضلہ بن کر زائل شدہ طاقت کو بحال کرنے کے لئے تولہ بھر جوہر یا السینس کھا کر پورا کرلیا کریں جبکہ خوراک کی تبدیلی سے اس قدر انقلاب ممکن ہے تو زراعت کے لئے مویشی،چکی،چولہہ،دیگچی،پیالہ،رکابی وغیرہ تمام بیکار چیزیں قرار دی جانے والی ہیں۔تو اس صدی کے اندر ہوائی جہاز اور موٹر وغیرہ کی رفتار فی گھنٹہ چار سو یا پانچ سو میل ہو جانی غیر ممکن نہیں۔جبکہ تار برقی کے ذریعہ ڈاک بھیجی جاسکتی ہے۔کیا آج سے پانچ سال پہلے انسان کے اندر کا فوٹو لینا

ناممکن نہیں سمجھا جاتا تھا اور کیا مقفل صندوق کی چیزیں دیکھنی محال نہیں سمجھی جاتی تھیں مگر آج رونجن (ایکسرے) شعاع نے اس کو ممکن کر دیا یا نہیں اور آج تمام ہسپتالوں میں اس سے مریض کے تمام جسم کی حالت دیکھی جانے لگی۔ کیا چند سال پہلے آواز کو زندہ رکھنا غیر ممکن نہیں سمجھا جاتا تھا مگر آج موم اور لاکھ کے ریکارڈ نے اس کو ممکن کر کے گھر گھر نہیں پہنچا دیا۔ تو کیا موجدوں کی یہ کوشش پھل لائے بغیر رہ جائے گی کہ کلکتہ، مدراس، بمبئی، پشاور کا ایک دن میں سفر کر کے اپنے گھر واپس آسکے جب کہ ستر اسی گز کا اونچا لوہے کا ٹکڑا سات ہزار میل پر بات کرا دیتا ہے۔ تو کیا یہ غیر ممکن ہے کہ لوہے کا ٹکڑا بھی بے کار سمجھ کر نکالا جاسکے اور اسی صدی میں یہ قلعہ شکن توپیں اور جلد جلد فائر کرنے والی بندوقیں، پستول، بم وغیرہ بھی بے کار چیزیں سمجھ کر توڑ دی جائیں گی اور اس وقت یہ بھید معلوم ہو جائیگا کہ بلا کسی وسیلہ کے جس جگہ چاہیں اپنے دشمن پر بجلی گرا کر اس کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا جائے اور یا زہریلی گیس سے کام لیا جائے۔

آپ نے یہ تو سنا ہوگا کہ یاجوج و ماجوج جب تمام زمین کو فتح کر لیں گے تو پھر وہ آسمان پر تیروں سے حملے کریں گے اور اس کے تیر خون میں رنگ کر زمین پر واپس کی جائینگی تب وہ مطمئن ہو جائینگے کہ اب آسمان کو بھی (نعوذ باللہ) فتح کر دیا۔ الترمذی ابواب الفتن باب ماجاء فی فتنة الدجال اس میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ زمین کی ہر چیز پر وہ خاطر خواہ کامیابی حاصل کر لیں گے تو پھر آسمانی امور کی طرف بھی متوجہ ہونگے۔ چنانچہ اسکی تحقیقات کے لئے سوسائٹیاں بھی قائم ہونے لگیں۔ ان چند واقعات سے آپکو معلوم ہو گیا ہے کہ زمین پر کس طرح اس قوم نے فتح حاصل کر لی۔ فیقولون لقد قتلنا من فی الارض فهلم فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابهم فی السماء فیُردالله علیهم نشابهم محمداوَماً...... (ترمذی ابواب الفتن ماجاء فی فتنةالدجال) آسمان کی فتح اور تیروں کے خون آلودہ ہو کر واپس آنیکا حال بھی سن لیجئے۔ پہلی فتح تو ہوائی جہازوں کی ہے جس میں اس قوم نے کمال کیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۱ء میں پہلی پارٹی ہوائی جہازوں کی آسمان پر چڑھی اور بہت تھوڑے فاصلہ پر جا کر انہیں معلوم ہوا کہ ہمارے پھیپھڑے آلات تنفس اس دنیا کی ہوا کے عادی نہیں اور جس قدر اوپر جاؤ سردی زیادہ ہوتی جاتی ہے اور ہمارے زندہ رہنے کے قابل ہوا نہیں میسر آسکتی اسلئے یہ پارٹی واپس چلی آئی۔

دوبارہ ۱۹۱۲ء میں انہوں نے ایک باریک نلی ربڑ کی تیار کی جو ناک میں لگا کر نیچے سے ہوا حاصل کرنے کا انتظام کیا اور گرمی بہم پہنچانے کے لئے انگیٹھیاں ادویات، خوراک، لباس غرض کہ مکمل سامان لے کر روانہ ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی اسپیڈو میٹر لگا ہوا تھا جو یہ بتاتا تھا کہ کس قدر مسافت طے ہوئی۔ غرضیکہ سوا چھ میل اور گئے کہ تمام مصالحہ ختم ہو گیا یعنی نصف مصالحہ رہ گیا۔ اگر وہاں سے واپس نہ لوٹتے تو سو چھ میل پر واپس لوٹنا کس طرح ممکن ہوسکتا تھا۔ یہ سفر دوشب و روز میں ہوا۔ نیچے سے سب خبریں بھی منگاتے رہے۔

واقعات نویس کا بیان ہے کہ چھ سو میل مسافت طے کرنے کا انکے پاس سامان تھا۔ مگر ڈیڑھ میل اوپر جانے کے بعد پٹرول اور بجلی دس گنی مقدار میں خرچ ہونے لگا اور رفتار انجن کی نصف رہ گئی اور جوں جوں بلندی پر ہم جاتے تھے انجن کی رفتار کم ہوتی چلی جاتی تھی۔ اس سے زیادہ وزن اُٹھانے کے لئے ہمارے پاس جہاز ابھی تک تیار نہیں ہوئے۔ اگر ہو بھی جائیں تو دس میل سے زیادہ اُوپر جانا غیر ممکن ہے۔ اگر ممکن بھی کر لیا جائے تو اوپر جانا بے کار ہے۔ کیونکہ جس قدر فاصلے پر آسمان ہمیں یہاں سے نظر آتا تھا اُسی قدر فاصلہ پر وہاں سے نظر آتا ہے۔ دوربینوں میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔ البتہ بعض اشیاء سردی اور کسی خاص ہوا یا گیس کیوجہ سے جم گئیں اور مختلف تغیر واقع ہوگئے۔ ستارے اور سیاروں تک پہنچنا غیر ممکن ہے۔ اس لئے اس خیال کو ترک کر کے وائرلیس ٹیلیگرافی کے ذریعے ستاروں مخلوق سے بات چیت کرنے سے نکالا۔ اور امریکہ کے تمام ڈائنا موز کی متحدہ طاقت سے ہم نے بجلی رو کے ذریعہ چند الفاظ بھیجے جو وہاں تک نہ پہنچ سکے۔

غرضیکہ آسمان پر فتح حاصل کرنے کے لئے روز بروز نئے نئے طریقے اور تجویزیں نکال رہی ہے اب اگر تمھارے نزدیک دجال اور یاجوج و ماجوج نہیں آئے تو تُمہارا خدا حافظ۔

دجال کی مذہبی سرگرمیاں اور ذرائع

فلاسفروں کے گروہ کا اسقدر بیان کافی سمجھ کر اب تیسرے گروہ پادریوں کا بھی تھوڑا سا بیان کرتا ہوں۔ اس گروہ نے جس قدر اسلام کو نقصان پہنچایا ہے اتنا کسی نے نہیں پہنچایا۔ کیونکہ فلاسفروں کی باتوں سے تو پڑھے لکھے لوگ کمثل الحمار یحمل اسفارا بنتے ہیں اور اس گروہ نے جاہل اور بھولے لوگوں کو ہلاک کیا

ہے۔ انجیل کو سترہ ہزار زبانوں میں چھاپ کر شائع کیا ہے۔ تعداد کا علم جسطرح ذرات کا کسی کو نہیں اسی طرح انکا بھی کسی کو نہیں کہ کس قدر تعداد میں شائع ہوئیں۔

چھوٹے رسالے اخبار کتابیں، ہفتہ وار، ماہوار، روزانہ، لاکھوں شائع ہوتی ہیں اور پھر انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مہذب لفظوں میں شہوت پرست ڈاکو، لٹیرا وغیرہ (نعوذ باللہ) ثابت کر کے بھولے لوگوں کے ایمان کو مذبذب کر دیتے ہیں۔

بازاروں میں گلیوں میں وعظ و بحث و مباحثہ کے ذریعہ اسلام پر نئے نئے اعتراض کرتے ہیں۔ آدم سے لیکر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر نبی پر ایک ایک گناہ کا بہتان باندھ کر مسیح کو روح القدس بتاتے ہیں اور مسلمانوں کے رسولؐ سے مسیح کو افضل الانبیاء اور خدا کا بیٹا ثابت کرتے ہیں۔ خوبصورت کتابیں ریل کے اسٹیشن، میلے، نمائش غرض کہ ہر جگہ مفت تقسیم کرتے ہیں اور گا کر ہارمونیم اور دیگر باجے بجا کر لوگوں کو جمع کرتے ہیں۔ مدرسے قائم کر کے تھوڑی فیس اور مفت کتابیں زیادہ آسان انجیل کا سبق پڑھاتے ہیں۔ وظیفہ اور انعام دیکر غرباء کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں۔ اسپتال قائم کر کے مریضوں کو انجیل سناتے ہیں اور خدمت کر کے گرویدہ کر لیتے ہیں۔ پُرہوس بنا کر اپاہج اور مفلسوں اور محتاجوں کو عیسائی بناتے ہیں۔ بیکار لوگوں کو ملازمتیں دلوا کر۔ ملازموں کو ترقی کی سفارش کر کے گمراہ کرتے ہیں۔ خوبصورت مسیح عورتیں لڑکیاں دکھا کر، تعلیم اور دستکاری کے بہانہ سے گھروں میں گھس کر تعلیم دیتیں اور باتوں ہی باتوں میں اسلام سے نفرت اور عیسائیت سے عقیدت پیدا کرتی ہیں۔ مکتی فوج کے ذریعہ ہی بڑا بھاری کام ہو رہا ہے۔ فقیروں جوگیوں کے بھیس میں۔ مولوی بن کر بلکہ وہی مسلمان سے عیسائی شدہ لوگ بڑی خوبی سے یہ کام کرتے ہیں۔ تھیٹر اور بائیسکوپ اور میجک لالٹین کے ذریعہ۔

غرضیکہ ایک بڑے نظام کے ماتحت یہ گروہ اپنا کام کرتا ہے۔ جو حسب ذیل دفعات میں آپکو معلوم ہوگا۔ چنانچہ ان کی رپورٹ سے یہ ظاہر ہے کہ ۱۸۷۳ء تک ۱۶ مشن قائم ہوئے۔ ۱۸۷۳ء میں مختلف چندوں کے ذریعہ ۱۵۶۴۴ پونڈ کی آمدنی تھی۔ مگر ۱۸۹۷ء دنیا کے ہر حصہ میں ان کے مشن قائم ہوگئے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ گویا ساڑھے تیں لاکھ روپیہ وصول ہوا۔ ۱۸۰۴ میں افریقہ کے مغربی

کنارے ملک سیرالیون میں ایک مشن روانہ ہوا جس میں ترپین مرد عورت تھے۔ ۱۸۴۴ء میں یوروبا افریقہ میں مشن بھیجا گیا جس میں مختلف جانیں ضائع ہوئیں مگر استقلال میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا اور اس سنہ میں خط استوا کے ممالک اور افریقہ میں بھی مختلف مقامات میں۔ ۱۸۵۷ء نانلرہ براعظم افریقہ میں مشن گیا مختلف مقامات میں بھی۔ ۱۸۸۲ء میں مصر میں بھی انکا مشن قائم ہوگیا۔ ۱۸۸۳ء فلسطین یورشلم وغیرہ میں قائم ہوا۔ ۱۸۷۷ء میں ایران جلفا کرماں بعذاد تک قائم ہوا۔ ۱۸۱۲ء میں بنگالہ۔ کلکتہ۔ بردوان گردو جوار وغیرہ میں۔ ۱۸۱۳ء میں ممالک جنوبی وشمالی الہ آباد سے شروع ہو کر تمام صوبہ میں غرضیکہ ۱۸۶۱ء تک ہندوستان میں گاؤں گاؤں مشن قائم ہو گئے جسقدر اوپر بیان ہوئے یہ صرف چرچ مشن کا ذکر ہے باقی ہم نے طوالت سے بچنے کیلئے ترک کردیے ورنہ ہمارے پاس مکمل رپورٹ موجود ہے۔

سکاٹ مشن رومن کیتھولک مشن۔ امریکن مشن۔ میتھوڈسٹ مشن۔ پربسی ٹرین۔ کلیسائی مشن یونان وغیرہ بیسوں مشن ہندوستان میں موجود ہیں۔ چرچ مشن کا مربی لارڈ آرک بشپ آف کنٹربری تھا۔ پریزیڈنٹ آنریبل سر جان ایچ کنیارڈی ہارٹ ایم۔ بی تھے۔ وائس پریذیڈنٹ ۱۱۶۔ آنریری سیکرٹری ۵۷۶۔ آنریری لائف گورنر ۹۸۔ آنریری لائف ممبر ۴۶۔ لائف گورنر ۱۴۸۔ کل دیسی پردیسی اس مشن میں کام کرنے والے ۶۶۹۳ اور خوب صورت مسیں ۱۷۴۲ جو نہایت سرگرمی سے مذکورہ بالا طریق پر کام کررہی ہیں۔ صرف ۱۸۷۳ء میں دو لاکھ تین ہزار سات آدمی عیسائی ہوئے اور ۲۹۴۰۹ عنقریب عیسائی ہونے والے تھے۔ انگلینڈ چرچ کے دو ہزار ایکسو ایکہتر مدرسے ہیں۔ جن میں ۹۲ ہزار ۸۰۴ طلباء، ۲۶ ہزار مسیں اور ایکسو اکیاون لڑکیاں تعلیم پارہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ لڑکیاں عیسائی نہ ہوئیں تو نیم عیسائی ہونے میں تو شک ہی نہیں۔ مگر واضح ہو کہ یہ ۱۸۷۳ء کی رپورٹ ہے۔ جب کہ لوگ ان سے ایسا بھاگتے تھے۔ جس طرح ہوا سے مچھر۔ اب کسی رپورٹ سے نہ سمجھ لیجیئے گا کہ اب تو مشن سکول میں اور اسلامیہ سکول میں پڑھنا مساوی حیثیت رکھتا ہے۔ ورنہ مشن اسکول میں پڑھنا اس سے اسلیئے بہتر سمجھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا بہترین انتظام اور قابل اُستاد نہیں ہوتے۔ نہ انکو ہمدردی بنی نوع انسان ہوتی ہے نہ طلباء کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے نہ ان کی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کوئی اُستاد ملازمت کیلئے سفارش کرسکتا ہے۔

نہ اخلاق نہ فیس کی رعایت نہ کتابیں مفت وغیرہ اور پانچ لاکھ چھ سو چوہتر آدمی ہسپتالوں میں داخل ہوئے۔

یہ وجہ تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے نبی بھی دجال کے فتنے سے ڈراتے چلے آئے ہیں۔ دیکھا آپ نے کہ کس قدر عظیم فتنہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں بھی نہیں زن، زر، زمین تینوں چیزیں بھی دیتا ہے۔ پھر کیوں نہ لوگ اس طرف جائیں۔

جنت اور دوزخ کے ایک یہ بھی معنی ہیں کہ جنت باغ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ یہ قوم کوٹھیوں، بنگلوں، گرجوں، کچہریوں، ریلوے سٹیشنوں، مدرسوں اور ہسپتالوں غرضیکہ ہر جگہ باغ لگاتی ہے اسلئے ان کی جنت یہی ہے جو ان کے ساتھ ہے۔

نار یا دوزخ، آگ کو کہتے ہیں۔ انجنوں، کلوں اور کارخانوں میں فیکٹریوں میں آگ ہے۔ کیروسن کاربائیڈ کمڈسن لایم، بجلی غرضیکہ متعدد قسم کی روشنیاں ہر جگہ کثرت سے ہیں۔ یہ بھی آگ ہے۔ اسکے علاوہ دیا سلائی عام ہے اور اس قدر ہے کہ کچھ انتہا نہیں آتشبازی طرح طرح کی کارتوس، بندوق، تمنچہ، توپ،۔ بم وغیرہ دوزخ اور نار نہیں تو اور کیا ہے۔ ورنہ بھلا اصل جنت اور دوزخ اگر اس کے پاس ہونا مراد ہوتی تو خدا میں اور دجال میں کیا فرق رہتا۔ عیسائی پادری ہی دجال ہیں۔ اب تو تمام لوگ انکو دجال ماننے لگے ہیں چنانچہ مولوی محمد الدین آوان چشتی نظامی حیدری اپنے رسالہ صوفی پنڈی بہاء الدین ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء میں اور مولوم محبوب عالم ایڈیٹر پیسہ اخبار اپنے اخبار ۱۱ جون ۱۹۱۲ء میں ہمارے قول کے بڑے زور سے موئید ہیں اور نہایت تشریح سے لکھتے ہیں۔

اسی طرح یاجوج وماجوج کی پیشگوئی ہے اور قریب قریب اس کا حلیہ بھی وہی ہے لمبے کان۔ دو ہی لمبے ہاتھ (گز بھر کی زبان والا محاورہ ہے) دور کی چیزیں سننے والے۔ جاسوس کے ذریعہ۔ ٹیلیفون کے ذریعہ۔ ٹیلیگراف کے ذریعہ۔ یاجوج ماجوج۔ یاج ماج آگ پانی سے کام لینے والی قوم۔ پر انشاءاللہ حصہ دوم میں مفصل بحث کرینگے جس نے مذکورہ بالا دجال والا مضمون پڑھ لیا اُسکے واسطے اسپر بحث ضروری نہیں۔ ذرا سا تدبر کرنے سے تمام حلیہ پورا ہو جائے گا۔ تاہم نہایت مختصر حال درج کئے دیتے ہیں۔ تا کہ اتمام حجت ہو جائے اور کم از کم ایک سعید روح فائدہ اُٹھالے اور شقی ازلی کیلئے برابر ہے سمجھانا اور نہ سمجھانا۔ مقدمہ

ابن خلدون مطبوعہ مطبع لاظہریہ مصر صفحہ ۴۴ میں لکھا ہے کہ یاجوج وماجوج ترک قوم کی شاخ ہے (گویا یورپین ترک بھی یورپین ہیں) پھر صفحہ ۷۱ پر ہے۔ان کے ملک کا پتہ لکھا ہے یعنی یورپ کا۔اکسیر القلوب ترجمہ مفرح القلوب صفحہ ۱۹۱ میں بھی یہی لکھا ہے۔ابوریحان بیرونی کتاب آثارِ باقیہ مطبوعہ جرمن صفحہ ۴۱ میں بھی یہی لکھا ہے۔مسٹر تبرج تاریخ ہند صفحہ ۶۳ پر یہی لکھا ہے۔معالمات الاسرار فی مکاشفات الاسرار صفحہ ۸۶ میں یہی لکھتے ہیں۔تفسیر بیضاوی وغیاث اللغات میں بھی یہی لکھا ہے۔معجم البلدان یاقوت حمری جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ میں اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ (سورۃ الکھف آیت نمبر ۹۵) یقیناً یاجوج اور ماجوج زمین میں فساد کرنے والے ہیں۔کی تفسیر کے ماتحت یہی لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج ترکوں کے بھائی ہیں اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ ترک اور انگریز ہم شکل۔ہم لباس۔ہم وطن اس لئے ہم زیادہ لکھنا نہیں چاہتے جو کچھ ان کے متعلق باتیں لکھیں میں مجازی طور پر ہیں نہ کہ حقیقت اور پیشگوئیوں میں استعارے ہوتے ہیں۔ دیکھو تصدیق کے لئے تفسیر معالمات الاسرار صفحہ ۸۷۔

علاماتِ ظہور مہدیؑ

1۔ حضرت مسیح موعودؑ کے علامات میں چاند گرہن اور سورج گرہن کا رمضان میں لگنا۔یہ بھی ایک علامت ہے۔تصدیق کے لئے دیکھو دار القطنی جلد ۸ صفحہ ۱۸۸ مطبع انصاری دہلی۔

ب۔ اکمال الدین صفحہ ۶۸۶ چاند و سورج گرہن ۱۳۱۱ھ میں ہو کر مسیح موعود کی تصدیق بزبان حال کر چکا۔

2۔ ایک علامت دابۃ الارض بھی بتائی گئی ہے۔مگر اسکے متعلق بڑی بڑی عجیب کہانیاں مسلمانوں میں مشہور ہیں جو سراسر لغو اور وہم ہیں۔دابۃ دراصل کیڑے کو کہتے ہیں اور کیڑوں کے متعلق کس قدر آجکل تحقیقات ہوئی وہ حیرت انگیز ہے۔ چنانچہ ۱۸۷۹ء میں پروفیسر کروڈلی نے مٹی اور بند پانی میں نہایت باریک کیڑے جو خوردبین سے نظر آتے ہیں معلوم کئے پھر ان کیڑوں کو کتوں کے جسم میں داخل کیا تو انکو بخار ہو گیا اور تلی بڑھ گئی۔پھر ڈاکٹر لاویرن نے اس مسئلہ پر مزید تحقیقات کی۔یہ انسان کے جسم میں داخل ہو کر انسان کے خون میں رہنے والے سرخ کیڑوں کو کھا لیتے ہیں اور انسان کے خون میں سرخی جھلکنے کے بجائے

سفیدی جھلکنے لگ جاتی ہے۔تپ محرقہ ۔اسہال ۔تپ محرقہ یذیانی ۔ پتِ قحطی ۔ ہڈی توڑ بخار۔تپ سرخ۔ تپ نزلی ۔ یا انفلوئنزا۔تپ پرسوت ۔تپ عفونتی ۔ چیچک ۔مونی جھرہ ۔خسرہ ۔سرخ باد۔کالی کھانسی ۔ وبائی خناق ۔سل ۔ ہیضہ ۔طاعون ۔ کتے کا کاٹا ۔کنارا سگارہ ۔کوڑھ۔آتشک ۔سوزاک ۔داد۔گنج ۔ چھیپ۔ مذکورہ بالا امراج کے متعلق یہ تحقیق ہوا ہے کہ ان کے باریک کیڑے ہوتے ہیں ۔اور تمام کی شکلیں علیحدہ علیحدہ ہیں جو خوردبین سے فوراً پہچان لئے جاتے ہیں کہ یہ فلاں مرض کے کیڑے ہیں اور یہ بھی جدید تحقیات ہے۔ابتدائے عالم سے ان کے متعلق کس کو علم نہ تھا۔منجملہ کیڑوں کے ان کے کا علاج بھی انہی کیڑوں سے ثابت ہوا ہے۔مثلاً چیچک کا ٹیکہ۔گائے کے تھن پر جو چیچک پیدا ہوتی ہے اسکا عرق نکال کر بذریعہ پچکاری تندرست آدمی کے جسم میں داخل کر کے اس جسم کو چیچک کے کیڑوں کے عادی بنادیتے ہیں جس وجہ سے اسکو چیچک نہیں نکلتی ۔اس طرح اب سل اور دق اور انفلوئنزا طاعون وغیرہ کے ٹیکے نکلے ہیں۔

اب آخر میں ایک عجیب تحقیقات ہوئی ہے جو سانپ کے زہر اور کتے کے متعلق ہے۔غرضیکہ یہ امراض یا دابۃ الارض ایک عذاب ہے اور اس کا علاج معلوم ہو جانا ایک رحمت ہے۔ارض زمین کو کہتے ہیں۔دابتہ کیڑے کو کہتے ہیں۔جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔

وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا (سورۃ ھود آیت نمبر ۷)اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا جاندار نہیں مگر اس کا رزق اللہ پر ہے۔اور متعدد مقامات جہلا میں ویسے ہی لغو کہانیاں بیحد بنی ہوئی ہیں ورنہ۔

۳۔ آنیوالے مسیح کی نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ کسرِ صلیب کرے گا اور خنزیروں کو قتل کرے گا۔ یہ بھی استعارہ ہے ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ ایک مرسل خنزیروں کا شکار رات دن کرتا پھرے گا۔ یا نشانات صلیب کو توڑتا پھریگا عقل میں آنیوالی بات نہیں۔ چنانچہ حدیث میں بھی آیا ہے کہ کسرِ صلیب کے یہ معنی ہیں کہ دین نصاریٰ کا ابطال کرے گا۔دیکھو فتح الباری شرح بخاری صفحہ ۳۵۶ جلد ۶ ۔ ہمارئے خیال میں اسپر بحث کرنا فضول ہے۔

۴۔ ستارہ ذوالنین بھی حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت میں ایک دلیل ہے۔ چنانچہ دیکھو مسک المعارف

صفحہ ۲۲ ومکتوبات امام ربانی مجددالف ثانی جلد۲ صفحہ ۱۳۵ واقترابۃ الساعہ صفحہ ۱۰۶۔ وغیرہ۔ چنانچہ یہ ستارہ ذوالنین ۱۲۹۹ھ میں نکلا جس کی تصدیق اخبارات نے بھی کی تھی۔ دیکھو اخبار روزگار ۹ ستمبر ۱۸۸۳ء۔

۵۔ ایک نشانی دمدار ستارہ بھی ہے اس کے واسطے بھی حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ حجج الکرامہ فی آثار القیامہ صفحہ ۲۵۰ ومکتوبات امام ربانی مجددالف ثانی جلد۲ صفحہ ۱۳۶ مکتوب ۶۸۔ چنانچہ اخبار مظہر العجائب مدراس نمبر ۸ جلد۲ مورخہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۰۱ھ۔

۶۔ ایک آفتاب کا نشان بھی ہے۔ چنانچہ حدیث ملاحظہ ہو۔ اقتراب الساعہ ۱۰۶۔ کون نہیں جانتا کہ یہ نشان عجائبات عالم تھا۔ اخبار مظہر العجائب مدراس نمبر ۴۰ جلد ۵ مورخہ ۲ اکتوبر ۱۸۸۳ء لکھتا ہے کہ املاپور۔ جائل خاریا۔ ویلور۔ مسیور بلہاری سے آئی ہوئی اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۶ تاریخ ستمبر کو مذکورہ مقامات میں طلوع وغروب کے وقت آفتاب سبز نظر آیا اور شعاعیں بالکل بے رونق تھیں اور تیزی نہ تھی لوگ ان کو بغیر کسی تکلیف کے دیکھتے تھے۔ اس طرح اخبار جریدہ روزگار مدراس نمبر ۳۷ جلد ۹ صفحہ ۵ مورخہ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ میں اسی واقعہ کے لکھنے کے بعد لکھتا ہے کہ ہم اس کیفیت کے معلوم کرنے کے لئے رصد خانہ پر گئے تو مس خاکس جو علم نجوم میں اپنا نظیر نہیں رکھتی وہ دوربین سے بہت کچھ دیکھتی ہیں اور دوسرے روز اپنی تحقیقات اور مشاہدات ہمارے دفتر میں بھیجے جس کو ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ کل کے روز ہم نے دوربین سے دیکھا تو آفتاب کے شمالی جانب دوداغوں کا جھرمٹ تھا۔ جس میں کئی ایک داغ کم روشن تھے اور اس میں ایک داغ بہت بڑا المبا مستطیل طور پر نمایاں تھا اور قریب خط استوا کے زیں محاذی حصہ میں واقع تھا۔ دیکھو اخبار۔

۷۔ ایک نشانی یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح موعود تلوار کی جنگ نہیں کرینگے جیسا کہ عوام کا خیال ہے کہ وہ تلوار چلائے گا۔ چنانچہ فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابن مریم تم میں حکم۔ عدل ہو کر ضرور آئے گا اور صلیب کا بطلان کر کے کسر صلیب کرے گا اور اس جہاد کو اٹھا دے گا جو تیر وتفنگ سے ہوتی ہے۔ دیکھو ان سعید بن المسیب سمع اباھریرہ قال قال رسول ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل علیکم ابن مریم حکماعدلا فیکسر

الصليب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبله احد (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ بن مریم صلی الله علیه وسلم ۔ صفحہ نمبر ۴۹۰) یہ بھی ضرور ہے کہ لوگ اس کی تکذیب کریں گے۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی مہدی کی تکذیب کرے گا وہ کافر ہوگا۔ دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۵۱۔

بزرگان دین یُرِیۡدُوۡنَ لِیُطۡفِـُٔوۡا اللّٰہِ بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوۡرِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡکٰفِرُوۡنَ (سورۃ الصّف آیت نمبر ۹) وہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے مونہہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھادیں حالانکہ اللہ ہر حال میں اپنا نور پورا کرنے والا ہے خواہ کافر ناپسند کریں۔ کے معنوں میں بیان کرتے ہیں۔ کہ اسمیں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بروزی رنگ میں پیدا ہونے کی پیشگوئی ہے اور نور اس وقت کامل ہوتا ہے جبکہ چودھویں رات ہو۔ اور اس سے وہ یہ نکالتے ہیں کہ چودھویں صدی میں ہوگا۔

فصل الخطاب امام محمد پارسا صفحہ ۶۸۷ میں ایک حدیث نقل کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میری امت کی مثال اس مینہہ (بارش) کی سی ہے کہ جس کی نسبت یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اس کا آخر اچھا ہے یا اوّل قال رسو ل الله صلی الله علیه واسلم امتی اُمّةمبارکة لا ید ریٰ اوّلها خیراو آخرها (الجامع الصغیر جلد اول صفحه ۵۴ مصری) اور وہ اُمّت کیونکر ہلاک ہوسکتی ہے جس کی ابتداء میں میں ہوں۔ درمیان میں بارہ خلیفے اور آخر میں مسیح موعود عن ابن عباس رضی الله عنه مرفو عاًقال لن تهلک امة انا فی اُلها و عیسیٰ بن مریم فی اٰخرها و المهدی فی وسطوها (کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۷ جامع الصغیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

اس سے معلوم ہوا کہ بارہ صدی میں بارہ مجدد اور ان کے بعد تیرہویں صدی کا امام حضرت مہدیؑ۔ کیوں کہ پہلی صدی کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوسری تیسری چوتھی غرضیکہ بارہ صدی میں مجدد آئے گویا تیرہ صدی تک بارہ آئے اور چودھویں صدی میں تیرھواں مسیح موعود۔

ظہور مہدی کا زمانہ

ا۔ چنانچہ دانیال باب 11 میں بھی ۱۳۳۵ھجری ہی نکلتی ہے۔ وکنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۰۵ وغیرہ۔

دہلی کے پاس کے رہنے والے ایک ولی اللہ صاحب گذرے ہیں۔ انکا زمانہ ۵۶۰ھ ہے یعنی سات سو تریپن برس کا عرصہ ہوتا ہے کہ اس خدا کے پیارے بندے نے ایک قصیدہ کہا تھا۔ اس قصیدہ کو پورا پورا جناب مولوی محمد اسمٰیل صاحب شہید نے اپنی کتاب اربعین فی احوال المہدیین میں درج کیا تھا۔ یہ رسالہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۰۰ھجری میں چھپ بھی گیا تھا۔ حقیقت میں یہ ایک نہایت ہی دلچسپ وغریب قصیدہ ہے۔ میں اس چھوٹی کتاب سے اسکے چند اشعار ہدیہ ناظرین کرتا ہوں ؎

قدرت کردگار مے بینم　　حالت روزگار مے بینم
از نجوم این سخن نمے گویم　　بلکہ از کردگار مے بینم
ورے سال چوں گذشت از ساں　　بوالعجب کاروبار مے بینم
گرد آئینہ ضمیر جہاں　　گرد وزنگ وغبار مے بینم
ظلمت ظلم و ظالمان دیار　　بیحدو بے شمار مے بینم
سکۂ نور نند بر رخ زر　　درہمش کم عیار مے بینم
بعض اشجار بوستانِ جہاں　　بے بہار وثمار مے بینم
غم مخوز زانکہ من دریں تشویش　　خرّمی وصل یار مے بینم
چوزمستان بے چمن بگذشت　　سمسی خوش نہ بہار مے بینم
ولوراوچوں شود تمامبکام　　پسرش یادگار مے بینم
بندگان جناب حضرتِ او　　سر بسر تاجدار مے بینم
گلشنِ شرح راہمیں بویم　　گلِ دیں رابیار مے بینم
تاچہل سال اے برادر من　　دور آں شہوار مے بینم
حاصباں از امام معصوم　　خجل وِشرمسار مے بینم

صورت و سیرتش چو پیغمبر　　علم و حلمش شعارمی بینم
زینتِ شرع و رونقِ اسلام　　محکم واستوارمے بینم
ا۔ ح۔ م۔ د۔ می خوانم　　نامِ آں نامدارمے بینم
دین و دنیا از وشود معمور　　خلق زو کفتیارمے بینم
بادشاہ تمام ہفت اقلیم　　شاہ عالی تبارمی بینم
مہدی وقت وعیسٰی دوران　　ہردوراشہسوارمی بینم

شعر نمبر۲ میں جناب نعمت اصدولی صاحب اسبات کا اقرار کرتے ہیں کہ وہ اس قصیدہ کو بذریعہ الہام لکھتے ہیں۔شعر نمبر۳ یعنی ۱۲۰۰ھ کے بعد عجیب کارروائی شروع ہوجائے گی۔شعر نمبر۴، ۵ میں ظاہر کرتے ہیں کہ فسق و مجوز کی گرم بازاری ہوگی۔شعر نمبر۶ میں عجیب ہی پیشگوئی درج ہے کہ نیا سکہ جاری ہو گا۔یعنی سلطنت اسلامیہ جاتی رہیگی اور سلطنت انگلشیہ قائم ہوگی۔چنانچہ یہ پیشگوئی پوری بھی ہوگئی۔شعر نمبر۷ میں اشارہ ہے کہ اس زمانہ میں ایمانداری اور تقوٰی کا پھل آدمیوں میں نہ ہوگا۔سلطنت مغلیہ کا آخری زمانہ کئی اخلاقی اور ایمانی تباہیوں کا زمانہ تھا۔تاریخ مشاہد ہے۔لیکن شعر نمبر۸ اور۹ میں یہ بھی سنایا جاتا ہے کہ غمگین ہونے کی بات نہیں کیونکہ مہدی زماں کا زمانہ قریب ہے۔شعر نمبر۱۰ میں اسبات کا اشارہ ہے اُس مہدی وقت کے بعد انکالڑکا ویسا ہی رہنما اور پیشوا مسلمانوں کا ہوگا۔

چنانچہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلف الرشید حضرت اقدس مرزا صاحب جو اس وقت خلیفہ دوم کے عہدہ جلیلہ پر مامور ہیں۔اور یہ پسر ایسا زبردست یادگار انکا ثابت ہوا کہ انسان اس پسر کی اولوالعزمی اور کارنامے دیکھ کر دنگ اور ششدر رہ جاتا ہے۔اس نے وہ کام کئے جو بادشاہوں سے بھی ہو نے غیر ممکن تھے۔انصاف اور حق طلبی شرط ہے۔شعر نمبر۱۱ میں ظاہر ہوتا ہے کہ امام زماں کے معتقد اور پیرو بڑے بڑے شاہان جہاں ہونگے۔میری سمجھ میں اُس سے روحانی تاجدار مراد ہیں یعنی اس امام کے معین و مددگار کاملین اشخاص ہونگے۔شعر نمبر۱۴ سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ لوگ اس امام زبان کی تکفیر بھی

کرینگے اور آخر شرمندہ وخجل ہونگے ۔شعر نمبر ۱۷ میں بڑے تعجب اور حیرت کی یہ بات ہے کہ اس امام کا نام تک کہ دیا گیا۔شعر نمبر ۱۸ میں جو یہ کہا گیا ہے کہ سارے جہان کی بادشاہی اس امام الوقت کی ہوگی ۔اسکے معنی میری سمجھ میں روحانی بادشاہت ہی ہے اور حقیقت میں یہی بادشاہی ہے ۔کیونکہ حضرت معین الدین اجمیری کو سلطان الہند کا خطاب یہی معنی رکھتا ہے کہ جس کو بادشاہی کہنی چاہئے ۔شعر نمبر ۲۰ میں سب سے تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ امام مہدی بھی کہلائیگا اور عیسیٰ بھی کہلائیگا۔

اب ناظرین غور کریں۔

۳۔ : نعیم بن عماد ابو قبیل کا قول بیان کرتے ہیں۔اکثر بندگان کا اجتماع اس امر پر ہے کہ بارہ سو سال کے بعد پیدا ہوگا۔دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۴۔

۴۔ : حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے چراغ دین یعنی جس کے عدد ۱۲۶۸ ہو تے ہیں۔

۵۔ : اسیطرح نواب صدیق حسن خاں حجج الکرامہ میں اپنا خیال ۱۲۹۰ھ لکھتے ہیں۔اسی طرح دیگر اقوال حجج الکرامہ میں صفحہ ۳۹۵ پر اور ایک قول ۲۹۴ پر لکھا ہے۔کواکب درایہ صفحہ ۱۵۵ ۱۳۰۰ھ حافظ برخوردار ساکن موضع جٹی ضلع سیالکوٹ۔

۶۔ : علاقہ ملتان کے کسی بزرگ کا یہ شعر بھی مشہور ہے ؎

درسن غاشیِ ہجری دو قراں خواہد بود　　　از پےَ مہدی و دجال نشاں خواہد بود

بحساب ابجد غاشی کے عدد ۱۳۱۱ ہوتے ہیں۔اور اسی سال چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان میں ہوئے جو دجال اور مسیح کے نشان میں واقع ہوئے۔

۷:۔ حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کا سب سے بڑا مکفر بھی چودھویں صدی تسلیم کر چکا ہے دیکھو اشاعت السنہ جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۶۱۔

۸:۔ حدیث الغاشیہ میں بھی ۱۳۰۷ھ تسلیم کی ہے۔اور تلخیص التواریخ صفحہ ۲۰۰۔

۹:۔ دنیا بیتاب ہے اس کی آمد انتظار میں چنانچہ دیکھو اخبار وطن مئی ۱۹۱۲ء علی گڑھ انسٹیوٹ گزٹ میں درد انگیز نظم شائع ہو چکی ہے۔ ابتداء کا شعر یہ ہے: ؎

یا صاحب الزمان بظہورت شتاب کن عالم زدست رفت توپا درد کاب کن

جس کا یہ مطلب ہے کہ اے صاحب الزمان جلد ظہور فرمایئے کیونکہ جہان ہاتھ سے گیا۔ اب تیار ہو جایئے جہان میں اندھیرا ہو گیا، تو کیسے بیٹھا ہے۔ اس جہان کو نور سے منور کر۔ اے آخری امام۔ خدا اور اپنے جد بزرگوار کے صدقے میں ہماری فریاد کو پہنچ۔ وغیرہ۔ اسیطرح البرہان ماہ نومبر ۱۹۱۲ ۔

۱۰۔ چنانچہ عیسائیوں کا بھی مسیح کی آمد ثانی کے متعلق بھی وقت مقرر ہے۔ یکم ستمبر ۱۸۱۸ء کئی ماہ تک صبح شام مغرب مشرق میں آسمان کے کنارے پر سرخی نمودار ہوئی۔ امریکہ کے اخبارات میں غلغلہ ہوا کہ یہ علامت حضرت مسیح کے دوبارہ پیدا ہونے کی ہے۔ دیکھو حدیث الغاشیہ صفحہ ۳۰۷ یہی علامت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

اخبار ٹٹ بٹ لنڈن ۱۵۔ ستمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۲۹۶۔ ہز گلوریس اسپرنگ مطبوعہ لنڈن۔ رسالہ دی کنگ آف دی لارڈ مطبوعہ لنڈن صفحہ ا۔ اخبار فری تھنکر مورخہ ۱۷۔ اکتوبر لنڈن۔

مسیح موعودؑ کی بعض اور علامات

اب جب یہ تمام باتیں ہم ثابت کر چکے تو ہمارا فرض ہے۔ کہ صرف حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی ذات پر بحث کریں۔

ا۔: اوّل یہ کہ خاتم الاولیا یعنی حضرت مسیح موعودؑ توام پیدا ہوگا چنانچہ فصیح المالک ۸۳۔ پر اور فتح الرحمٰن اشراط الساعۃ کے ذیل میں جب شیخ محی الدین ابن عربی کی شہادت توام کے متعلق ہے کہ ایک لڑکی بھی ساتھ میں پیدا ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت مسیح موعودؑ مرزا صاحب کے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

۲۔: حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اپنی کتاب عنقائے مغرب میں لکھتے ہیں کہ خاتم ولایت عجمی ہوگا۔ چنانچہ کون نہیں جانتا کہ حضرت مسیح موعودؑ عجمی تھے۔ عرب نہ تھے دیکھو شرح فصوص الحکم صفحہ ۸۴۔

عیسائیوں کی کتابوں میں جس قدر علامات مسیح کے دوبارہ آنے کی تھیں وہ تمام پوری ہوگئیں۔ چنانچہ اس وقت تک اکیس بائیس کتابیں صرف بوئی مشن کی طرف سے شائع ہوچکی ہیں۔جن کا نام نشانات قیامت نمبر ۱، ۲، ۳ تا ۲۲ تک ہے۔غرضیکہ تمام دنیا پکار اُٹھی ہے کہ اس آخری خلیفہ کا یہی وقت ہے تفصیل کے لئے سیونتھ ڈے ایڈونیسیٹ پبلشنگ لکھنؤ سے طلب کرو۔

۳:۔ قحط وبا بھی اس کی علامت ہے۔چنانچہ دیکھو اکمال الدین صفحہ ۲۶۴۔

۴:۔ اسوقت کے لوگوں میں ایک یہ بھی علامت پائی جائے گی کہ وہ حق کو قبول کرنے سے گریز کریں گے۔دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۸۳۔

۴:۔ اس وقت دنیا کمانے کیلئے علم سیکھا جائے گا۔آج دیکھ لیجئے اسکول اور کالجوں میں صرف دنیا کمانے کے لئے پڑہائی ہوتی ہے۔دیکھو مہدی نامہ صفحہ ۳۔

۶:۔ مہدی نامہ صفحہ ۳ میں لکھا ہے کہ اس وقت کے علماء مفتی و قاضی کمینی قوم کے ہونگے۔ چنانچہ اسپر اگر آپ غور کرینگے تو بڑا عمدہ نتیجہ نکلے گا۔ہم یہاں نام لکھنا مناسب نہیں سمجھتے کہ ان لوگوں کے نام گنوائیں۔آپ خود ہی ایک محققانہ نظر ڈالیں تو بہتر ہوگا۔

۷:۔ عمدہ اور اعلیٰ اعلیٰ کام نالائقوں کے سپرد ہونگے۔

۸:۔ مہدی کی جماعت آپس میں بھائی بھائی کی طرح ہونگے۔ذرا احمدیوں کے برتاؤ دیکھو تو معلوم ہوگا۔دیکھو ہدیہ مہدیہ صفحہ ۱۱۴۔

۹:۔ اس زمانہ میں حج بند کر دیا جائے گا۔کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۳ بوجہ طاعون کے قانوناً حج روک دیا گیا تھا۔

۱۰:۔ قلم کا زور ہوگا۔نیز وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (سورہ التکویر آیت نمبر:۱۱) اور جب صحیفے نشر کئے جائیں گے۔اس وقت کتابیں پھیلائی جائینگی۔دیکھو کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۸۔

۱۱:۔ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (سورہ التکویر آیت نمبر:۷) اور جب سمندر پھاڑے

جائیں گے۔ وَاِذَاالْبِحَارُ فُجِّرَتْ (سورہ الانفطار آیت نمبر:۴) اور جب سمندر پھاڑے جائیں گے۔ کہ اس وقت دریا چیر دیے جائینگے۔ نہریں نکلیں اور پایاب بھی اسی وجہ سے ہو گئے۔

۱۲:۔ اس وقت دولتمند لوگ معزز سمجھے جائینگے۔ کنز العمال جلد ا صفحہ ۵۰۔

۱۳:۔ اس وقت ذلیل لوگ بلند کردئے جائیں گے۔ جنگلی جانور شہر میں لائے جائیں گے یعنی پالے جائیں گے یا جنگلی لوگ تمیز دار اور تعلیم یافتہ ہو جائیں گے۔ وَاِذَاالْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (سورہ التکویر آیت نمبر:۶) اور جب وحشی اکٹھے کئے جائیں گے۔

۱۴:۔ وَاِذَاالنُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (سورہ التکویر آیت نمبر:۸) اور جب نفوس ملا دیئے جائیں گے۔ اس وقت میل جول پیدا ہو جائیں گے چنانچہ امریکہ۔ جرمنی۔ جاپان۔ خراسان۔ افریقہ۔ روس اٹلی۔ انگلینڈ۔ غرضیکہ ہر جگہ کے لوگ ہر جگہ موجود ہیں۔

۱۵:۔ وَاِذَاالْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی۔ جس وقت کہ آتشزدگی اور آتشبازی سامان جنگ کی کثرت ہوگی۔

۱۶:۔ وَاِذَاالْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ (سورہ الانفطار آیت نمبر:۵) اور جب قبریں اکھاڑی جائیں گی، جب دفینے نکلیں گے۔ اسکی تفسیر سورۃ العادیات میں کر چکے ہیں۔

۱۷:۔ جبکہ دختر کشی بند ہو جائی گی وَاِذَاالْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (سورہ التکویر آیت نمبر:۹،۱۰) اور جب زندہ درگور کی جانے والی (اپنے بارہ میں) پوچھی جائے گی۔ (کہ) آخر کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی ہے؟

۱۸:۔ جبکہ اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ وَاِذَاالْعِشَارُ عُطِّلَتْ (سورہ التکویر آیت نمبر:۴) اور جب دس ماہ کی گابھن اُونٹنیاں بغیر کسی نگرانی کے چھوڑ دی جائیں گی۔ ریل نے بیکار اور بے قدر کر دیا۔ مجمع البحار جلد۳ صفحہ ۱۶۷ مرقات لمفاتیح ملا علی قادری جلد۵ صفحہ ۲۱۲ پر زیادہ تشریح موجود ہے۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے تمام دعاوی کو ہم جانتے ہیں۔ کہ جو کچھ مرزا

صاحب نے کہا وہ سب کچھ سچ ہے۔فی الواقع مسیح ناصری ہو گئے اور وہ دوبارہ نہیں آسکتے اور چونکہ کوئی مدعی امامت ومہدیت ومجددیت نہیں۔اسلئے مرزا صاحب کا امام۔مجدد۔مہدی۔مسیح وغیرہ ہونا سب درست ہے۔انہوں نے خنزیروں کو (آریوں کو) قتل کیا۔اور صلیب کو توڑا۔اور تجدید دین کی۔اور عین وقت اور ضرورت پر بھی تشریف لائے۔علمائے شریعت اور طریقیت دونوں کی حالت خراب ہوگئی تھی۔مگر مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت کا ہے اس کو ہم کس طرح مان لیں۔

مؤلف کہتا ہے کہ ان لوگوں کی یہ تمام باتیں ہی باتیں ہیں کہ اگر مرزا صاحب نبوت کے مدعی نہ ہوتے تو ہم مان لیتے۔ہم کہتے ہیں کہ چلو مرزا صاحب کے نبوت کے دعویٰ کو تھوڑی سی دیر کے لئے رہنے دیتے ہیں۔اور مرزا صاحب کو امام مہدی اور مجدد مسیح موعود مان لیتے ہیں۔اب معترض سے ہم دریافت کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کو نبی اللہ کہا ہے یا نہیں۔اگر نبی کہا ہے تو ضرور وہ نبی ہے ورنہ نہیں۔پھر جب آپ مجدد۔مہدی۔مسیح مانتے ہیں۔ساتھ ہی اُسکو جھوٹا بھی سمجھتے ہیں۔اور جھوٹا لعنتی ہوتا ہے۔اور لعنتی مسلمان نہیں ہوسکتا۔مبشرات صفحہ ۷۶ تا ۸۵۔

نبوت بند کا تصور پُرانا ہے

پھر قرآن شریف میں صرف ایک لفظ خاتم النبین کے سوا اور کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے یہ شبہ پڑ سکے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔پس لفظ خاتم النبیین کے معنی دیگر آیات کے سامنے رکھ کر کئے جائیں تو یہ شبہ دور ہو جاتا ہے۔اور کوئی جھگڑا نہیں رہتا۔اور معنی صاف حل ہو جاتے ہیں۔

اوّل اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا پس کیا وہ قرآن پر تدبّر نہیں کرتے؟ حالانکہ اگر وہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے۔تم لوگوں نے قرآن پر تدبر کر کے نہیں دیکھا کہ خدا کے سوا یہ کسی اور کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سا اختلاف ہوتا۔ایک جگہ کچھ کہتا۔دوسری جگہ کچھ کہتا۔یعنی ایک جگہ کہتا کہ نبی نہیں آسکتا۔دوسری جگہ ہوتا کہ نبی آسکتا ہے۔بقول شخصے کہ دروغ گورا حافظ نباشد۔اس آیت پر تدبر کرنے کے بعد اب اس آیت

کو پڑھو مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّ جَا لِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (سورۃ الاحزاب آیت نمبر:۴۱) محمد تمہارے (جیسے) مَردوں میں سے کسی کا باپ نہیں بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتَم ہے۔ یعنی محمد تم میں سے کسی کے جسمانی باپ نہیں اور نہ روحانی باپ۔ اور لیکن خدا کے رسول ہیں۔ تمام آیت میں سیاق وسباق اور اشارہ کنایہ ایسا موجود نہیں ہے جس سے کہ یہ معنی کئے جائیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی نبی نہیں ہے۔

بلکہ یہ آیت بھی قرآن میں موجود ہے اور ایسے عقیدہ کو باطل کر رہی ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَ کُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَازِلْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا جَآءَ کُمْ بِہٖ ؕ حَتّٰی اِذَاھَلَکَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْۢ بَعْدِہٖ رَسُوْلًا ؕ کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ ○ (سورۃ المومن: آیت نمبر: ۳۵) اور یقیناً تمہارے پاس اس سے پہلے یوسف بھی کھلے کھلے نشانات لے کر آچکا ہے مگر تم اُس بارہ میں ہمیشہ شک میں رہے ہو جو وہ تمہارے پاس لایا یہاں تک کہ جب وہ مر گیا تو تم کہنے لگے کہ اب اس کے بعد اللہ ہرگز کوئی رسول مبعوث نہیں کرے گا۔ اسی طرح اللہ حد سے بڑھنے والے (اور) شکوک میں مبتلا رہنے والے کو گمراہ ٹھہراتا ہے۔ اس سے پہلے حضرت یوسف نبی ہو کر آئے تھے۔ تم اس وقت بھی شک میں ہی گرفتار رہے۔ مگر ان کے فوت ہو جانے کے بعد تم کہنے لگے کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہی تو باتیں ہیں جن سے لوگ گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اس آیت سے قبل دیگر انبیاء کے جھٹلانے کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ پھر یہ بتاتا ہے کہ جب قوم گمراہ ہو جاتی ہے تو وہ ایسا عقیدہ تراش لیا کرتی ہے۔ اگر تم بھی گمراہ ہو جانا پسند کرتے ہو تو اس عقیدے کو اختیار کرو۔

پھر اسکے بعد قرآن میں ارشاد ہے۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۶﴾

(سورۃ الاعراف آیت نمبر:۔۳۶) اے ابنائے آدم! اگر تمہارے پاس تم میں سے (ہمارے) رسول آئیں جو تم پر میری آیات (بیان) پڑھتے ہوں تو جو بھی تقویٰ اختیار کرے اور اصلاح کرے تو ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔

اس آیت کا سیاق وسباق پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی اٹل قانون ہے۔کچھ ملا بیچارے بھولے جاہل لوگوں کو مغالطہ دیتے ہیں کہ یہ آدم کے قصہ سے تعلق رکھتا ہے۔حالانکہ آیت کے اوپر سے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجدوں کے متعلق احکامات کا موجود ہونا بتایا ہے کہ صرف امت محمدیہ کیواسطے ہے۔کیونکہ مسجد صرف مسلمانوں کی عبادت گاہ کا نام ہے۔اسکے آگے جھوٹے مدعی رسالت کی سزا اور سچے رسول کی تکذیب کرنیوالوں کی سزا بیان ہے۔ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ کا قرینہ صاف بتا رہا ہے کہ الہام اور وحی بھی انکو ہوگی۔تو معلوم ہوا کہ نہ نبی کا آنا بند اور نہ الہام ووحی کا راستہ بند۔جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے۔

۲۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُونَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ ج وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ o (سورۃ البقرہ آیت نمبر۶) اور وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور اس پر بھی جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔یعنی ان تینوں باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے کہ جو تجھ پر نازل ہوا اور جو تجھ سے پہلے نازل ہوا اور جو آخر میں یعنی تیرے بعد نازل ہوگا۔بعض اصحاب کہتے ہیں کہ آخر سے قیامت مراد ہے۔لیکن اس آیت کا قرینہ آخرۃ کے یہ معنی نہیں بتاتا کیونکہ نازل ہونے کا ذکر ہے۔

۳۔ پھر قوانین قدرت کا مشاہدہ ہے کہ جب انسان کی پیدائش کا سلسلہ جاری ہے تو اس کی نگہبانی اور اصلاح کے لئے تعلیم روحانی اور جسمانی کا سلسلہ کیونکر جاری نہ رہتا۔وَاِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ (سورۃ الفاطر آیت نمبر:۲۵) اور کوئی امت نہیں مگر ضرور اس میں کوئی ڈرانے والا گزرا ہے۔یہ ایک قانون ہے اور اس کے قانون اٹل ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا (سورۃ فاطر آیت نمبر:۴۴) پس تو ہرگز اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہیں پائے گا اور تو ہرگز اللہ کی سنت میں کوئی تغیر نہیں پائے گا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (سورۃ المرعد آیت نمبر:۳۲) یقیناً اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

۴۔ ہم روزانہ دعا مانگتے ہیں کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ (سورۃ الفاتحہ آیت نمبر:۶،۵) ہمیں سیدھے راستہ پر چلا۔ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا۔

اے ہمارے رب ہمیں اس راستہ پر چلا جس پر چل کر لوگوں کو انعام ملتا ہے۔اب ظاہر ہے کہ انعام میں تو خدا کا قرب ہوتا ہے۔اور قرب میں سب سے بڑی نعمت نبوت ہے جیسا کہ دوسری آیت انعام پانیوالوں کہ تشریح کر رہی ہے۔

۵۔ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ (سورۃ النساء آیت نمبر:۷۰) جن لوگوں پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے،صدیقوں میں سے،شہیدوں،صالحین میں سے۔اگر نبی نہیں بن سکتا تو صدیق۔شہید۔صالح بھی نہیں بن سکتا۔موٹی سی بات ہے۔

۶۔ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا (سورۃ المائدہ آیت نمبر:۴) آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے دین کے طور پر پسند کر لیا ہے۔بعض اصحاب کہتے ہیں کہ دین کامل ہو گیا اور اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں۔ہم کہتے ہیں کہ پھر آپ مسیح ابن مریم کے دوبارہ کیوں منتظر ہیں۔اگر آپ فرمائیں کہ جدید نہیں وہ تو پہلے آ چکے۔نئے نئے نبی کی بندش ہے۔ہم کہتے ہیں خاتم النبیین میں یہ تشریح موجود نہیں۔اگر آ سکتا ہے تو نیا پرانا دونوں آ سکتا ہے۔اور اگر نہیں تو نہ نیا نہ پرانا۔اگر تم یہ کہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہونگے تو ہم کہتے ہیں کہ آمنا صدقنا۔مرزا صاحبؑ بھی نئی نبوت کے مدعی نہیں۔بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع ہیں۔

بعض یہ کہتے ہیں کہ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ وَ الشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیۡنَ ۚ میں معیت مل سکتی ہیں نہ کہ وہی مرتبہ مل سکتا ہے (سورۃ النساء آیت نمبر:۷۰) جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے،صدیقوں میں سے،شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پھر صدیق۔شہید۔صالح بھی انسان نہیں ہو سکتا۔صرف معیت مل سکتی ہے جو محض بے معنی ہے۔حالانکہ وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ (سورۃ آل عمران آیت نمبر:۱۹۴) اور ہمیں نیکوں کے ساتھ موت دے۔اچھی طرح بتا رہا ہے کہ معیت سے کیا مراد و معنی ہیں۔رہا یہ سوال کہ تیرہ سو برس سے

اُمت محمدیہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ہمیں سیدھے راستہ پر چلا کی دعا مانگتی رہی، اور تیرہ سو سال کے بعد کل ایک ہی نیا نبی یعنی مرزا صاحب۔ اسکا جواب ایک دنیاوی طور پر، آجکل ہمیں سوراج (حکومتِ خود اختیاری، اپنے دیس میں اپنا راج) پر نظر آرہا ہے کہ تمام لوگ جو سوراج کی کوشش کرر ہے ہیں اگر سوراج کی کوشش کارگر ہوگئی تو ایک ہی بادشاہ یا پریذیڈنٹ بنے گا۔ نہ کہ تمام۔ جیسا کہ آج کل ترک لڑ رہے ہیں مگر کامیاب ایک ہی بادشاہ بنے گا۔ علیٰ ہٰذا القیاس تاریخ عالم میں ہمیں ایسا ہی ملتا ہے۔ اور قرآن شریف نے بادشاہت اور نبوت دونوں کو انعام الٰہی بتایا ہے۔ وَاِذْقَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْجَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا (سورہ المائدہ:۲۱) اور (یاد کرو) وہ وقت جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب اس نے تمہارے درمیان انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ بنایا۔ اس واسطے دعائے فاتحہ میں صیغہ واحد نہیں بلکہ صیغہ جمع ہے۔ یعنی ہم کو بنا۔ جو سب کی دعاؤں کا اثر یا سب کی کوششوں کا اثر ایک بادشاہ یا ایک نبی ہوتا ہے اس طرح حضرت مرزا صاحب نبی ہو گئے۔ جو متفقہ دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ ایسا ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ میری امت کیوں کر ہلاک ہوسکتی ہے۔ جس کے اول میں ہوں اور آخر میں مسیح موعودؑ۔ قال عن تهلك امه انا فى اولها وعيسى ابن مريم فى آخر (كنزل العمال جلد۷، صفحه۱۸۷ جامع الصغير ۲/۱۰۶) درمیان میں کوئی نبی نہیں۔ فرمایا کیوں کہ ازل سے ایسا ہی مقرر تھا۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (سورۃ الواقعۃ: آیت ۴۰، ۴۱) پہلوں میں سے ایک بڑی جماعت ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک بڑی جماعت ہے۔ نیز وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ (سورۃ الجمعۃ: آیت ۴) اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی اُن سے نہیں ملے۔ اور ان کی تفاسیر بھی اسی طرف تیار کی گئی ہیں۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ دیگر امتوں میں تو کئی نبی ہوئے۔ اور امت محمدیہ میں صرف ایک ہی نبی ہوا یہ کیا بات ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امت محمدیہ میں کیوں ایک صدیق حضرت ابوبکر ہوئے اور

دیگر اصحاب کو کیوں صدیق کا لقب آج تک نہیں ملا۔وغیرہ۔اعتراض ہے جتنا چاہو بڑھالو، جواب آجائیگا۔الم یبق من الاسلام الا اسمهٗ ولم یبق من القران الا رسمهٗ (کنز العمال جلد ۶ مشکوٰۃ کتاب العلم فصل الثالث) یعنی اس زمانہ میں اسلام نہیں باقی رہے گا۔مگر نام کےطور پر اور قرآن رسم کے طور پر۔یہ حدیث ہے۔ہم اس کو پہلے مفصل درج کر چکے ہیں۔تو ایسی حالت میں ایک نبی کا آنا ضروری ہے ورنہ معمولی انسان مولوی محدث۔مجدد درست کر سکتا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کی ضرورت اُٹھ جاتی ہے۔ فَاِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ (البقرہ:۳۹) پس جب کبھی بھی تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت آئی تو جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا۔هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ (سورۃ الصّف:۱۰) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے دین (کے ہر شعبہ) پر کلیۃً غالب کردے کی تفسیر میں تمام کا اجماع ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اظہار علی الدین بوجہ عدم اسباب تکمیل اشاعت میں نہ تھا اس لئے مسیح موعود کے وقت ہوگا۔چنانچہ امریکہ۔فرانس جاپان۔انگلینڈ۔افریقہ میں آج ہورہا ہے۔

لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ فبینما ھو کذلک اذ اوحی اللہ الیٰ عیسیٰ انی قد اخرجت الیٰ یدان لاھد الخ (الصحیح اعلم کتاب الفتن باب فی ذکر الدجال الفتنه) کہ حضرت مسیح موعودؑ پر وحی نازل ہوگی تو معلوم ہوا کہ وہ نبی کی ہی حیثیت سے تشریف لانے والے تھے۔کہ وحی ہوئی۔اگر وہ نبوت کا عہدہ نہ رکھتے تو وحی ہرگز نہ ہوتی۔اور حدیث بھی مسلم شریف کی ہے جو نہایت معتبر حدیث ہے۔

تیس دجال والی حدیث جو نبوت کا دعویٰ کرینگے اس سے بھی مسیح ابن مریم کی نبوت کا انکار نہیں ہوتا۔بلکہ تیس جھوٹے مدعیوں کی خبر خود اسبات کی دلیل ہے کہ ایک سچا مدعی بھی ہوگا۔اور تیس دجال گذر چکے انشاءاللہ تعالیٰ ہم ان کی تفصیل حصہ دوم میں بیان کرینگے۔

وَرَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۵؂ (سورۃ العمرآن:۵۰)اوروہ رسول ہوگا بنی اسرائیل کی طرف۔حضرت مسیح کی نسبت بھی نبی اللہ کا لفظ ہے۔اوروہ تمام دنیا کے لئے نبی ہوکرآئے گا۔جیسا کہ کافہ للناس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔معلوم ہوا کہ وہ پہلے مسیح ناصری صرف بنی اسرائیل کے لئے تھے۔یہ مسیح محمدی جو نبی اللہ بھی ہے تمام دنیا کے لئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ لفظ خاتم النبیین پر جولوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے وہ اس حدیث کے ماتحت فانی اخر الانبیاء وان مسجدی اخر المساجد(مسلم کتاب الحج باب فصل الصلوۃ المسجدی مکۃ والمدینۃ :صفحہ۴۴۶) میں آخرالانبیاء ہوں اور میری مسجد بھی آخری مسجد ہے۔خود غور کرو کہ کیا مسجد نبوی کے بعد کوئی مسجد بننی حرام قرار دی گئی ہے۔ ہرگز نہیں۔کروڑوں مسجدیں بنیں۔اس طرح آخرالانبیاء کے معنی بھی کرلو انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم مسا جد الا نبیاء (کنز العمال جلد۶ صفحہ۲۵۶)۔خاتم اورآخر کے معنی پرخوب روشنی پڑ جاتی ہے۔اگر اہل کوئی ہو۔

اگر حضرت عمرؓ اوررسول کریم کے صاجزادے ابراہیم نبی ہو جاتے تو آپکی شریعت کے ماتحت ہو تے اور انکا نبی ہونا خاتم النبیین کے خلاف نہ ہوتا۔دیکھو موصنوعات ملاعلی قاری صفحہ ۵۹، ۶۰۔اس سے معلوم ہوا کہ نبی آنا ممکن ہے حرام نہیں۔جیسا کہ امام شعبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مطلق نبوت کا ارتفاع ہوا ہی وہ شریعت والی نبوت ہے۔اورآنحضرت کے اس قول کا مطلب کہ میرے بعد نبی نہیں۔اس سے صاحب شریعت نبی مراد ہے۔دیکھو امام شعرانگی کتاب الیسوافیت والجوہر جلد۲ صفحہ۲۴ بحث نمبر۳۳۔

ہندوستان کے سب سے بڑے اورمعتبرومستند اورمشہورومعروف مدرسہ دیو بند کے بانی اپنی کتاب تحذیرالناس صفحہ ۲۸ پرتحریرفرماتے ہیں کہ اگر بالفرض کوئی بنی پیدا ہو جائے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔

لم یبق من النبوت الا المبشر ات مبشرات والی نبوت باقی ہے۔دیکھو صحیح بخاری۔ بخاری کتاب التعبیر باب المبشرات ۔اورمبشرات والی نبوت کے بھی قائل ہیں۔اورایسی ہی

نبوت کے حضرت اقدس ؑ مرزا صاحب مدعی ہیں نہ کہ صاحبِ شریعت نبی ہونے کے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً قف فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ص وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ (البقرۃ: آیت ۲۱۴) تمام انسان ایک ہی امت تھے۔ پس اللہ نے نبی مبعوث کئے اس حال میں کہ وہ بشارت دینے والے تھے اور انذار کرنے والے تھے۔ اور ان کے ساتھ حق پر مبنی کتاب بھی نازل کی تا کہ وہ لوگوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ کرے جن میں انہوں نے اختلاف کیا۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نبی کی بعثت کی غرض ڈرانا اور بشارت دینا۔ اور اختلاف مٹانا ہر امت میں ہوتا ہے۔ اب دیکھ لو۔ اگر اختلاف پیدا ہوگیا ہے تو ضرور نبی کی ضرورت ہے۔ ورنہ نہیں۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِىْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ط (سورہ الحج: آیت ۷۶) اللہ فرشتوں میں سے رسول چنتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔ اللہ برگزیدہ بناتا رہیگا فرشتوں کو اور انسانوں کو رسول۔ یصطفی مضارع ہے جو حال استقبال دونوں پر دلالت کرتا ہے۔ تو گویا یہ قانون اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے ہمیشہ کیلئے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (سورۃ بنی اسرائیل: آیت ۱۶) اور کسی رسول کو مبعوث کرنے تک ہم ہرگز عذاب نہیں دیتے۔ یعنی عذاب کبھی نہیں آتا جب تک نبی نہ مبعوث ہولے۔ اس وقت طرح طرح کے عذاب بتا رہے ہیں کہ ضرور نبی مبعوث ہوا ہے۔ پس غافل نہ ہو۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ط كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (سورہ نبی اسرائیل آیت ۵۹) اور کوئی بستی نہیں مگر اسے ہم قیامت کے دن سے پہلے ہلاک کرنے والے ہیں یا اُسے بہت سخت عذاب دینے والے ہیں اور یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط (سورہ الصّف آیت ۷) اور

(یاد کرو) جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! یقیناً میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی تصدیق کرتے ہوئے آیا ہوں جو تورات میں سے میرے سامنے ہے اور ایک عظیم رسول کی خوشخبری دیتے ہوئے جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نبی ہونگے۔ کیونکہ اس آیت میں بنی اسرائیل کو بشارت ہے۔

فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ الۡاٰخِرَةِ جِئۡنَا بِكُمۡ لَفِيۡفًا (سورہ بنی اسرائیل: آیت ۱۰۵) پس جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تمہیں پھر اکٹھا کر کے لے آئیں گے۔ حضرت نبی اکرمؐ تو نبی عرب تھے نہ کہ نبی اسرائیل۔ دوسرے اُنکا اسم ذات محمدؐ ہے نہ کہ احمدؐ۔ اور احمد نام صرف حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کا ہے۔ نیز اس سے یہ مطلب نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احمدؐ ہونے کے منکر ہیں بلکہ آپکا نام احمدؐ اور محمدؐ دونوں ہیں۔ مگر اسم احمد کی صفات کے مظہر حضرت مرزا صاحب ہیں۔ حضرت مرزا صاحب کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ ؎

لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا ۔۔۔ سب سے بڑھ کر مقام احمدؐ ہے

(مراد رسول اکرم ﷺ)

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑ ۔۔۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے

(مراد خود حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ)

احمد جمالی نام ہے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح ابن مریم مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر دیگا۔ یعنی تلوار سے جہاد نہ کریگا۔ چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے قلم سے جہاد کیا۔ اور محمد جلالی نام ہے جیسا کہ حضور نے تلوار سے جہاد کیا۔ پس معلوم ہوا کہ اگر خاتم النبیین کے معنی اختتام نبوت ہوتے تو قرآن شریف میں بِرَسُوۡلٍ يَّاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِى اسۡمُهٗۤ اَحۡمَدُ ؕ (سورہ الصّف: آیت ۷) ہوتا۔ ایک عظیم رسول کی خوشخبری دیتے ہوئے جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔

اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَ (سورہ البقرہ: آیت ۱۲۵)۔ میں یقیناً تجھے لوگوں کے لئے ایک عظیم امام بنانے والا ہوں۔ اس نے عرض کیا اور میری

ذریت میں سے بھی۔اس نے کہا (ہاں مگر) ظالموں کو میرا عہد نہیں پہنچے گا۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم سے وعدہ کرتا ہے کہ میں تیری ذریت سے امام بناتا رہونگا۔اور امام سے مراد نبوت ہے:۔وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ (سورہ الحدید: آیت ۲۷) اور دونوں کی ذرّیت میں نبوت اور کتاب (کی عطا) رکھ دی۔

وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (سورۃ الفرقان: آیت ۷۵) اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

اب ظاہر ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کا سلسلہ ختم ہو جاتا تو یہ وعدہ کیوں ہوتا۔اسلئے ثابت ہوا کہ قیامت تک ضرور حضرت ابراہیم کی اولاد سے نبی ہوتے رہیں گے۔وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ (سورۃ القصص: آیت ٦٠)۔ترجمہ: اور تیرا ربّ بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا یہاں تک کہ ان (بستیوں) کی ماں میں رسول مبعوث کر چکا ہوتا ہے جوان پر ہماری آیات پڑھتا ہے۔

اور ہم اس کے سوا بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے کہ ان کے بسنے والے ظالم ہو چکے ہوں۔یعنی اس وقت تک اللہ تعالیٰ کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتا تاوقتیکہ انہیں کوئی نبی مبعوث نہ فرماوے۔اب اگر کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا تو کیوں عذاب آرہے ہیں۔اور لوگ کیوں ہلاک ہورہے ہیں۔

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مسلم نے نقل کی ہے۔جسکے نواس بن سمعان راوی ہیں۔ (الصحیح المسلم کتاب الفتن باب ماجاء فی ذکر الدجال) اور اس میں چار مرتبہ مسیح موعود کو نبی اللہ کہا ہے۔تو دونوں کے حلیے آپ نے الگ بتادیئے ہیں۔یعنی معراج میں جب آپ نے انبیاء کے ہمراہ حضرت ناصری کو دیکھا تو انکا حلیہ اور بتایا ہے اور مسیح موعودؑ کا حلیہ اور بتایا ہے تو معلوم ہوا دونوں علیٰحدہ علیٰحدہ شخص ہیں۔

پھر لوعاش ابراهیم لکان صدیقا نبیا والی حدیث جو (ابن ماجه کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصلوٰة علی ابن رسول الله و ذکر وفاته) میں درج ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔یہاں یہ نہیں فرمایا کہ چونکہ نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا اسلئے ابراہیم وفات پاگیا بلکہ یہ فرمایا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا۔اس سے معلوم ہوا کہ نبوت مطلق ختم نہیں ہوئی:۔

صرف ایک لفظ خاتم النبیین سے لوگوں کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اسکے علاوہ کوئی کسی جگہ اشارہ یا کنایہ نہیں سنا۔ پھر جب ہم آیت کے شان نزول کی طرف دیکھتے ہیں تو اسمیں یہ گمان نہیں ہوسکتا کہ اسکے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں چنانچہ شان نزول یہ ہے کہ زیدؓ بن حارث محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنیٰ تصور کیے جاتے تھے جب حضرت زیدؓ کی مطلقہ حضرت زینبؓ بنت جحش سے رسول اکرمؐ نے نکاح کرلیا تو لوگوں میں طعنہ زنی شروع ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بہو یعنی بیٹے کی بیوی سے نکاح کرلیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی اولاد نرینہ نہیں۔ دوسرے اسلام نے رسم متبنیٰ کا قلع قمع بھی کرنا تھا اسلئے بھی خصوصاً نکاح کیا۔

اس کے ساتھ ہی اس آیت میں یہ بھی بتایا دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابتر نہیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ لوگ ابتر کہتے تھے۔ جس کا جواب اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ (سورہ الکوثر:۲) یعنی ہم نے آپکو یقیناً کثرت عطا کی ہے۔ میں ہے:۔ اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الۡاَبۡتَرُ (سورہ الکوثر آیت ۴) یقیناً تیرا دشمن ہی ہے جو اَبتر رہے گا۔ کفار قریش کا مقولہ تھا کہ لا فخر لمن لا اٰل له' اور وہ کہتے تھے اذا ماتا انقطع ذکرہ' جب مرجائیگا تو کوئی نام لیوا بھی نہ رہے گا۔

تو اس آیت مَا کَانَ مُحَمَّدٌ (سورہ احزاب: آیت ۴۱) میں بھی یہ بتایا ہے کہ محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن روحانی اولاد کے باپ ہیں۔ یہ اس لئے تسلی دی کہ حضرت آدم نے باوجود اولاد نرینہ عطیہ ہونیکے ہابیل کے فوت ہو جانے سے بیحد گریہ وزاری کی۔ اسیطرح حضرت نوح سام۔ حام۔ یافث جیسے فرزندان رشید کے باوجود کنعان جیسے نالائق فرزند کے ڈوبنے پر الحاح کرنے لگے۔ رَبِّ اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَھۡلِیۡ (سورۃ ھود: آیت ۴۱) اے میرے ربّ! یقیناً میرا بیٹا بھی میرے اہل میں سے ہے۔

اسی طرح حضرت یعقوب باوجود بارہ ستم دوراں فرزندوں کے ایک یوسف کی خاطر وَابۡیَضَّتۡ عَیۡنٰہُ مِنَ الۡحُزۡنِ فَھُوَ کَظِیۡمٌ (سورۃ یوسف: آیت ۵۸) اور اس کی آنکھیں غم سے ڈبڈبا آئیں اور وہ اپنا غم دبانے والا تھا۔ تک نوبت پہنچی۔ مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو کہ عبداللہ۔ قاسم۔ ابراہیم۔ طیب۔ طاہر۔ فوت ہوگئے اور ہر اولاد نرینہ کی وفات کی وقت کفار طعنے دیتے تھے اور آپ نے صبر کیا۔ اس

کے صلے میں آپکو خاتم النبیین فرمایا کہ تمھاری روحانی اولادتو موجود رہیگی تم رنج مت کرو۔ جس طرح اولاد جسمانی کا انکار مَا کَانَ کی نفی میں کیا گیا ہے اسی طرح وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ (سورۃ احزاب: آیت ۴۱) بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتَم ہے۔ میں اولاد روحانی کا اقرار کیا گیا ہے۔ ورنہ اگر دونوں کی نفی مراد ہوتو کفار کا طعنہ صحیح ہو جاتا ہے۔ پس خاتم النبیین کے معنی ابوالمؤمنین کے ہوئے جیسا کہ مجمع البیان طبرسی میں لکھا ہے۔

حسن بصری کہتے ہیں کہ پہلی قرات میں آیا ہے کہ نبی سے لگاؤ ہی ایمان والوں کا زیادہ اپنی جاں سے ہے۔ اور اس کی بیویاں اُنکی مائیں ہیں۔ اور نبی اُنکا باپ ہے (ابن جریر) دوسری حدیث اسی آیت وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (سورۃ الاحزاب: آیت ۷) اور اُس کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔ کی تفسیر میں قتادہ بیان کرتا ہے۔ وہ بھی یہی لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے باپ ہیں اور بیویاں اُن مومنوں کی مائیں ہیں۔ (ابن جریر)۔

الدار المنثور میں تیسری حدیث بھی اس مضمون کی تحریر ہے۔ فتح البیان نے ابن مردوبیہ حاکم اور بیہقی نے ابن عباسؓ سے یہی لکھا ہے۔ پھر تفسیر ابن کثیر نے ابو ہریرہؓ نے روحانی ابویت لکھی ہے۔

پس ثابت ہو کہ خاتم النبیین سے مراد اگر ختم کر دینے کے لئے جائیں تو صاحب شریعت نبی ہے یا یہ معنی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تمام انبیاء کی پیشگوئیاں چونکہ موجود ہیں۔ اور نبی نبا سے ہوا یعنی نبا خبر کو کہتے ہیں۔ اور النبیین جمع ہے تو اسکے یہ معنی ہوئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ نبی ہیں جنہوں نے اپنے جمال جہاں آرا سے تمام نبیوں کی نبا کو ختم کر دیا۔ ایک اس کے یہ بھی معنی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں کی نبوت کو تصدیق کرنے والے ہیں۔ کیونکہ خاتم کہتے ہیں مہر کو اور مہر تصدیق کرنے کے لئے ہوتے ہے۔ جیسے کہ اسٹامپ پر ابتداء میں مہر ہوتی ہے۔ اور آج کل ہر فرم۔ ہر دفتر۔ ہر محکمہ کے ہر خط کی ابتداء میں ہیڈنگ ہوتا ہے۔ پس جس جس کی نبوت کی تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کر دیں وہ نبی ہے۔ چنانچہ یہی لفظ قرآن شریف کی دیگر آیات خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ (سورہ البقرۃ: آیت ۸) اللہ نے ان کے دلوں پر مہر

لگا دی ہے۔اور خِتٰــمُــــہ، مِسۡکٌ ط (سورۃ المطففین: آیت ۲۷) اُس کی مہر مشک ہوگی۔وغیرہ میں ہے۔الختم مہر کرنا۔ الاختتام ختم کرنا۔جداگانہ مصدر ہیں۔لغات میں دیکھنے سے خوب تشریح ہوسکتی ہے۔

یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح موسیٰ کلیم اللہ عیسیٰ روح اللہ یونس صاحب الحوت۔اللہ تعالیٰ نے خطاب دیا ہے۔اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین لقب ملا۔ممکن ہے مہر نبوت کیوجہ سے ہو جو آپکی پشت پر تھی۔اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یعسوب العرب حضرت خالد کو سیف اللہ۔حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو یعسوب القریش وغیرہ خطاب دیئے۔اسی طرح یہ بھی خطاب ہو۔

محمد طاہر مجمع البحار الانوار میں تحریر فرماتے ہیں کہ خاتم النبین کے معنی انبیاء کا تصدیق کنندہ ہے۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ولیم یجر لنبی نبوۃ حتیٰ اخذ خاتمامن محمد رسول اللہ فلذٰلک خاتم النبیین (مجمع البحار الانوار)

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ (قولو خاتم النبیین ولا تقولو لا نبی بعدہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تو کہو مگر یہ مت کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں) کے متعلق مجمع البحار الانوار تحریر فرماتے ہیں ام المؤمنین کا یہ قول لا نبی بعدی کے منافی نہیں۔(تکملہ مجمع البحار الانوار جلد ۴ صفحہ ۸۵)

اس طرح جلا الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں۔(تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴) کہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین لا نبی بعدہ بھی کہا۔فرمایا خاتم النبیین کہنا کافی ہے۔ لا نبی بعدہ مت کہو۔ لا نبی بعدہ بھی کہا جائے تو درحقیقت اسی طرح معنی ہوتے ہیں۔جس طرح لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالففقار میں موجود ہے۔حالانکہ یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذوالفقار کے علاوہ بھی دنیا میں تلواریں موجود ہیں۔تو معلوم ہوا کہ اس لا کے معنی ہیں ذوالفقار جیسی تلوار کوئی نہیں۔اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نبی کوئی نہیں۔اس کا ہمیں بھی اقرار ہے۔

اسی طرح بخاری نے جابرؓ سے ایک حدیث نقل کی ہے کہ اذا اھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ (بخاری کتاب المناقب باب علامات الصلواۃ فی الاسلام) یعنی جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا۔تو کوئی بادشاہ کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو پھر کوئی قیصر نہ ہوگا۔حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے قیصر ہرقل کے بعد آجتک قیصر ہوتے رہے۔قیصر ولیم آجتک موجود ہے۔پس ثابت یہ ہو کہ اس کے یہ معنی ہیں کہ ہرقل جیسا کوئی بادشاہ نہیں ہوگا۔(دیکھوفتح الباری الجزا الحادی عشر صفحہ ۵۲۳۔ باب علامات النبوہ۔)

خاتم النبیین کے یہ بھی معنی ہیں کہ جامع کمالات نبوت جوفرداًفرداً تمام انبیاء کو دیئے گئے تھے۔ آپ کی ذات عالی میں وہ سب موجود تھے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

چنانچہ تفسیر بیضادی نے ختم کے معنی کتم لکھے ہیں یعنی البلاغ الآخر گویا کسی چیز کے کمال کو انتہا تک پہنچادینا۔اسیطرح تفسیر کشاف نے لکھا ہے۔اگرچہ کتم اور ختم میں بظاہر فرق معلوم ہوتا ہے مگر قنوی اسکا یہ جواب دیتا ہے۔کہ مجازاًمبالغہ کے طور پر کہا گیا ہے۔چنانچہ ابوالبقا اپنی کلیات میں لکھتے ہیں کہ ختم کو کتم کے ہی معنوں میں لینا اچھا ہے۔کیونکہ حضور علیہ السلام اپنے نور شریعت سے ساتر الانبیاء ہیں۔جیسے آفتاب اپنے نور سے ستاروں کی روشنی کو چھپا دیتا ہے۔اور اکمال شریعت نے تشریعی نبی کی ضرورت باقی نہیں کی۔ابن شباب نے بھی یہی معنی تحریر کیے ہیں۔

خاتم النبیین کے یہ معنی بھی ہیں کہ ایسا نبی جو اپنی بات کہتا ہے یا وہ شریعت کہتا ہے یا وہ مسائل بیان کرتا ہے یا حقایق و معارف بیان کرتا ہے۔کہ اس سے بہتر بات نہ کہنے پر مہر کر دیتا ہے۔چنانچہ مجمع البیاں میں لکھا ہے کہ یہ عرب میں ایک محاورہ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ (سورۃ البقرہ آیت ۸) یعنی مہر کردی اللہ نے انکے دلوں پر کہ وہ اب ایمان لا ہی نہیں سکتے۔جس طرح کہتے ہیں کہ فلاں شخص مہر کر گیا ہے اسبات پر کہ اب وہ تعلیم حاصل ہی نہیں کر سکتا۔یا نیک ہو ہی نہیں سکتا۔

اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شریعت بیان کی وہ مہر کر دی اب اسمیں کوئی تغیر و تبدیل نہیں ہوسکتا۔ مجمع البحار میں اور امام شہرانی نے الیواقیت والجواہر کی جلد 2 صفحہ 24 بحث نمبر 33 اور مولوی عبدالحئی صاحب بحر العلوم نے دافع الوساوس صفحہ ۱۵، ۱۶ میں یہی لکھا ہے کہ مجرد کسی نبی کا آنا محال نہیں۔

بانی جماعت احمدیہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظل ہیں

یہ بھی واضح ہو کہ ہم حضرت مرزا صاحب کو نیا نبی نہیں مانتے بلکہ رسول اکرم ؐ کی حدیث کیمطابق مظہر اتم جانتے ہیں۔ غلام احمد اور احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو مختلف شخص ہم نہیں جانتے بلکہ ہم ایک ہی مانتے ہیں۔ آپکی حدیث کیمطابق حضور کی روحانی طور پر دو بعثتیں ہیں۔ ایک بعثت اولیٰ جو اسم محمدؐ کے جلالی رنگ میں ہوئی۔ ایک بعثت اُخریٰ جو احمد کے جمالی رنگ میں ہوئی۔ نہ اس سے تناسخ ثابت ہوتا ہے اور نہ دو شخص۔ بلکہ اس حقیقت کو مظہر کہتے ہیں۔ آئینہ میں جب آپ اپنی شکل دیکھتے ہیں تو آئینہ میں نظر آنیوالا دوسرا آدمی نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہم آنحضرت صلعم کے مقابلہ پر اور کسی شخص کو لانا ہی پسند نہیں کرتے بلکہ وہی مانتے ہیں جس کی وجہ سے تمام جھگڑوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

ایسا ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ آنیوالا مھدی میری ہم شکل ہوگا۔ جو میرا نام وہ اس کا نام۔ جو میرے باپ کا نام وہ اس کے باپ کا۔ جو میری ماں کا نام وہ اسکی ماں کا نام۔ یہاں تک کہ وہ میرے ساتھ میری ہی قبر میں دفن ہوگا۔ فیدفن معی فی قبری (المشکوۃ باب نزول عیسیٰؑ)۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ حضورؐ ہی تو نہیں ہونگے؟ جواب میں حضورؐ مسکرانے لگے۔ یہ استعارہ اور کنایہ اور اشارہ کیا بتا رہا ہے۔ غور فرمایئے ورنہ کیا اسکے یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ معاذ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھودی جائیگی اور کونسا مسلمان اس کو گوارہ کریگا، ہرگز نہیں۔ اسکے جواب میں ہٹ دھرم ملاّ کہتے ہیں کہ حضور کی قبر کے برابر دفن کئے جائینگے۔ جب وہ اسطرح غلط تاویل کرتے ہیں تو ہم پھر سچی تاویل کرنے کا حق کیوں نہیں رکھتے۔ کہ اس سے مراد معیت روحانی ہے اور یہی معنی صادق ہیں۔ ورنہ آپ قبر کا کھودا جانا ممکن اور جائز ثابت کریں یا حدیث میں لفظ معی فی قبری کے بجائے

مقبرہ کا لفظ پیدا کریں، جب آپکی تاویل کو گنجائش ملیگی پھر اگر ہم اعتراض نہ کریں۔

تو کروڑوں حاجی روضہ مبارک دیکھ کر آئیں کہ وہاں ایک قبر کی جگہہ موجود نہیں۔ اگر کسی حاجی کی بات کا آپکو اعتبار نہ ہو تو آپ خود احادیث میں ملاحظہ فرمالیجئے کہ بستر مرگ پر حضرت عمرؓ نے پڑے پڑے حضرت عائشہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپکے حجرۂ مبارک میں جو ایک قبر کی جگہ خالی ہے۔ اپنی مہربانی سے اپنے باپؓ اور خاوندؐ کے برابر مجھے دفن ہونیکی جگہ دیدیں۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی مگر چونکہ میں آپ کو اپنے سے زیادہ عزیز رکھتی ہوں۔ اس لئے وہ جگہ میں نے آپ کو دی چنانچہ حضرت عمرؓ کے دفن ہونے کے بعد اس میں جگہ باقی نہیں رہی۔ عن عائشة قالت رأيت ثلثة اقمار سقطن في حجرتي فقصصت رءياى على بى بكر فسكت فلما توفى رسول الله صلى الله عليه وسلم ودفن في بيتي قال ابو بكر هذا احد اقمارک وهو خيرها۔(تلخيص الصحاح جلد ا ۔ صفحه ۲۸۴ ۔ ومؤطا امام مالک کتاب الجنائز) حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رویاء میں دیکھا کہ تین چاند میرے حجرے میں گرے ہیں۔ میں نے یہ خواب حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بیان کی تو آپ چپ رہے اور جواب نہ دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور میرے گھر میں دفن کئے گئے تو ابوبکرؓ نے کہا کہ یہ تیرے چاندوں میں سے ایک چاند ہے اور سب سے بہتر ہے۔ پس اگر کوئی چوتھی قبر بھی بنی ہوتی تو چاہیئے تھا کہ چار چاند دکھائی دیتے۔

اور جس حدیث میں حضرت عائشہؓ سے چار قبروں کے متعلق روایت آئی ہے وہ اسلئے ضعیف ہے کہ بخاری کی حدیث اسکے خلاف ہے جس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں كنت اريده لنفسي ولا وثرنه اليوم علىٰ لنفسي (الصحيح البخاريكتاب الجنائز باب ماجاء في قبر النبي صلى الله عليه وسلم وابى بكر و عمر) کہ یہ جگہ میں نے اپنے لئے پسند کی تھی مگر حضرت عمرؓ کو اپنے پر مقدم کرتی ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اور کوئی جگہ تھی ہی نہیں جہاں حضرت عیسٰی بن مریم کے دفن ہونے کا گمان ہو سکے۔

اب بھی اگر آپ ضد کریں تو خیر ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ آپکو ہدایت کرے اور مجھے اس کتاب

کے لکھنے اور مخلوق کو فائدہ پہنچانے کے بالعوض جنت میں جگہ دے۔آمین ثم آمین۔الھم توفنی مسلمًا والحقنی بالصلحین۔خدا تعالیٰ فرماتا ہےاِنَّ الَّذِیۡنَ کَذَّبُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَاسۡتَکۡبَرُوۡا عَنۡهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمۡ اَبۡوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الۡجَمَلُ فِیۡ سَمِّ الۡخِیَاطِ ؕ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُجۡرِمِیۡنَ (سورۃ الاعراف: آیت ۴۱) یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ہمارے نشانات کو جھٹلایا اور ان سے استکبار کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔اور اسی طرح ہم مجرموں کو جزا دیا کرتے ہیں۔

اے مرنے پر یقین کرنیوالو! اور مرنے کے بعد جنت میں داخل ہونیکے آرزومندوں ذرا غور سے مذکورہ بالا آیت کو پڑھو۔خدا کی طرف سے جو مامور ہوتے ہیں۔وہ خدا اور انکا کلام ہی خدا کی آیات ہوتے ہیں۔اور اُن سے تکبر کرنے والے اور تکذیب وانکار کرنے والے پر اسی طرح نہ آسمانی دروازے کُھلینگے ور نہ وہ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں۔جس طرح سوئی کے ناکے میں اونٹ۔ذرا اس وعید کو پڑھو اور غور کرو اور حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود کی کتب کو محققانہ نگاہ سے تعصب سے دل کو صاف کر کے غور سے پڑھو۔اس سے پہلے کوئی رائے مت قائم کرو۔ورنہ سخت مجرم ہو گے۔

ہمارے علاوہ اُمت محمدیہ میں اور بھی فرقے ایسے گذرے ہیں۔جو خاتم النبیین کے عقیدہ میں ہمارے ساتھ متفق ہیں۔چنانچہ جلد دوم نامہ دانشوراں حالات ابونعیم اصفہانی میں لکھا ہے۔نیز موید الافاضل میں لکھا ہے کہ فرقہ اسحاقیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ زمین کبھی پیغمبر سے خالی نہیں رہتی۔مطلق نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم نہیں ہوئی۔شرح مواقف اور تعریفات سیّد شریف میں نیز شہرستانی کی ملل ونحل میں ابو حفص بن ابی مقدام عبداللہ بن ایاض کے پیرو تھے) کا یہ عقیدہ ہے کہ عنقریب ایک رسول عجم سے اللہ تعالیٰ مبعوث کریگا۔‘‘

تعجب کی بات ہے کہ فرقہ حابطیہ کا جو احمد بن حابطہ کے متبع ہیں انکے نزدیک چوپایوں اور پرندوں اور حشرات الارض یہاں تک کہ مکھی مچھر پسو میں بھی نبی پیدا ہوتے ہیں۔اور یہ لوگ قرآن کی آیت وَاِنۡ مِّنۡ

اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (سورہ الفاطر آیت ۲۵) اور کوئی امت نہیں مگر ضرور اس میں کوئی ڈرانے والا گزرا ہے۔ سے استبدلال کرتے ہیں۔ اور وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طَٰئِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّا اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ط (سورہ انعام آیت ۳۹) اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا جاندار نہیں اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دو پروں پر اڑتا ہے مگر یہ تمہاری ہی طرح کی امّتیں ہیں۔ کے مطابق ہر زمین پر چلنے والی نسل کو ایک اُمت قرار دیتے ہیں۔ اور نیز عبداللہ سے ابوداؤد اور ترمذی نے ایک حدیث لکھی ہے جسکا یہ مطلب ہے کہ اگر کتے ایک امت نہ ہوتے تو میں ضرور انکو قتل کرنے کا حکم دیتا۔ قرآن کی ایک آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہر اُمت میں ایک نبی آتا ہے۔ پھر دوسری آیت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہر زمین پر چلنے والا ایک اُمت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ضرور ہر امت میں ایک نبی آتا ہے وہ لوگ غور کریں کہ ہم نے ہی حضرت مرزا صاحب کو نبی مان لیا ہے یا کہ عقائد کی رو سے ہر ذی روح کے لئے بنی کا آنا ضروری ہے۔ دیکھو کشاف اصطلاحات الفنون اور غنیۃ الطالبین میں فرقہ منصوریہ جو تبع ہے ابومنصور یہ جو تبع ہے ابومنصور عملی کا کے حالات میں لکھا ہے کہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم نہیں ہوئی بلکہ قیامت تک برابر نبی مبعوث ہوتے رہینگے۔ اور فی الواقع غور طلب بات ہے کہ انسان کی پیدائش برابر جاری ہے فتنہ وفساد روز بروز ترقی پر ہیں۔ پھر یک لخت نبوت کے دروازے کو بند سمجھ لینا عقل سے بھی دور بات ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تو اسقدر نبی آئے کہ قلیل عرصہ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کی تعداد پوری ہوگئی۔ اب یک لخت بند ہو جانا امت مرحومہ کی کوئی خوش نصیبی کہلا سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔

فرقہ خطابیہ جو تبع ہیں ابوالخطاب کے۔ ان کے عقائد میں درج ہے کہ الھت نور ہے نبوت اور امامت سے اور زمین ان انوار طیبات سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ اور اس وجہ سے یہ لوگ حضرت علیؓ اور ان کی اولاد جو ائمہ گذرے ہیں سب کو نبی مانتے ہیں۔ تفصیل کیلئے دیکھو کتاب خلاصہ اور طحطاری کے حاشیہ در مختار میں لکھا ہے کہ اسکے تابع پچاس فرقے ہیں۔

فرقہ مفضلیہ کا عقیدہ ہے کہ رسالت کبھی منقطع نہیں ہوتی بلکہ جس کو عالم لاہوت کے ساتھ اتحاد

حاصل ہو گیا وہ نبی ہے۔ اور اگر ارشاد خلق اور ہدایت گمرہاں کو اختیار کر لیا تو وہ رسول ہو سکتا ہے۔ مرتبہ ذات الٰہی کو لاہوت اور مرتبہ صفات الٰہی کو جبروت اور مرتبہ اسماء الٰہی کو ملکوت اور عالم اجسام اس دنیا جہان کو ناسوت کہتے ہیں۔

یزید بن انیسہ کے اصحاب کا یہ عقیدہ ہے کہ ''قریب ہے کہ عجم سے اللہ تعالیٰ ایک رسول مبعوث کریگا جس پر یک لخت پوری کتاب نازل ہوگی۔ اور اس پیغمبر کا دین صابیانی ہوگا۔''

نوٹ: صاہبانی صب سے مشتنن ہے جسکے معنی ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں جانیکے ہیں۔ صابی وہ شخص ہے جو ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہو۔ اسی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار عرب صابی کہتے تھے۔ دیکھو طبقات الامم:۔

ناسخ التواریخ جلد چہارم میں اصبائر الدرجات و کتاب کافی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ فرقہ یزیدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ امام جعفر صادق نبی معصوم تھے۔ چنانچہ سعید بن ہارون بجلی کا یہ شعر انہوں نے فرقہ زیدیہ کی نسبت نقل کیا ہے ؎

کسی نے ان کو نبی کہا اور کسی نے نبی معصوم سمجھا ہے۔

اگر قدیم سے مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں تو امام جعفر صادق کو کس طرح نبی تسلیم کیا جاتا۔

فرقہ کرامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ ''نبوت اور رسالت دو صفتیں ہیں۔ جو کسی نبی ذات کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتیں۔ وحی و تبلیغ معجزہ اور عصمت بھی کسی کی ذات سے مختص نہیں۔ دوسرے لوگ بھی اس سے متصف ہو سکتے ہیں۔ جس کسی میں یہ اوصاف موجود ہوں وہ رسول ہے اور اللہ کی سنت ہے کہ وہ لگاتار نبی بھیجتا ہے۔

نوٹ:۔ کتاب مذاہب الاسلام۔ ۱۶۔ ایڈیشن سوم میں لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی اس مذاہب کا ناصر و مددگار تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ فرقہ کوئی معمولی فرقہ نہیں۔ (محقق دہلوی)

غرضیکہ اس کے علاوہ بھی بہت سے فرقے علماء مفسرین اس خیال کے گذر چکے ہیں اس وقت یہ بات زیر بحث نہیں۔ کہ وہ دیگر فرقے ناجی تھے یا ناری بلکہ بحث صرف اس قدر ہے کہ ابتداء سے ہی اس

عقیدہ میں اختلاف چلا آتا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی آخر النبی ہیں یا کامل النبی ہیں ۔ نہ ان فرقوں کے عقائد سے ہمیں کوئی غرض اور نہ اس سے غرض کہ یہ ناجی ہیں کہ ناری صرف دکھانا یہ مقصود تھا کہ یہ عقیدہ ابتدائے اسلام سے آج تک موجود ہے۔ نیا نہیں ہے۔

چلو فرض کرلو کہ یہ فرقے ناجی نہیں اس لئے ہم اُن کی کسی بات کو بھی نہیں مانتے اس کا جواب یہ ہے کہ ان فرقوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن شریف آخری کتاب ہے اللہ ایک ہے قیامت ملائکہ اور انبیاء برحق ہیں ۔ لہذا ان تمام باتوں سے انکار کردو گے؟ جب ہم مذکورہ باتوں کو نہیں چھوڑ سکتے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ایک اچھے خیال کو اچھا نہ سمجھیں ۔ اکثر ہمارے عقائد اور آریہ ۔ عیسائی اور موسائی حتیٰ کہ دہریوں کے خیال سے ملتے ہوئے بھی ہیں ۔ کیا باوجود معقولیت کہ ہم اُن کو بھی چھوڑ دیں؟ ہرگز نہیں ۔

بقول شخصے ؎

ایسی ضد کا کیا ٹھکانہ اپنا مذہب چھوڑ کر میں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا

نبوت کا دروازہ بند کرنے والوں کے پاس ایک پورا سپارہ ایک پوری سورۃ یا ایک پورا رکوع تو کجا ایک آیت بھی نہیں بلکہ ایک لفظ ہے اور وہ لفظ خاتم ہے۔ جس کے معنی مہر کے ہیں ۔ اور وہ لوگ خاتم کے معنی ختم کر دینے کے کرتے ہیں ۔ حالانکہ یہ لفظ قرآن شریف میں (۸) آٹھ جگہ آیا ہے۔

اول ۔ پہلے پارہ کے پہلے رکوع میں خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى اَبْصَارِ هِمْ غِشَاوَةٌ ؗ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورہ البقرہ آیت ۸) ترجمہ : اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی شنوائی پر بھی ۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب (مقدر) ہے۔

دوسری جگہ ساتویں پارہ کے گیارہویں رکوع میں آیا ہے قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ (سورہ الانعام آیت ۴۷)

ترجمہ : تو پوچھ کہ کیا کبھی تم نے غور کیا ہے کہ اگر اللہ تمہاری سماعت اور تمہاری بینائی لے جائے اور تمہارے

دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو ان (کھوئی ہوئی صلاحیتوں) کو تمہارے پاس (واپس) لے آئے۔ بیان کروان سے کہ کیا تم نے غور کیا۔ اگر اللہ لے لیوے تمھارے کان اور تمھاری آنکھیں اور مہر کر دے تمھارے دلوں پر۔ کون ہے مبعود سوا اللہ کے جو لا دیوے تم کو وہ (یعنی آنکھ کان وغیرہ)۔

تیسری جگہ پچیسویں سپارہ کے انیسویں رکوع میں آیا ہے اَفَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلۡمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمۡعِہٖ وَقَلۡبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ؕ فَمَنۡ یَّھۡدِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ اللّٰہِ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ (سورہ الجاثیہ آیت ۲۴)

ترجمہ: کیا تُو نے اسے دیکھا ہے جو اپنی خواہش کو ہی معبود بنائے بیٹھا ہو اور اللہ نے اسے کسی علم کی بنا پر گمراہ قرار دیا ہو اور اس کی شنوائی پر اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہو اور اسکی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہو؟ پس اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا پھر بھی تم نصیحت نہیں پکڑو گے؟

پس کیا دیکھا تو نے اس کو جس نے بنا لیا اپنا معبود اپنی خواہشوں کو اور گمراہ قرار دیا اللہ نے اس کو اپنے قانون قدرت کے مطابق اور اس کے کان اور دل پر مہر کر دی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ پس اللہ کے سوا کون ان کو راہ ہدایت پر لا سکتا ہے۔

چوتھی جگہ تیئیسویں پارہ کے تیسرے رکوع میں آیا ہے اَلۡیَوۡمَ نَخۡتِمُ عَلٰۤی اَفۡوَاھِھِمۡ وَتُکَلِّمُنَاۤ اَیۡدِیۡھِمۡ وَتَشۡھَدُ اَرۡجُلُھُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ (سورۃ یٰسین آیت ٦٦)

ترجمہ: آج کے دن ہم ان کے مُونہوں پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے اس کی جو وہ کسب کیا کرتے تھے۔

پانچویں اور چھٹی مرتبہ تیسویں سپارہ کے آٹھویں رکوع میں آیا ہے۔ یُسۡقَوۡنَ مِنۡ رَّحِیۡقٍ مَّخۡتُوۡمٍ خِتٰمُہٗ مِسۡکٌ ؕ (سورۃ المطففین آیت ۲۶، ۲۷)

ترجمہ: وہ ایک سر بمہر شراب میں سے پلائے جائیں گے۔ یعنی انکو سر بمہر شراب پلائی جائیگی۔ جس پر لاکھ یا سیسہ سیلولائڈ یا گتا پرچہ کی مہر نہ ہوگی۔ (جیسا کہ ریڈ سیل، بلیک اینڈ یو پر فیکشن، وائٹ ہارس، وسکی یا اکشا برانڈی) ہر ہر ان چیزوں کو مہر لگتی رہتی بلکہ خِتٰمُہٗ مِسۡکٌ ؕ ترجمہ: اُس کی مہر مشک ہوگی۔

یعنی مشک کی مہر لگی ہوگی۔

ساتویں آیت پچیسویں سیپارہ کے چوتھے رکوع میں ہے۔ فَاِنْ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخْتِمْ عَلٰی قَلْبِکَ ط (سورۃ الشوریٰ آیت ۲۵) ترجمہ: پس اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تیرے دل پر مہر لگا دیتا (کر دیتا)۔

آٹھویں جگہ ہی ہے جو ہمارے اور ان کے درمیان مابہ النزاح ہے یعنی خاتم النبین۔ سات مقام تو اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ لفظ مہر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مگر یہ لوگ کہتے ہیں کہ ختم کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف میں ایک جگہ بھی ختم کر دینے کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ بعض ذی علم اصحاب لاجواب ہوکر یہ مان لیتے ہیں کہ فی الواقع قرآن کی اصطلاح میں کسی جگہ ختم کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔ اس لئے مجبوراً ہم مہر کے معنی ہی اس جگہ کر لیں تو ہماری بات تب بھی بن جاتی ہے اس لئے کہ لفافہ یا بوتل پر جب مہر لگ جاتی ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ اب اس میں اور کچھ داخل نہیں ہو سکتا۔ اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے راستے پر مہر کر دی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ راستہ پر کبھی مہر نہیں ہوا کرتی۔ لفافہ اور بیمہ اور پارسل اور بوتل والی بات تو تسلیم کیجاتی ہے کہ ہاں اس پر مہر لگتی ہے۔ مگر کوئی بوتل یا بیمہ یا پارسل یا لفافہ ایسا کسی کو تاریخ عالم میں مل سکتا ہے جو سر بمہر ہونے کے بعد کبھی نہ کھولا گیا ہو؟۔ ہرگز نہیں۔

پھر کیا بات ہے جو لوگ اس پر اڑے ہوئے ہیں اور نہیں سمجھتے۔ چلو اس کو بھی چھوڑ دو۔ قرآن شریف کی ان آیات کو سامنے رکھو جنہیں قلوب اور آنکھ اور کان پر مہر اللہ نے کر دی۔ کیا ان کے کان بہرے ہیں کوئی بات وہ سن ہی نہیں سکتے؟ یا کچھ دیکھ ہی نہیں سکتے؟ تم کہو گے کہ ایسا نہیں اور ہرگز ایسا نہیں۔ بلکہ ان کے کان تو اس قدر عمدہ ہیں کہ تین ہزار میل کی باتیں ایک سیکنڈ میں سن لیتے ہیں۔ (بذریعہ ٹیلی فون اور ٹیلیگراف) اور انکی آنکھیں ایسی تیز ہیں کہ بند صندوق کے اندر کی چیز بھی دیکھ لیتے ہیں (بذریعہ ریڈیم لیمپ کے) اور خون اور تھوک کیچڑ وغیرہ کے نہایت باریک جراثیم کیڑے۔ طاعون، تپ دق اور سل، ملیریا وغیرہ کے باریک کیڑے دوربینوں کے ذریعہ دیکھ لیتے ہیں۔ اور حال میں ایک نئی ایجاد اور ہوئی ہے وہ گویا آنکھ کا ٹیلی فون

ہے۔یعنی ٹیلیفون میں جسطرح بجلی ہزاروں میل پر آواز کو پہنچا دیتی ہے اسی طرح وہ نگاہ کو ہزاروں میل پہنچا دیتی ہے۔پس معلوم ہوا کہ اگر ان کے کان اور آنکھ پر ایسی مہر ہوتی تو وہ روحانی اور جسمانی دونوں آوازیں نہ سن سکتے اور اسیطرح نہ دیکھ سکتے یہ منطقی بحث نہیں بلکہ جس وقت تمھارا دل چاہے مہر تو کجا خالی آنکھ بند کر کے دیکھ لو کہ جب آنکھ بند ہو جائے گی ۔نہ حروف نظر آسکیں گے نہ نبی کا امتیاز ہو سکے گا۔نہ اولیاء کی پہچان۔نہ شیطان کی پہچان۔پس معلوم ہوا کہ اگر ختم کے معنی مہر یعنی بندش کر لئے جائیں تو یہ بھی نہیں ہو سکتے۔

مگر یہاں طبعی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سیسہ، جست، لاکھ، گتا، پرچہ، سیلولائڈ وغیرہ کی مہر اس جگہ مراد نہیں تو اس کے علاوہ اب ایک اور مہر رہ جاتی ہے وہ روشنائی کی ہے۔جو ڈاکخانہ عدالت یونیورسٹی وغیرہ کی ہوتی ہے۔جس کے معنی سند یا تصدیق کے لئے جا سکتے ہے۔یعنی ڈاکخانہ کی مہر دو قسم کی ہے۔اول اسٹامپ جسکو ٹکٹ کہتے ہیں جس لفافہ یا کارڈ پر ٹکٹ لگ گیا اس کے یہ معنی ہیں کہ ڈاکخانہ اس چیز کو مکتوب الیہ تک پہنچانے کا ذمہ دار ہے۔پھر جب اس پر ڈاکخانہ کی مہر لگی تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ فلاں مقام سے فلا تاریخ کو فلاں وقت روانہ ہوا۔دوسری عدالت کی مہر ہے وہاں بھی یہی معنی ہیں۔تیسری یونیورسٹی کی مہر ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ یونیورسٹی تصدیق کرتی ہے کہ اس کو فلاں علم اس قدر آتا ہے۔ان تینوں مہروں میں سے ایک مہر کے بھی یہ معنی نہیں کہ آئندہ کے واسطے یہ ختم ہوگئی۔غرضیکہ جس قدر دنیا میں مہریں آپ کو ملیں گی،ان میں سے ایک میں بھی ختم کے معنی نہیں نکل سکتے۔

اگر ختم کے معنی ہی آپ کرنا چاہتے ہیں۔تو مہربانی فرما کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث سامنے رکھ کر کر لیجئے کہ قولو خاتم النبیین ولا تقولو لا نبی بعدہ ۔یعنی خاتم النبیین تو کہو مگر یہ مت کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔(درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴) یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تو کہو مگر یہ مت کہو کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔اب تم خود غور کرو کہ کیا حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بہتر تم لوگ قرآن شریف سمجھ سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔

حقیقی کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہی ہے کہ آپ کے غلاموں کو تمام انبیاء کے کمالات دیئے جاتے ہیں۔اور وہ کاملین نبیوں کے بروز ہوتے ہیں۔اسلئے ہم ان کی نبوت کو نبوۃ بروزی یا ظلی کہتے

ہیں۔اور یہ نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی نبوت ہے۔اس لئے لا نبی بعدی میں اس نبوت کی نفی نہیں ہے۔اور اس حقیقت کا انکار آج کامل انسان نے کبھی نہیں کیا بلکہ صوفیہ کرام کی کتابیں اس بیان سے بھری پڑی ہیں۔چنانچہ مجدد الف ثانی سرہندی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

جان لو کہ منصب نبوت خاتم الرسل پر ختم ہو چکا ہے۔لیکن اس کے کمالات سے آپ کے متبعین کو تبعیت کے طور پر کامل حصہ ہے۔یہ کمالات طبقہ صحابہ میں بکثرت تھے۔تابعین اور تبع تابعین میں اس دولت نے کسی قدر کم اثر کیا۔اور پھر یہ دولت چھپ گئی اور ولائیت جلی کے کمالات جلواگر ہو گئے۔لیکن امید ہے کہ اس ہزار کے گذرنیپر یہ دولت از سرنو تازہ ہو جائے گی۔اور غالب ظاہر ہو جاویگی۔اور اصل کمالات ظاہر ہو جائیں گے۔اور ظلی کمالات چھپ جائیں گے۔اور حضرت مہدی ظاہری و باطنی طور پر اسی منصب عالی کے رواج دینے والے ہو گے۔اے فرزند جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تابع کامل آپکی تابعداری میں مقام بنوت کے کمالات کو ختم کر لیتا ہے۔تو وہ اگر اہل مناسبت میں سے ہو تو اُسے نبی اکرم کی امانت کے منصب پر سرفراز کیا جاتا ہے۔جب ولایت کبریٰ کے کمالات کو ختم کر لیتا ہے۔تو اگر اہل مناسبت میں سے ہو تو اُسے نبی اکرم کی امانت کے منصب پر سرفراز کیا جاتا ہے۔اور جب ولایت کبریٰ کے کمالات کو ختم کر لیتا ہے۔تو اگر اہل منصب میں سے ہے تو اسے نبی اکرم کا جانشین بنایا جاتا ہے۔دیکھو مکتوب امام ربانی جلد اول مکتوب۔۲۶ صفحہ ۳۰۔

پھر ایک جگہ حضرت مجدد صاحب صاف طور پر مقام نبوت کاملین کو ملنے کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں کہ ترجمہ:۔ جاننا چاہئے کہ احکام سکریہ میں سے جو کچھ بھی وہ مقام ولایت سے ہے اور جو کچھ (صحو) یعنی ہوشیاری سے وہ مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے جو مقام انبیاء کے اکمل تابعداروں کو صحو کے واسطہ سے تبعیت کے طور پر حاصل ہوتا ہے۔مکتوب ۹۵ جلد اول صفحہ ۱۱۴۔

پھر ایک جگہ پر خود بھی اس نعمت سے سرفراز ہونے کا اقرار کیا ہے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں

انکارم کہ ایں دولت در کبار تابعین نیز

پرتوی اندوختہ است۔۔۔ بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

کہ میں جانتا ہوں کہ یہ دولت تابعین میں سے بڑوں بڑوں میں بھی پرتو ڈالے ہوئی تھی۔ اور تبع تابعین کے بڑوں بڑوں پر بھی سایہ ڈالے ہوئے تھی اور اس کے بعد چھپ گئی ۔ یہاں تک کہ بعثِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ہزار کی باری آ گئی۔ اس وقت میں بھی وہی دولت وراثت اور تابعداری سے ظاہر ہو گئی اور آخر کو اول سے مشابہ کر دیا۔

اگر بادشاہ برور پیرزن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

(مکتوب ۳۰۱، جلد اول، صفحہ ۴۳۴)

اس جگہ اس بات کا بیان کر دینا بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ کہ کم علم مولوی عوام الناس کی طرح یہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ رسول تو وہ ہوتا ہے جو شریعت لے کر مبعوث ہوا ہو۔ اور نبی وہ ہے جو منصب نبوت پر سرفراز تو ہو لیکن جدید شریعت نازل نہ کی گئی ہو۔ مگر قرآن مجید اس تقسیم کو غلط ٹھراتا ہے۔ چنانچہ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ز (سورۃ البقرہ آیت ۸۸) ترجمہ: اور اس کے بعد بھی مسلسل رسول بھیجتے رہے۔

اس میں جن رسولوں کا ذکر ہے وہ وہی ہیں جنہیں ان آیات میں نبی کہا گیا ہے۔ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا (سورۃ المائدہ آیت ۴۵) ترجمہ: اس سے انبیاء جنہوں نے اپنے آپ کو (کلیتہً اللہ کے) فرمانبردار بنا دیا تھا۔

گویا قرآنی اصطلاح میں نبی اور رسول ہم معنی ہیں۔ اور یہ رسول کوئی شریعت کی کتاب اپنے ساتھ نہیں لائے تھے۔ لہٰذا رسول کا صاحبِ شریعت جدید ہونا بھی غلط ہے۔

اول خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ وقت نہ ہو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانے میں بالذات کچھ فضلیت نہیں۔ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط (سورۃ الاحزاب آیت ۴۱) ترجمہ: بلکہ وہ اللہ کا رسول ہے اور سب نبیوں کا خاتم ہے۔

پھر مقام مدح میں فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے۔ (تحذیر الناس صفحہ ۲)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ موصوف بالعرض کا قصہ موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے جیسے موصوف بالعرض کا وصف موصوف بالذات سے مکتسب ہوتا ہے۔موصوف بالذات کا وصف کسی غیر سے مستعار نہیں ہوتا مثال درکار ہے تو لیجئے۔زمین دکوسہار اور در دیوار کا نور اگر آفتاب کا فیض ہے تو آفتاب کا نور کسی اور کا فیض نہیں۔اور ہماری غرض وصف ذاتی ہونے سے اتنی ہی تھی ۔۔۔۔الغرض یہ بات بدیہی ہے کہ موصوف بالذات سے آگے سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔۔۔۔سو اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت کو تصور فرمائیے۔یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں۔اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض ہیں اوران کی نبوت آپ کا فیض ہے۔پر آپکی نبوت اور کسی کا فیض نہیں۔آپ پر سلسلہ نبوت مختتم ہو جاتا ہے۔غرض جیسا کہ آپ نبی الامت ہیں ویسے ہی آپ نبی الانبیاء بھی ہیں۔

(تحذیر الناس صفحات ۳،۴)

مذکورہ بالا اقتباسات میں خاتم النبیین کے معنی مولانا محمد قاسم صاحب بانی مدرسہ دیوبند نے تحذیر الناس میں بیان کردئے ہیں۔اور خاتم النبیین کا ترجمہ نبی الانبیاء فرماتا ہے۔جو نبی اکرم کی شان کو لاکھوں درجے بڑھاتا ہے۔ہمارے مخالف سوچ لیں کہ ان معنوں میں کمال نبوت محمدی ہے یا ان کے معنوں میں کہ ''نبی اکرم صرف آخری نبی ہیں''۔

ان معنوں کو بیان کر کے صفحہ دس پر خاتمیت زمانی بدلالت التزامی کے بھی قائل ہیں۔مگر بایں ہمہ آپ اسی کتاب کے صفحہ ۲۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔کہ ہاں اگر خاتمیت بمعنی انصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمیدان (عاجز) نے عرض کیا ہے۔تو پھر سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبوی صلعم نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیائے افراد خارجی پر ہی آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی بلکہ افراد مقدرت پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جاوے گی۔بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلعم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اس زمین میں کوئی نبی تجویز کیا جاوے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ مکتوب نمبر ۳۰۱ جلد اول صفحہ ۴۳۲ میں فرماتے ہیں کہ ترجمہ خلاصہ

کلام یہ ہے کہ تابعداروں اور خادموں کو انکے مالکونکی دولت اور مالکیت سے حصہ دیا جاتا ہے۔ پس قُربِ انبیاء سے بھی کامل مُتبعین کو حصہ دیا گیا ہے۔ اور اس مقام کے علوم ومُعارف اور کمالات وراثت کے طور پر تابعین کے نصیب ہوتے ہیں۔

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

پس تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کا تابعداروں کو بعد خاتم الرسل کی بعثت کے ملنا آنحضرت صلعم کی خاتمیت کے خلاف نہیں ہے۔ پس تو شک کرنیوالوں سے نہ ہو۔

مذکورہ بالا عبارت درحقیقت قرآن شریف کی وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ (سورہ النساء آیت ۷۰) ترجمہ :اور جو بھی اللہ کی اور اِس رسول کی اطاعت کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو اُن لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے (یعنی) نبیوں میں سے، صدیقوں میں سے، شہیدوں میں سے اور صالحین میں سے۔ اور یہ بہت ہی اچھے ساتھی ہیں۔

اس آیت کا مفہوم ہے مگر چونکہ خشک مولوی ان معنوں کو تو سمجھتے نہیں الٹے شک میں پڑ جاتے ہیں کہ یوں تو ختم نبوت ٹوٹ جاتی ہے۔ اس لئے حضرت مدد الف ثانی صاحب نے ساتھ ہی فرما دیا فلا تکن من الممترین پس مومن کو ممترین سے علیحدہ رہنا ہی اچھا ہے۔ یہاں یہ کہا جائیگا کہ کمالات نبوت مل سکتے ہیں نہ کہ نبوت مگر میں کہتا ہوں کہ اگر کسی میں کمالات نبوت پیدا ہو جائیں تو نبوت اس زیادہ اور کیا چیز ہے ''حقیقت نبوت'' تو اس مقام کے کمالات ہی کا نام ہے۔ اگر یہ سچ نہیں تو پھر اسکے تو یہ معنی ہوئے کہ ہم کسی کی نسبت یہ کہیں کہ اس میں کمالات علمی تو سب ہیں مگر وہ عالم نہیں جو بالکل مہمل سا دعویٰ ہے لُطف تو یہ ہیت کہ **منافی خاتمیت اونیست** کا جملہ صاف بتا رہا ہے کہ چونکہ کمالات نبوت کا کامل طور پر ملنا ان کمالات کے پانیوالے کو ظلی نبی بنا دینے والا ہے۔ اسلئے آپ نے فرما دیا کہ یہ نبوت خلافت خاتم الرسل نہیں ہے یا یہ کہ اس سے ختم نبوت نہیں ٹوٹتی۔ اور چاہیے کہ کوئی اسمیں شک نہ کرے ورنہ ظاہر ہے کہ آپکا فرمانا

''منافی خاتمیت اونیست'' بالکل غیر محل ہو جائے گا۔ کیوں کہ جب کمالات نبوت اور چیز ہیں اور نبوت اور ہے تو پھر کمالات نبوت کو ختم نبوت کے منافی سمجھنے کا شبہ کون کر سکتا تھا، جن کو یہاں سمجھانا مقصود ہے۔ غرض یہی سچ ہے کہ کامل متبع اپنے متبوع کے تمام کمالات نبوت سے حصہ پاتا ہے۔ اِس لئے اُسے نبی متبوع کا ظل کہا جاتا ہے۔ اور یہی کمالات اس کی ظلی نبوت ہے جس کا دروازہ کبھی بند نہ ہوگا۔ اور اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو یہی کاملین بالا حالت نبی ہوتے۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے تو معاملہ بالکل صاف ہی کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اِنہیں کمالات نبوت بکثرت دیے جانے کے باعث حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کو نبیوں میں شامل کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔ ترجمہ : حضرت صدیقؓ اور عمرؓ نبوت محمدی کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں۔ علیٰ اختلاف مراتب..... حضرت صدیقؓ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گویا ہمخانہ ہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف اعلیٰ ادنیٰ کا ہے اور حضرت عمرؓ بطفیل صدیقؓ اس دولت سے مشرف ہوئے اور یہ دونوں بزرگ بسبب اپنی بزرگی اور بڑائی کے انبیاء میں شامل کئے گئے ہیں۔ اور فضائل انبیاء سے خوف مت کر (کیونکہ) نبی اکرم نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔

(مکتوبات جلد اول مکتوبات نمبر ۲۵۱، ۲۷۰، ۲۷۱)

اس جگہ اس بات کا بیان کر دینا بھی خالی از فائدہ نہ ہوگا کہ بعض متعصب مولوی کمالات نبوت کا نام ولایت رکھا کرتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ کمالات ولایت، کمالات نبوت سے بالکل علیحدہ ہیں۔ چنانچہ مکتوبات ۳۰۱ جلد اول میں اس کی بڑی تشریح کی گئی ہے۔ چاہیئے کہ طالبِ صادق اس مکتوب کو خود پڑھے۔ ہم یہاں ایک اور حوالہ بھی درج کرتے ہیں جو اس مضمون کی توضیح کرنے والا ہے۔ مجدد صاحب فرماتے ہیں۔ ترجمہ: جاننا چاہیئے کہ نبی کے کامل تابعدار جب آپ کے طفیل مقام نبوت کے کمالات کو ختم کر لیتے ہیں تو اس میں بعضوں کو منصب امامت عطا کیا جاتا ہے اور بعضوں کو کمالات نبوت تک ہی پہنچایا جاتا ہے۔ لیکن یہ دونوں بزرگ نفسی کمال حاصل کرنے میں برابر ہیں۔ فرق صرف منصب اور عدم منصب کا ہے اور ان معاملات کا فرق ہے جو اس منصب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جب کامل متبع کمالاتِ ولایت کو ختم کر لیتا

ہے۔تو بعضوں کومنصب خلافت دیا جاتا ہے۔اور بعضوں کے لئے صرف کمال کے کے حصول تک اکتفا کی جاتی ہے جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا۔

(جلداول مکتوبات ۲۵۶ صفحہ ۲۷۸)

اِسی طرح حضرت مولانا شہید صاحبؒ نے بھی لکھا ہے کہ ترجمہ: پس جو شخص کہ کمالات مذکورہ حضرت انبیاء کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو اس کی امامت تمام کاملین کی امامت سے اکمل اور افضل ہو گی۔پس ضرور درمیان اس امام اکمل اور درمیان انبیاء علیہم السلام کے بجز منصب نبوت امتیاز ظاہر نہ ہو گا۔سوایسے شخص کے حق میں کہہ سکتے ہیں اگر خاتم النبین کے بعد مرتبہ نبوت پر کوئی فائز ہوتا تو البتہ یہی اکمل الکاملین ہوتا۔چنانچہ حدیث شریف میں لو کان بعدی انبیاء لکان عمرؓ (الجامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمر بن خطابؓ) آیا ہے۔اور نیز اس جلیل القدر کے حق میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسکے اور نبی کے درمیان سوائے منصب نبوت کے کوئی فرق نہیں ہے۔

(منصب امامت صفحہ ۵۴ و ۵۵)

ان تمام احادیث میں کہ جسمیں مہدی کا نام آنحضرت کا نام اور مہدی کے باپ کا نام آنحضرت کے باپ کا نام ظاہر کیا گیا ہے اور یہانتک کہ اپنی اور اسکی قبر بھی ایک ہی قرار دی۔پس مہدی اور مسیح کی بنوت فی الحقیقت آنحضرت کی نبوت ہے۔نہ کوئی اور۔اور مہدی کے کمالات نبوت اس قدر ہیں کہ اُسے ظلی نبی کا خطاب دیا گیا ہے۔باوجود اس واضح بیان کے یہ کہہ دینا کہ کمالات نبوت کے معنی ولایت کے ہیں محض غلط ہے۔کیونکہ کمالات نبوت اور کمالات ولایت بالکل الگ الگ بیان ہیں۔اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ نے تو صدہا مقامات پر اس حقیقت کو کھول کر بیان کر دیا ہے کہ اگر کمالات نبوت سے مراد کمالات ولایت ہیں تو کمالات ولایت کا کیا مطلب ہے! غرض کمالات نبوت کو ظلی کہنا بالکل صحیح ہے۔بلکہ حضرت مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ جو کمالات آنحضرت صلعم کی اتباع میں ہیں وہ اسقدر بیشمار اور عظیم الشان ہیں کہ انبیاء اُولی العزم بھی جناب الٰہی میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بننے کی التجا کرتے رہے۔

چنانچہ دیکھو (مکتوب صد و بست دوم جلد ۳ صفحہ ۲۳۹)

مذکورہ بالا واضح بیان میں اُمت محمدیہ کے مدارج عالیہ کا ذکر جس طرح کیا گیا ہے وہ کسی حاشیہ کا محتاج نہیں۔ مگر میں ناظرین کو اس حدیث کی طرف متوجہ کرتا ہوں جس میں نبی کریم فرماتے ہیں کہ لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لماوسعھا الا اتباعی (تفسیر ابن کثیر جلد اول ۳۷۸)
یعنی اگر موسیٰؑ وعیسیٰؑ زندہ ہوتے تو وہ میری پیروی کے سوا کچھ نہ کرتے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّ حِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ ۝ (سورہ آلِ عمران آیت ۸۲)

ترجمہ: اور جب اللہ نے نبیوں کا میثاق لیا کہ جبکہ میں تمہیں کتاب اور حکمت دے چکا ہوں پھر اگر کوئی ایسا رسول تمہارے پاس آئے جو اس بات کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لے آ ؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔ کہا کیا تم اقرار کرتے ہو اور اس بات پر مجھ سے عہد باندھتے ہو؟ انہوں نے کہا (ہاں) ہم اقرار کرتے ہیں۔ اس نے کہا پس تم گواہی دو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

جس سے ظاہر ہے کہ مجدد صاحب کا امت محمدیہ کو ایسے اعلیٰ مرتبہ پر بتانا جس کی آرزو انبیاء کرتے رہے بلا دلیل نہیں ہے۔ اور جب یہ بات ثابت ہے کہ زندہ ہونیکی صورت میں موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام جیسے بھی غلامِ محمد ہی کرتے تو پھر اس امت کے موسیٰ وعیسیٰ جیسے کاملین سے بھری ہوئی ہونے میں کیا شک ہے اور یہی معنی ہیں علماء اُمتی کا انبیأ بنی اسرائیل (المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتھرۃ علی الالسنۃ صفحہ ۲۸۶) کے۔ کہ اس امت کے کاملین انبیاء نبی اسرائیل کی شان والے ہیں۔ جیسا کہ خود مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ متابعان اکمل او مثل انبیاء نبی اسرائیل میفر مایند و پیغمبران الوالعزم ازروئے متابعت اوینایند (مکتوب دوصدو چھل و ہم جلد اول)۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ کا یہ قول ختم نبوت کے معنوں میں پیش کیا ہے۔ ترجمہ پس تحقیق وہ

نبوت جو وجود رسول اللہ صلعم کیساتھ ختم ہوگئی وہ نبوت تشریعی ہے نہ مقام نبوت۔ پس کوئی شریعت آپکی شریعت کومنسوخ نہیں کریگی۔ اورنہ کوئی حکم آپکی شریعت میں زیادہ کیا جائیگا۔ اوریہی معنی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ رسالت اورنبوت منقطع ہوگئی۔ پس میرے بعد کوئی نبی یا رسول نہ ہوگا۔ یعنی میرے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جوایسی شریعت پر ہو جو میری شریعت کے مخالف ہو بلکہ جب کوئی نبی یا رسول ہوگا تو وہ میری شریعت کے تابع ہوگا۔ اوروہ گویا میری ہی نبوت کی تجلی ہوگی۔ (الجزء الثانی من الفتوحات ا لمکیتہ. الباب الثالث والسبعون ۳)۔

فان النبوة التی القطعت بوجود رسول الله صلی الله علیه وسلم انما هی نبوة التشریع لا مقا نها فلا شرع یکون ناسخا لشرعه ولا یزید فی حکمه شرعا آخر وهذا معنی قوله ان الرسلته والنبوة قد انقطعت فلا رسو ل بعدی ولا نبی الی لانبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعی۔

اس جگہ پرایک غلط خیال کاازالہ کردینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جواکثر مولوی پیش کردیا کرتے اوروہ یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحبؑ اپنے نہ ماننے والے کوکافر قرار دیتے ہیں۔ اسلئے انکادعوائے نبوت تشریعی کاہوا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ غیرتشریعی نبی کامنکر کافرنہیں ہوتا۔ خاس وہ منکراس نبی کومفتری کہے یا کافر سمجھے۔ کیونکہ جب کسی نے کسی مامورمن اللہ کومفتری کہا اوروہ مفتری نہیں تو ازروئے قر آن مجیدوہ مفتری کہنے والا اظلم الناس ہے۔ اوراگراُسے کافرکہا جومفتری علی اللہ کہنے کا مترادف ہے اوروہ کافرنہیں ہے تو یہ کفر تکفیر کرنیوالے پر الٹ پڑیگا۔ کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مومن کو کافر کہنے والا کافر ہوجاتا ہے۔ اورجب محض مومن کوکافرکہنے والا کافر ہے تو کامل اوراکمل مومن جو مامورمن اللہ ہے نبی اکرم کانائب ہے جسے نبی اکرم نبی کامعزز خطاب خودیتے ہیں ایسے شخص کوکافرکہنے والا یا مفتری علی اللہ قرار دینے والا قطعی کافراورجہنمی نہیں تواورکیا ہے۔ خواہ وہ بظاہر کیسا ہی ایماندار کیوں نہ ہو۔

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (سورہ النور آیت ۵۶) ترجمہ : اورجواس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جونافرمان ہیں۔ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُ لٰٓئِكَ هُمُ

الْفٰسِقُوْنَ (آل عمران آیت ۸۳) ترجمہ: پس جو کوئی اس کے بعد پھر جائے تو یہی ہیں جو فاسق لوگ ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ وہ شخص جو ایسے مامور من اللہ کو کافر نہیں سمجھتا اور جو تکفیر کرنے والے ہیں انہیں ظالم سمجھتا ہے اور حدیث صحیح من قال لا خیه کافر فقد باء باحدهما کے مطابق انہیں کا فریقین کرتا ہے اور نہ ہی اس مامور من اللہ کو مفتری سمجھتا ہے گو ایسا شخص ابھی نیعت میں داخل نہیں ہوا پر وہ کافر بھی نہیں۔ کیونکہ وکہ منکرین کی جماعت سے الگ ہے۔

جو ان تمام مولویوں کو جنہوں نے مسیح موعود کو کفر کا فتویٰ دیا کافر جانتے ہیں اور مسیح موعود کے کھلے کھلے نشانات کا انکار بھی نہیں کرتے تو آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے شخص کے مومن ہونے میں کوئی تردد نہیں۔ میں انہیں ہرگز کافر نہیں کہتا۔ مگر جو مجھے کافر سمجھتے ہیں یا مجھے مانتے نہیں وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے کفر کا فتویٰ لکھنے والے ہیں۔ کیونکہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور وہ مجھے مفتری علی اللہ قرار دیتے ہیں اور یا مفتری علی اللہ سمجھ کر مانتے نہیں۔ پس ایسے لوگ بلا شبہ کافر ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اور وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ (سورہ الانعام آیت ۲۲) ترجمہ: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جس نے اللہ پر کوئی جھوٹ گھڑا یا اس کی آیات کی تکذیب کی۔

یعنی اُس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اقرار علی اللہ کا مرتکب ہو اور یا اُس سے زیادہ ظالم کون ہے جو خدا کی آیات کا انکار کرے۔ پس وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کو نہیں مانتے تو وہ اسی لئے نہیں کہ حضرت مسیح موعود کو وہ مفتری علی اللہ جانتے ہیں۔ لہٰذا وہ اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ کے ماتحت آ کر سخت کافر ہو گئے۔ سچ یہ ہے کہ مومن وہی ہے جو خدا کے سب ماموروں کو مانے۔

دوستوں یاد رکھو لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ ۟ قف (سورہ البقرہ آیت ۲۸۶) ترجمہ: ہم اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کریں گے۔

پس ضروری ہے کہ سب مامورین پر ایمان لایا جاوے ورنہ ایمان کا ایک ذرہ باقی نہ رہیگا۔ حضرت مسیح موعودؑ تو محمد رسول اللہ کے موعود ہیں۔ ان کی تکذیب یا انکار تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار

ہے۔ بلکہ تمام انبیاء کا انکار ہے۔ دیکھو قرآن میں تو حواریان مسیح کو بھی خدا تعالیٰ رسول کا لقب دیتا ہے۔ اور ان کے نہ ماننے والے کو عذاب سے تباہ کر دیا۔

ہم ہمیشہ قرآن شریف کو اپنا حکم مانتے ہیں۔ اور اسکے بعد احادیث صحیحہ کو پھر اولیاء اللہ کے کلام کو علیٰ حسب مراتب۔ سو ہم قرآن کریم میں آیت استخلاف کے اندر خلفائے محمدی کے منکروں کو ویسا ہی فاسق پاتے ہیں۔ جیسے میثاق النبیین سے منہ پھیرنے والے فاسق ہیں۔ اور ہر دو جگہ لفظ فاسق بمعنی کافر ہیں۔

پھر ہم احادیث میں دیکھتے ہیں کہ امام الوقت کا منکر جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ جو کافرانکی موت ہے۔ اور جب ہم اولیاء کے کلام کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہاں سے بھی یہی فتویٰ ملتا ہے کہ انکا منکر کافر ہو جاتا ہے۔ اور بارگاہ ربانی سے رد ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی مہدی وسطی نے فرمایا ہے۔ قدمی ھذ علی رقبتہ کل وکی اللہ یعنی میرا قدم تمام ولیوں کے کندھے پر ہے۔ سب کو میری اطاعت چاہیے۔ لیکن شیخ صنعان نے اپنے کندھے پر آپکا قدم ہونے سے انکار کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوءروں جیسے لوگوں کہ قدم کندھے پر آئے۔ اور آخر کار شیخ الوقت ہی کے طفیل بچائے گئے۔

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی سرہندی فرماتے ہیں۔ ترجمہ پس تم پر واجب ہے اطاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ آپکے بعد خلفاء کی جو ہادی اور مہدی ہیں۔ وہ عقل وفہم کے ستارے ہیں اور ولایت کے آفتاب پس جو اُن کی اطاعت سے مشرف ہوا اسنے عظیم کامیابی پائی۔ اور جس نے اُن کی مخالفت کی بوجہ جہالت وہ بہت بڑی گمراہی میں ڈوبا۔

(مکتوب بست وچہارم جلد اول صفحہ ۳۲ و ۳۳)۔

اس اقتباس سے ظاہر ہے کہ خلفاء کا منکر گمراہ ہے۔ پس خاتم الخلفاء مہدی موعود کا منکر تو پرلے درجے کا منکر اور گمراہ ہے۔

یہ طائفہ انبیاء دراصل خدا کے خلفاء ہوتے ہیں۔ اور انکی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے اور ان سے عداوت کرنیوالوں کا خدا خود دشمن ہو جاتا ہے۔ دین ودنیا کی کامیابیوں کی کنجی انہیں کے قدموں میں ہوتی

ہے۔خدا تعالیٰ کسی کے حَسب وَنسب اور حُسن وصورت کی پروانہیں کرتا۔اس کوتو وہی لوگ بھاتے ہیں جو اسکے نبیوں کے مُطیع فرمان اور جاں نثار غلام ہوتے ہیں ۔اور تقوٰے اور ایثار و اخلاص پر بصدق واستقلال قدم جمائے رکھتے ہیں !وہ پاک لوگ جنہوں نے اس تنہائی اور سراسر ناامیدی کی حالت میں حضرت سرور کائنات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا محض خدا کی رضا جوئی کے لئے ساتھ دیا تھا۔اور خویش واقارب اور قوم وملک سے انقطاع کلی اختیار کیا تھا۔اور خدا تعالیٰ نے بھی انکے تقوٰے اور جان نثاری کو دیکھ کر تمام دنیا کی جانیں اور قسمتیں ان کے قبضہ تصرف میں دیدی تھیں ۔جب انکی اولاد میں سے جذبِ نُصرت اور قبض وضبط نظم ونسق کے اجزاء بوجہ ضعف تقویٰ مفقود ہونے شروع ہوئے اور تنزل میں بہت ترقی کر گئے ۔تو پھر خدا تعالیٰ نے مغلوں اور ترکوں کواس عزت کیلئے منتخب فرمالیا۔ان لوگوں کا اخلاص اور ایثار اور جوش محبت دین اور ہمت وعزم مقابلانہ اور خدمات کچھ ایسی منظور نظر الٰہی ہوئیں کہ سلطنت دینا تو درکنار تمام مقدس مقامات کی خدمت اور حفاظت کا بھی اِنہیں پردیسیوں کو چارج دیدیا۔اوران لوگوں کو بھی انہیں کے دست تصرف کے حوالہ کردیا۔

برلاس خاندان میں اسلام کا آغاز

برلاس ایک مشہور قوم مغل ہے جس میں تیمور جیسے نامور فاتح اور عالی انسان گذرے ہیں ۔چھٹی صدی ہجری کے قریب ''قراچار'' نامی اس قوم کا مورثِ اعلیٰ تھا۔یہ شخص نہایت پاک منش اور نیک طینت اور خدا پرست تھا اور اپنی قوم میں اول المومنین ہوکر اسلام کو مروج کرنیکا فخر اس کونصیب ہوا۔ملکم اور مارخم جیسے متعصب مورخ بھی اُسکی تعریف کرتے ہیں۔پہلے یہ شخص چغتائی کا وزیر تھا۔لیکن جوانمردی اور شجاعت نے بادشاہ کے دل میں ایسا گھر کیا کہ سول وزارت کو چھڑا کر اسے جنگی وزارت اور سپہ سالاری کا عہدہ دیدیا۔قراچار نے اپنی قوم برلاس کو سمرقند کے جنوب کی طرف تخمیناً تیں میل کے فاصلہ پر شہر ''کِش'' کے گردونواح میں آباد کیا۔اسکے پوتے پرقال کے ہاں دو بیٹے ہوئے جو تقوٰے اور طہارت میں اپنے زمانہ میں ثانی نہیں رکھتے تھے ایک کا نام طراغے اور دوسرے کا حاجی برلاس تھا۔اور دونوں حضرت قدوۃ السالکین شیخ اجل شمس الدین کے مرید تھے۔یہ شیخ بڑے مشہور اولیاء میں سے تھے اور انکی کرامتیں مشہور ہیں، چنانچہ لکھتے

ہیں کہ طراغے کے ہاں جب فرزند پیدا ہوا تو حسن عقیدت سے دونوں بھائی ملکر بچے کو اپنے پیر کے پاس لے گئے۔ جب انکے حضور میں پہنچے تو آپ تلاوت قرآن شریف میں مصروف تھے۔اور اسوقت سورۃ الملک کی یہ آیت پڑھ رہے تھے ءَ اَمِنۡتُم مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ فَاِذَاھِیَ تَمُوۡرُ (سورہ الملک آیت ۱۷) ترجمہ: کیا تُم اُس سے جو آسمان میں ہے محفوظ ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے۔پس وہ اچانک تھرانے لگے۔

بچے پر نگاہ پڑتے ہی فوراً فرما دیا کہ اس کا نام تیمور یعنے دنیا میں انقلاب پیدا کرنیوالا رکھو چنانچہ اسکا نام وہی رکھا گیا۔اور وہ اسم بامسمّیٰ نکلا۔اگر چہ طراغے بھی بڑا نیک اور دیندار مرد خدا تھا۔لیکن حاجی برلاس کو کیا بلحاظ تقوٰے وطہارت اور کیا بلحاظ کرم وجود بڑی شہرت حاصل ہوئی تھی۔اسکی شہرت کا زیادہ تر باعث اسکی بیوی حلیمہ خاتون تھی جو پرلے درجے کی پارسا اور کریم النفس اور رحمدل اور بڑی لائق عورت تھی۔اور اپنے خاوند کی جاں نثار رفیق اور وفادار مشیر تھی۔کِش کی حکومت حاجی برلاس ہی کے حصہ میں آئی تھی۔اور دوسرے بھائی حاجی برلاس کی اطاعت میں رہتے تھے لیکن جب تیمور نے زور پکڑا تو اپنے عم بزرگ سے کِش بھی لے لیا اور وہاں سے انکو نکال دیا۔تمام علاقہ جو''والگا'' سے بحیرۂ فارس تک اور افغانستان وبلوچستان سے بخارا تک پھیلا ہوا فارس کہلاتا تھا۔چنانچہ دو بڑے مشہور مصنف بھی اسی طرف گواہی دیتے ہیں۔بلکہ بقول بعض اکثر حصہ افغانستان و بلوچستان موجودہ دریائے گنگا کے منبع سے شمالی علاقہ جو کاشہر کی طرف پھیلا ہوا اسی میں داخل تھا۔اور کِش بھی انہی حدود کے اندر ہے لیکن خلفائے عباسیہ کے زمانہ میں یہ علاقہ ماوراُالنہر کا ایک حصہ شمار ہوتا تھا۔اور ایک حدیث میں جو مخرج مہدی کا نشان ماوراءا النہر بتایا گیا ہے۔(دیکھو نجم الثاقب جلد۳،صفحہ۱۸۲) اس کی تصدیق بھی اسی طرح ہو جاتی ہے۔

''کِش'' کثرت صلحاء وعلماء وفقہاء کی وجہ سے بڑا مشہور شہر تھا۔اور قوم برلاس کا صدر مقام بن گیا تھا۔(دیکھو تواریخ فارس مرتبہ مارخم) اس قوم نے اللہ تعالیٰ کو ایسا راضی کر لیا تھا۔کہ ہر قسم کے انعامات کے لئے بھی یہ قوم منتخب ہوگئی تھی۔ظاہری سلطنت تو ان کو دی ہی تھی۔لیکن دنیا پر وہ سب سے زیادہ عظیم فضل جو روحانی بادشاہت کے رنگ اور مہدی ومسیح موعود کے وجود میں آخری زمانہ میں نازل ہونا مقدر تھا۔اس کے

لئے بھی اسی قوم کواللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا۔مشیت ایزدی کی قلم اِس پر چل چکی ہوئی تھی۔ کہ آخری زمانہ میں گمراہی کی سخت مکدر اور تاریک رات صفحہ روزگار پر چھا جائے گی۔اور ایمان اور راستی دنیا سے اٹھ جائے گی۔ تولنا له رجل" من ابنائے فارس یعنی اس وقت فارسی الاصل مرد ایمان کو دنیا میں واپس لائیگا۔اور گمراہی کے اندھیرے کو دور کر کے ہدایت وتوحید کا دن چڑھائیگا۔ یہ ہدایت کا فضل بھی اسی گھر کے لئے مخصوص رکھا گیا۔اور جیسے ایک بھائی کی اولاد یعنی تیمور کا الہامی نام اپنے معانی کے لحاظ سے دنیا کے تمدنی انقلاب کا موجب ہوا تھا۔اور جس طرح اسکے رگ رُیشہ میں انقلابی اجزاء بھرے ہوئے تھے۔اسی طرح دوسرے بھائی کی اولاد کے ایک معزز اور مقتدر فرزند ہادی بیگ کا نام اشتقاق ہدی سے بنکر ہدایت عالمین کے روحانی انقلاب کا پیش خیمہ ہوا۔اور جس طرح حضرت اسحٰق کی اولاد میں سے انبیاء بکثرت ہوتے رہے اور بنی اسمٰعیل صرف ایک قطرہ نور نبوت محمدی لیکر صدیوں تک صدف کی طرح ایک سمندر نور کی تہ میں خاموش پڑی رہی۔اور آخر کار ایک اتنا بڑا در یتیم لائی جسکی قدر و قیمت کے آگے اسحاقی گھرانے کے ایسے ہی لاکھوں نبی اگر اور بھی ہو جاتے تو سب ملکر بھی برابری نہ کر سکتے۔اس طرح تیموری اور ہادی بیگی سلسلہ کا حال ہوا۔

تیموری گھرانے میں اتنے بادشاہ ہوئے لیکن ہادی بیگ کی پشت سے جو آفتاب نور ہدایت طلوع فرمانیوالا تھا۔وہ اپنے مقتدا محبوب کے نقش قدم پر صدیوں تک اندر ہی اندر در یتیم کی طرح نشوونما پاتا رہا۔اس کے فضائل کے آگے لاکھوں تیموری گھرانے کے سلاطین کی طرح پیدا ہوں تو بھی برابری نہیں کر سکتے۔

جب کِش کی حکومت سے تیمور نے اپنے چچا حاجی برلاس کو نکالدیا۔تو انہوں نے خراسان میں پناہ لی تھی اور وہیں فوت ہو گئے تھے۔تیمور نے جب ہوش سنبھالا اور خراسان کا علاقہ فتح کر کے اپنے چچا کی اولاد کو جاگیر میں دیدیا۔اور اس لئے انہوں نے اسی جگہ بودوباش اختیار کر لی تھی۔مرزا ہادی بیگ خراسان ہی میں پیدا ہوئے تھے۔مسند احمد حنبل میں جو حدیث لکھی ہے۔جس میں مہدی کا ظہور خراسان سے لکھا ہے۔اس کا مطلب یہی تھا جو میرزا ہادی بیگ کی ہندوستان آمد کے وجود سے سچا ہوا۔

میرزا ہادی بیگ کی ہندوستان آمد

مرزا ہادی بیگ علم وفضل اور تفقہ فی الدین اور پر لے درجہ کی فیاضی طبع اور شجاعت اور عدل وداد کے سبب سے اپنی قوم اور رعیت میں بڑے ممتاز اور معزز رئیس تھے ۔ انکے تقویٰ اور طہارت اور جوش واخلاص دین کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے انکو اس عظیم الشان جلیل المرتبت انسان کا باپ بننے کے لئے چن لیا تھا۔ جس کا نام پہلے نوشتوں میں مہدی رکھا جا چکا تھا۔ اور ادھر اس کے مولد کے لئے سرزمین پنجاب کا وہ قصبہ جس کو آجکل قادیان کہتے ہیں مقدر کیا ہوا تھا۔ اور ہادی بیگ سے نیا سلسلہ جاری کرانے اور مولدِ مہدی کی طرف اس کو لیجانے میں یہ راز رکھا ہوا تھا کہ ان سے ایک عظیم چشمہ نور ہدایت جاری ہونیوالا ہے۔ چنانچہ باوجود گھر میں ہر طرح کے امن وآرام اور طبعیت قانع ہونے کے خدا تعالیٰ نے انکے دل میں کچھ ایسا ولولہ اور جذبہ ڈالا کہ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے۔ مال واسباب سے جو کچھ اُٹھا سکے ساتھ لیا اور اپنے عیال واطفال اور چند خدام سمیت مہدی کا نور پشت میں لئے دسویں صدی ہجری کے قریب خراسان سے نکل کر کِش کی راہ لی اور وہاں بھی طبعیت کو چین نہ آیا۔ آخر پُر خطر دشت وبیابانوں کو طے کرتے پہاڑوں اور دریاؤں کے سفروں کی صعوبتیں اٹھاتے اور موسموں کے تغیرات کی تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے سیدھے پنجاب میں آداخل ہوئے۔ نہ تو راستے میں کوئی جگہ مسکن بنانے کے لئے پسند آئی اور نہ ہی پنجاب میں کسی اور جگہ دل لگا۔

آخر دریائے بیاس کے قریب دامن کوہ میں ایک جنگل پڑا ہوا تھا۔ وہاں دل نے قرار پکڑا۔ گردو نواح کا کچھ علاقہ اپنے تصرف میں کر کے وہیں ایک مقام اپنے مکان اور قلعہ بنانے کے لئے تجویز کر لیا۔ اور ایک چھوٹے سے گاؤں کی بنیاد ڈالدی اور اس کا نام ''اسلام پور'' رکھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں یہ چھوٹا سا گاؤں ایک خاصہ قصبہ بن گیا۔ اور اس کا آس پاس بھی آباد ہو گیا۔ ان کی نیک چلنی اور دینداری اور حسنِ اخلاق اور لیاقت کا تمام گردونواح میں شہرہ پھیل گیا۔ اور شجاعت اور طاقت کی ہیبت تمام علاقہ پر چھا گئی ۔ یہاں تک کہ سلطنت کو انکی عزت افزائی کی طرف توجہ ہوگئی اور اس علاقہ کی عدالت اور حکومت کے لئے ان کو منتخب کر کے انہی کے خاندان کو حاکم اور قاضی علاقہ بنا دیا گیا۔

قادیان کی وجہ تسمیہ

عربی زبان میں باری اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے اور وہ علاقہ جس میں اسلام پور آباد ہوا، دوآبہ باری کہلاتا ہے۔ دوآبہ باری کا یہ علاقہ جس کا طولانی حصہ قریباً ساٹھ (۶۰) کوس ہے ان دنوں میں سب کا سب ماجھا کہلاتا تھا۔ چونکہ اس علاقے کی حکومت کی عنان اس خاندان کو ملی ہوئی تھی اور سارے علاقے کا یہی صدر مقام اور یہی صدر عدالت یعنی دارالقضاء تھا اس لئے لوگوں نے اس قصبہ کا نام اسلام پور قاضی ماجھی مشہور کر دیا۔ یعنی علاقہ ماجھا کے قاضی کا صدر مقام جس کا نام اسلام پور ہے۔ چونکہ زبان محاورہ اختصار پسند ہوتی ہے اس لئے رفتہ رفتہ لوگوں نے اسلام پور کو چھوڑ کر کچھ عرصے کے لئے قاضی ماجھی اس کا نام مشہور کر رکھا۔ پھر اس میں بھی تخفیف سے کام لیا اور صرف قاضی نام باقی رہنے دیا اور چونکہ ض کے تلفظ کا ہمیشہ سے جھگڑا چلا آتا ہے اور عوام اس کا تلفظ د سے ہی تعبیر کرتے ہیں اس لئے اس کا نام قادی ہو گیا۔ پھر اس سے بگڑ کر کثرت کی وجہ سے تحریر میں آج کل قادیان لکھتے ہیں۔ اور لوگوں کی عام بول چال میں کادع یا کادی مشہور ہے۔ اور جواہر الاسرار صفحہ ۵۶ پر جو حدیث لکھی ہے کہ یقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم یخج المھدی من قریۃ یقال لھا کدعہ یعنی نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہدی قصبہ کدعہ میں پیدا ہوگا وہ اسی قصبہ کادی کا پتہ ہے۔ جو لوگ کشفی زبان اور اجنبیت رسم الخط کی حقیقت کو سمجھتے ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کدعہ اور کادی کو ایک ہی سمجھنے میں کچھ بُعد نہیں۔

یہ قصبہ کدعہ (قادیان) ۳۳ درجہ طولانی خط استواء میں واقعہ ہے اور یہ وہی طول بلد ہے جس میں دمشق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ دمشق سے اس کی سمت مشرقی ہے۔ میرزا ہادی بیگ کے اسی مقام پر قصبہ آباد کرنے میں حکمت الٰہی یہی تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی اُس حدیث کا منشاء ظاہر ہو جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح موعود کا نزول دمشق سے جانب شرق ہوگا۔

تیرھویں صدی کی آمد اور حالات

میرزا ہادی بیگ اگرچہ اس ملک میں ایک معزز رئیس کی حیثیت سے داخل ہوئے تھے مگران کی پچھلی ریاست اورامارت سے بجز چند خادموں اور قدرے قلیل مال واسباب کے اور کچھ بھی ان کے پاس نہ رہا تھا۔ ان کی ہجرت کا اللہ تعالیٰ نے یہ ثمرہ بخشا کہ اسی جگہ ان کی ایک مستقل ریاست قائم ہوگئی۔ اوران سے اس خاندان کے اعزاء کا ایک جدید سلسلہ قائم ہوا۔ اس ریاست میں کئی پشتوں تک میرزا ہادی بیگ کی اولاد امن وامان سے حکومت کرتی رہی۔ یہاں تک کہ منحوس تیرھویں صدی کی آمد آمد کی آواز کانوں میں پڑنے لگی۔ اس صدی کے کرشمے اور مصائب تو پہلے ہی آنحضرت سرور کائنات ﷺ نے بتفصیل بیان فرما دیئے ہوئے تھے اور آپ کو اس کا اتنا ڈر ہوتا تھا کہ جب اس کا نقشہ سامنے آتا تو بہت مضطرب ہوکر اس کے حالات بیان کرتے اور چہرے کا رنگ متغیر ہوجاتا تھا۔ اب اس صدی کے آنے کے دن قریب آتے جاتے ہیں جس کی نسبت مشہور تھا کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے آکر کہا کہ یوسف کو بھیڑیے کھا گئے تو حضرت یعقوب نے بھیڑیوں کو طلب کر کے پوچھا۔ بھیڑیوں نے جواب دیا کہ ہم نے یوسف کو نہیں کھایا اور اگر ہم نے کھایا ہو تو خدا ہمارا حشر تیرھویں صدی کے مولویوں میں کرے۔

اس قصہ کی صحت کی بحث تو یہاں مقصود نہیں صرف دکھانا یہ ہے کہ اب آئندہ جو صدی آتی ہے وہ ایک سخت خطرناک روحانی تاریکی لے کر آتی ہے جس کی نظیر پچھلے زمانوں میں نہیں ملتی۔ یہ خطرناک تاریکی ایک عظیم الشان روشنی کا پیش خیمہ تھی۔ اور جیسے بہت بڑی بارش ہونے سے پہلے امساک باراں ہوجاتا ہے ویسے ہی مسیح موعود کے آنے سے پہلے (جو ایک بہت بڑی روحانی بارش سے مشابہ ہے) روحانیت کے باران کا امساک ہونا ضروری تھا۔ صدیوں سے جس خطرناک زمانے کے حالات سنا کرتے تھے اب دید ہونے لگے۔

چاروں طرف سے مسلمانوں کے بگڑتے اور ادبار کی حالت میں گرنے کی خبریں کانوں میں پہنچنی

شروع ہوئیں اور طوفان دریا کی طرح ہر طرف سے یہی خبریں سننے میں آنے لگیں وہ فلاں خاندان گرا وہ فلاں تباہ ہوا۔ بگڑے تو ساری دنیا کے سامان تھے۔ لیکن تنبیہہ و تادیب کے لئے پنجاب کو منتخب کیا گیا۔ پہلے تو سلطنت عالیہ نے ہی غفلت اور بے پروائی سے پنجاب کو کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا۔ بدامنی پھیل گئی۔ ڈاکوؤں اور سینہ زور سفاکوں نے شور برپا کر دیا۔ اور جماعتیں بن کر پولیٹکل رنگ اختیار کرنے لگ گئیں۔ جس کا جہاں کہیں زور چلا، دو چار گاؤں قبضے میں کر لئے اور وہی خودمختار حاکم بن بیٹھا۔ تخت و تاراج پر سب کے گزارے کی آٹھہری۔ انہیں دنوں میں سکھوں کو بھی مسلمانوں کو تکلیفیں دینے کا دھیان پیدا ہو۔ اس زمانہ کے سکھ جہالت اور بے علمی کے گڑھے میں غرق تھے۔ اور جس طرح کے عذاب دینے والے فرشتوں اور جلادوں کے دلوں سے رحم اور شفقت کے اجزاء نچڑ کر علیٰحدہ ہو گئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ اس وقت ہمدردی اور رحم اور شفقت کے خواص سے خالی تھے۔ صرف خوامخواہ سینہ زوری، ظالم مزاج، سفاکی، بے ترسی وغیرہ ان کا فخر تھا۔ انہوں نے سارے ملک پر اپنی جہالت کا سایہ ڈال دیا اور ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا۔ لوٹ کھسوٹ، کشت و خون سے شہر اور قصبے ویران کر دیئے۔ خاندانوں کے خاندان ظلم و بے رحمی سے تہ تیغ کر دیئے۔

مسلمانوں کی تمام ریاستیں تباہ کر کے گھر گھر میں خودمختار حکومتیں قائم کر لیں۔ میاں معراج الدین احمدی کے جداعلیٰ حضرت عبیداللہ صاحب جو اس وقت پیرانہ سالی میں تھے۔ اور لاہور کے حاکم تھے اس پر بھی دست تطاول دراز کیا۔ اور باستثناء ایک جوان کے جس نے بھاگ کر جان بچائی سب خورد و کلاں کو طرح طرح کی عقوبتوں سے شہید کیا اور تمام مال و دولت اور خزائن پر اور قلعوں پر متصرف ہو بیٹھے۔

غرض سکھوں کے غلبہ کا زمانہ مسلمانوں کے لئے نمونہ دوزخ تھا۔ جس میں اعزاء اور اموال اور ریاستیں سب جل رہے تھے۔ گویا اُمت محمدیہ بنی اسرائیل کے مصر میں قبضہ قبطیاں میں محبوس ہونے کی طرح سکھوں کی قید میں پڑ گئی تھی۔ بلکہ یہ قید قبطیوں کی قید سے زیادہ سخت تھی۔ بنی اسرائیل تو کُھلے طور پر اپنی عبادات بھی بجا لا سکتے ہیں۔ لیکن یہاں سکھوں کو کچھ اس بات کا ایسا ڈر بیٹھا ہوا تھا کہ کہیں مسلمانوں کی پکار کو خدا نہ سن لے۔ نماز کے لئے اذان دینا بھی سخت عقوبت کے لئے کافی جرم سمجھتے تھے۔ مسجدوں اور

معبدوں کو گرانے میں بڑی خوشی ظاہر کرتے تھے۔ ان تمام مصائب کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ مسلمانوں نے جو کھرے سونے سے مشابہ تھے اپنے میں کھوٹ کے عیب ملا لئے تھے۔ اور خدا سے دوری اختیار کر لی تھی اور موعود کے آنے کا زمانہ نزدیک آرہا تھا۔ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ کو جماعت بنانا منظور تھا۔ اس لئے اس نے اس بھٹی میں ڈال کران کو ہر ایک کھوٹ سے صاف کرنے ارادہ کیا۔ اس طوائف الملوکی کے زمانہ میں خاندان زیر تذکرہ کے بزرگ اور نامور رئیس مرزا گل محمد نامی اس نواح کے خود مختار حاکم تھے۔ ان کو یہ خود مختاری کسی بغاوت یا منصوبہ بندی سے حاصل نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ خود سلطنت عالیہ نے ہی اپنا تعلق قطع کر لیا تھا۔ مرزا گل محمد صاحب علاوہ ریاست وامارت کے اپنی دیانت وامانت اور پرہیزگاری اور مردانہ ہمت اور اولوالعزمی اور حمایت دین کی صفت میں بہت مشہور تھے اور مشائخ و بزرگان زمانہ سے شمار ہوتے تھے اور صاحب خوارق وکرامات تھے۔ ان کی صحبت میں رہنے کے لئے بہت سے اہل اللہ اور صالحین اور فاضلین قادیان میں جمع رہتے تھے۔ اور عجیب تر یہ کہ کئی کرامات ان کی ایسی مشہور ہیں کہ جن کی نسبت ایک گروہ کثیر مخالفان دین کا بھی گواہی دیتا رہا ہے۔ ہمیشہ قریب پانچسو آدمیوں کے یعنی کبھی کم اور کبھی زیادہ ان کے دستر خوان پر روٹی کھاتے تھے۔ اور ایک سو کے قریب عالم اور فاضل اور حافظان قرآن شریف ان کے پاس رہتے تھے جن کے کافی وظیفے مقرر تھے۔ ان کے دربار میں اکثر قال اللہ اور قال الرسول کا ذکر بہت ہوتا تھا۔ اور تمام ملازمین اور متعلقین سے کوئی ایسا نہ تھا جو تارک نماز ہو۔ یہاں تک کہ ان کے ہاں کی چکی پیسنے والی عورتیں بھی پنجوقتہ نمازیں اور تہجد پڑھتی تھیں۔ اور گردونواح کے معزز مسلمان جو کہ اکثر افغان تھے۔ قادیان (اسلام پور) کو مکہ کہتے تھے کیونکہ اس پرآشوب زمانہ میں ہر ایک مسلمان کے لئے یہ قصبۂ مبارک پناہ کی جگہ تھی اور دوسری اکثر جگہوں میں کفر اور فسق اور ظلم نظر آتا تھا۔ اور قادیان میں اسلام اور تقویٰ اور طہارت اور عدالت کی خوشبو آتی تھی۔ گویا اس وقت یہ ایک باغ تھا جس میں حامیان دین اور صلحاء اور علماء نہایت شریف جوانمرد آدمیوں کے صدہا پودے پائے جاتے تھے اور سب کے سب متقی اور نیک چلن اور اسلامی غیرت رکھنے والے اور فسق وفجور سے دور رہنے والے بہادر اور بارعب آدمی تھے۔ مرزا گل محمد کے قبضہ سے بھی سکھوں کے متواتر حملوں کی وجہ سے کئی گاؤں نکل گئے اور صرف ۸۵ پچاسی دیہات کی ریاستیں باقی رہ

گئیں۔ تاہم ان کی فیاضی اور جوانمردی کی یہ حالت تھی کہ اس قدر قلیل سے بھی کئی گاؤں انہوں نے مرُوت کے طور پر بعض تفرقہ زدہ مسلمان رئیسوں کو دے دیئے تھے جواب تک ان لوگوں کی اولاد کے قبضہ میں ہیں۔

قادیان سے ہجرت

ان کی وفات کے بعد ان کا بیٹا مرزا عطا محمد گدی نشین ہوا۔ چونکہ مہدی کے لئے یہ بات مقرر ہو چکی تھی کہ آبائی شہرت اور عزت کا سلسلہ منقطع ہو کر اس سے نیا سلسلہ مجد دا کرام کا شروع ہوگا۔ جس کا ذکر آگے آئے گا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت سے گو سکھوں کے حملوں کو روکنے اور ریاست کو بچانے کے لئے بڑی بڑی تدبیریں کیں۔ لیکن ہر تدبیر میں ناکامی ہوتی رہی اور کچھ پیش نہ گئی۔ سکھ لڑائیوں میں غالب آتے گئے۔ اور روز بروز ریاست کے دیہات پر قبضہ کرتے گئے۔ یہاں تک کہ مرزا عطا محمد کے پاس صرف قصبہ قادیان رہ گیا۔ یہ قصبہ اس وقت ایک محفوظ قلعہ کی صورت میں بنا ہوا تھا۔ اس کے چاروں طرف کونوں پر چار حفاظتی برج تھے اور ہر برج میں مسلح سپاہی رہتے تھے اور اوپر توپیں چڑھی رہتی تھیں۔ اور گرداگرد بائیس فٹ کے قریب اونچی فصیل تھی جو اس قدر چوڑی تھی کہ تین چھکڑے آسانی ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو جا سکتے تھے۔ جب سکھوں نے تمام دیہات پر قبضہ کر لیا تو اب قادیان کے لئے ان کے منہ پانی سے بھرے ہوئے تھے اور دانت للچا رہے تھے۔ لیکن چونکہ یہ ایسے مضبوط طور پر محفوظ تھا کہ ان کی کچھ پیش نہ جاتی تھی۔ آخر ایک فریب کی راہ کہ اختیار کیا۔ اس وقت تک سکھوں کی ایک طاقت نہ تھی۔ بلکہ متفرق طور پر چند گروہ علیحدہ علیحدہ ملک کے حصص پر مسلط تھے۔ جو مسلوں کے نام سے مشہور تھا۔ انہیں سے ایک گروہ جو رام گڑھیہ کہلاتا تھا ان کے سردار نے دوستانہ خیالات ظاہر کر کے ملاقات یا کسی اور بہانہ سے قادیان کے اندر آنے کی اجازت حاصل کی۔ جب اندر داخل ہوا تو فوراً غدر کر کے اپنے ساتھیوں کا دروازہ کھول دیا جو باہر گھات میں اسی غرض کے لئے چھپے ہوئے تھے۔ اس طرح قادیان پر بھی سکھوں کا غلبہ اور تسلط ہو گیا۔ قادیان کے لئے یہ بڑا نامبارک اور پُر از درد دن تھا کہ قادیان کے رئیس اور اس کے سارے خاندان پر بڑی تباہی آئی۔ اسرائیلی قوم کی طرح وہ اسیروں کی مانند گرفتار کئے گئے۔ اور آپ کے مال و متاع سب

لوٹ لئے گئے ۔ درودیوار سے بے دخل کئے گئے جہالت اور تعصب سے باغوں کو بھی کاٹ کر ویران کیا گیا۔ بعض مسجدیں مسلمانوں سے چھین کر دھرم سالہ بنائی گئیں۔

چنانچہ اس زمانے کی یادگار میں اب تک ایک مسجد دھرم سالہ بنی ہوئی قادیان میں موجود ہے۔ ایسے ذی وقعت اور دیندار خاندان نے ایک عظیم الشان کتب خانہ قادیان میں جمع کیا ہوا تھا۔ چنانچہ اس کتب خانہ میں پانچ سو نسخہ قرآن شریف کا قلمی لکھا ہوا موجود تھا لیکن بے رحم سکھوں نے یہ سب کتب خانہ بھی نہایت بے ادبی سے جلا کر راکھ کر دیا۔ خدا کی شان دیکھو کہ ایک ذرہ بے مقدار کو ایسے معظم اور مکرم گھرانے کے تباہ کرنے پر مقرر کر دیا اور لاکھ تدبیریں کی جاتی ہیں پر کچھ پیش نہیں جاتی۔ سکھوں کی حالت تو یہ تھی کہ جس پر تسلط پاتے اس کو زندہ ہی نہ چھوڑتے تھے مگر یہاں چونکہ خدا کے مسیح کا نور ابھی صلب میں تھا اس لئے اس کی حفاظت بہر کیف کرنا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔ پس سکھوں کے دل میں ڈال دیا کہ وہ رئیس معہ خاندان قادیان سے جان سلامت لے کر نکل جانے کا حکم دیں۔ چنانچہ تمام مرد و زن چھکڑوں میں بٹھا کر اس قادیان سے جس کو ان کے بزرگ نے جنگل سے منگل بنایا ہوا تھا، نکال دیئے گئے۔ آہ کل جو اس جگہ کے رئیس تھے اور جن کے قبضہ میں لوگوں کی گردنیں تھیں اور ناز و نعمت میں زندگی بسر کرتے تھے اور جن کے دست کرم سے ہزار ہا لوگ مالا مال ہوتے تھے۔ آج وہ بے خانماں دشت کرب و بلا میں بے رحمی کے ساتھ بھیجے جاتے ہیں۔ ان کی جانوں کا دوسرے کو مالک کیا جاتا ہے اور بے نوائی اور بے سر و سامانی ان کو طرح طرح کی مصائب میں ڈالتی ہے۔ قادیان کے تمام مرد و زن یہ حادثہ جانکاہ دیکھ کر آہ و زاری میں تھے۔ لیکن جن پر یہ مصیبت بنی تھی وہ دینداری کی وجہ سے نہایت استقلال اور حوصلہ سے برداشت کر رہے تھے۔ اور کوئی قصہ ان کے جزع فزع کا کسی کو یاد نہیں۔

مسیح کی روح پشت میں ہی اپنے باپ دادا کو تشفی دے رہی تھی اور جتا رہی تھی کہ ساری تاریکی میرے نور کے آنے سے پہلے چھا جانی مقدر ہے اور ظاہر ہونے کے بعد یہ سب ظلمت کافور ہو جائے گی۔ اور یہ سارے درد و مصائب رحمت و راحت سے بدل جائیں گے اور قادیان سے خاندان کی یہ جدائی چند روزہ ہے۔ مرزا عطا محمد اپنے عیال کو لے کر پنجاب کی ایک ریاست میں پناہ گزیں ہوئے اور وہیں فوت

ہوئے۔اور سارے خاندان کو کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ گئے۔اب ایک بچے غلام مرتضٰی کے سر پر ساری مصیبتوں کی گٹھری آن پڑی۔وطن سے بے وطن، بے زر،اس پر خاندان کی پرورش کا بھاری بوجھ سر پر عجیب مصیبت زدگی کا نمونہ نظر آتا تھا۔خوش نصیبی سے طبابت کا جوہر ہاتھ میں تھا اس کی بدولت گزارہ چلتا گیا اور یہ کٹھن دن گزرتے گئے۔

قادیان واپسی

اس کے بعد تھوڑے عرصے میں رنجیت سنگھ نے دوسری اکثر چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو دبا کر اپنی ایک بڑی ریاست بنالی اور لدھیانہ سے پشاور تک اور کشمیر سے حدود سندھ تک اپنی ملک داری کا سلسلہ پھیلا لیا۔اور مہاراجگی کا لقب اختیار کرلیا۔اگر چہ رنجیت سنگھ کا عہد مسلمانوں کے لئے ویسے ہی مصائب کا زمانہ رہا لیکن وہ بذات خود دوسرے سکھوں سے کسی قدر اچھا تھا۔مرزا غلام مرتضٰی صاحب نے بڑی کوشش سے اس کے دربار میں رسائی حاصل کر کے اس سے اپنی جدی حکومت کا پائے گاہ قادیان اور ریاست میں سے پانچ دیہات حاصل کر لئے۔اگر چہ مرزا غلام مرتضٰی صاحب کی موجودہ حیثیت کے لحاظ سے یہ بڑی بھاری کامیابی تھی لیکن کہاں وہ ریاست اور کہاں اب پانچ دیہات کا علاقہ۔مرزا غلام مرتضٰی صاحب نے اسی پر قناعت نہ کی۔ان کے دماغ میں یہ بات سمائی ہوئی تھی کہ تمام دیہات مغصوبہ کو کسی طرح پھر حاصل کر کے اصلی ریاست قائم کرلیں۔ان کے رات دن اسی دھن میں گزرتے۔لیکن جب ارادہ الٰہی ہی ان کی منشاء اور آرزو کے موافق نہ تھا تو کیونکر کامیابی ہوسکتی تھی بلکہ اس دھن کے پیچھے لگ کر وہ حقیقی آرام جو اللہ تعالیٰ انہیں پانچ دیہات واپس دے کر دینا چاہتا تھا ان سے چھینا گیا۔نہ دن آرام سے گزرتا نہ رات چین سے کٹتی۔زندگی تلخ کامی اور تنگی سے کٹتی اور آئے دن مصیبت پر مصیبت سامنے آجاتی۔یہاں تک کہ ایک دفعہ ہندوستان کا پیادہ پا سفر کرنا پڑا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیدائش

ہم لکھ چکے ہیں کہ سکھوں کا وحشی عہد مسلمانوں پر نحوست اور بدنصیبی کی گردش کا زمانہ تھا۔ یہ ایک دوزخ تھا جس میں ان کے اقبال وعزت کے سب پَر وبَال جل گئے تھے۔ اور صرف جھلسی ہوئی صورتیں باقی رہ گئی تھیں۔ اور گلستان اسلام کے پھول کچھ مرجھا کر گر گئے تھے اور کچھ غنچوں میں بند پڑے تھے۔ اور نخل و نہال پژمردہ ہو گئے تھے اور یہ حال دیکھ کر بلبل نے نغمہ سرائی چھوڑ کر نوحہ سنجی اختیار کر لی تھی۔ لیکن ۱۸۳۴ء اور ۱۲۵۵ھ دنیا کی تاریخ میں بہت بڑا مبارک سال ہے جس میں خدا تعالیٰ نے مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کے گھر قادیان میں وہ موعود مہدی پیدا فرمایا جس کے لئے اتنی تیاریاں زمین وآسمان میں ہو رہی تھیں اور جس کے انتظار میں ہر ایک چشم بیقرار تھی اور جس کی آمد کے گیت پہلے نبی اور ولی اور آسمان پر فرشتے گا رہے تھے۔ یہ اسلام کے لئے اقبال کا آفتاب طلوع ہوا۔ اور اس کے طلوع ہونے سے نحوست اور نکبت کی کہر اُڑ گئی۔ گلستان اسلام میں بہار کے موسم کی آمد آمد ہوئی اور شگوفہ اقبال کی خوشبو سے دماغ معطر ہونے لگے۔ یہ وہی رشید اور سعادت مند فرزند ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود بنا کر نبوت اور خلافت کا حلعت پہنانا ہے۔ جس کے کندھوں پر اسلام کی تجدید کا بار گراں رکھنا ہے۔ جس کے ہاتھ شمشیر قلم کی سلطنت اور رسالت کی حشمت و تمکنت اور ماموریت کی روحانی جاہ و دولت دینی ہے وہ اقبال اور بردمندی کا سلطان نور اور معرفت کا دروازہ علم اور حکمت کا شہزادہ خدا کی توحید قائم کرنے والا شہسوار صلیب شکن، خنزیر کش سپہ سالار، شہنشاہ ملک ہدایت، فرخ نژاد، مبارک قدم، اُسی جاہ و جلال کے ساتھ دنیا میں تشریف لایا جو اس کے لئے پہلے سے مکتوب تھی۔ جس طرح آنحضرت سرور کائنات ﷺ کی تشریف آوری سے ایوان کسریٰ میں تزلزل واقعہ ہوا تھا اسی طرح اس بلند اقبال موعود کی پیدائش سے پنجاب کے کسریٰ کے ایوان میں بھی تزلزل ہوا۔

اس بات سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ جو عظمت اپنے ملک میں کسریٰ کو حاصل تھی وہی عظمت مہاراجہ رنجیت سنگھ کو اپنے ملک پنجاب میں حاصل تھی اور مسیح موعود علیہ السلام کی ولادت اور رنجیت سنگھ کی موت کا ایک ہی سال میں واقع ہونا مرسلانہ بعث کے نشانات کا مظہر ثابت ہوتا ہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ

سکھی سلطنت کا تاج تھا جو مسیح موعود کے پیدا ہوتے ہی ۲۷ جون ۱۸۳۹ کو گر کر خاک میں مل گیا۔اب سکھی مملکت کا گھرانہ بے چراغ ہو گیا۔اور تھوڑے ہی عرصہ میں سکھوں کا تمام زور وشور کافور کی طرح اُڑ گیا اور بجائے اس کے ایک نہایت پر امن سلطنت قائم ہوگئی جس کے زیر سایہ ہم نہایت امن و آرام سے بسر کر رہے ہیں۔ مسیح موعود علیہ السلام کے آنے سے موسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل کو قبطی فراعنہ کی قید سے چھڑانے کی طرح امت محمدیہ کو سکھی فراعنہ کی ماتحتی کی ذلت سے نجات ہوئی اور آخر جس طرح آل فرعون نیل میں غرق ہوئی تھی اسی طرح یہ لشکر دریائے نیل میں ڈوب کر ہلاک ہوا۔واضح ہو کے پنجاب میں ستلج دریا کو نیل بھی کہتے ہیں اور یہ واقعہ فیروز پور کی طرف اشارہ کرتا ہے جس سے سکھوں کی سلطنت بالکل نیست ونابود ہوگئی۔

مرزا غلام مرتضٰی صاحب نے ایک نہایت مبارک فال کو مدنظر رکھ کر آپ کا نام ''غلام احمد'' رکھا۔ دراصل اس نام کے رکھنے میں مرزا غلام مرتضٰی صاحب کی طبیعت کو دخل نہیں تھا۔یہ نام اللہ تعالیٰ نے مرزا غلام مرتضٰی صاحب کو آپ القا کیا تھا اور اس خدائی تحریک نے یہی نام رکھنے کا ان کے دل میں فیصلہ کر دیا تھا۔کیونکہ ازل سے ایسا ہی مقدر ہو چکا تھا۔

آپ کے پورے نام غلام احمد قادیانی کے اعداد بحساب جمل ۱۳۰۰ نکلتے ہیں اور اس میں یہ بھید تھا کہ تیرھویں صدی کے سر پر آپ نے ہی مجدد بننا ہے۔

آپ کی ولادت آپ کے خاندان کے لئے بھی نہایت مبارک ہوئی۔آپ کے والد مرزا غلام مرتضٰی کو طفیلی طور پر یہ حصہ ملا کہ ان کی تلخ زندگی آسودگی اور فراخی اور خوشحالی سے مبدل ہوگئی۔عسرت کے دن دور ہو گئے اور یسر کا زمانہ آ گیا۔پھر جوں جوں آپ بڑے ہوتے گئے ستارہ اقبال زیادہ زیادہ درخشاں ہوتا گیا۔والد نے بشرہ پر لمحات (آپ کے چہرہ پر) اقبال درخشاں دیکھ کر آپ کی پرورش اور حفاظت کی طرف بہت احتیاط اور توجہ مبذول کی۔سب دانا عورتیں اور مرد آپ کو دیکھ کر بہت خوشی مناتے اور کہتے تھے کہ اگر یہ زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑا اقبال بخشے گا۔اگرچہ آپ کے بچپن کے حالات فرد تحریر میں محفوظ نہیں رکھے گئے لیکن شہادت اس بات کو بخوبی ثابت کرتی ہے کہ ابتداء ہی سے آپ اخلاق اور طرز وطریق اور

قوائے ذہن اور عقل اور فہم ساری دنیا سے نرالے تھے اور شروع سے آپ کی فطرت ہی دست قدرت نے ایسی بنائی تھی کہ آپ سے اضطراراً وہی اقوال وافعال سرزد ہوئے تھے جو ایک عظیم الشان نبی سے سرزد ہونے چاہئیں۔ ماں کی گود میں آپ شیر خوار ہیں مگر سنجیدہ داناؤں کو حیران کر دیتے ہیں۔ نہ کھلونوں کا دھیان نہ کھیل سے پیار، نہ رو کر والدہ کو دق (تنگ) کرنے کی عادت، نہ بچوں کی ضد اور ہٹ۔

نہایت متانت اور سہولت سے پرورش پائی۔ اور اپنی والدہ کی گود سے بڑی خوشی سے جدا ہو کر چلنے پھرنے لگے۔ جب آپ ذرا بڑے ہوئے تو والد صاحب (جو امیرانہ دماغ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ میرے دل کی آرزو اس بلند اقبال مولود کے طفیل برآئے گی) آپ کے لئے طرح طرح کے کھلونے مہیا کرتے اور قصبہ کے چند ہم عمر بچوں کو آپ کے ساتھ کھیلنے اور آپ کو خوش رکھنے کے لئے اپنے گھر میں ہی رکھتے تھے لیکن آپ ہیں کہ نہ اپنے دل کی خوشی کو کسی دل بہلانے والی شے پر موقوف رکھتے ہیں نہ کسی ہمجولی کے یار بنتے ہیں اور نہ کسی کی کھیل کود میں شریک ہوتے ہیں۔ آپ کے چہرہ مبارک سے اس وقت سے ہی ایسا عیاں ہوتا تھا کہ گویا کسی عظیم الشان مہم کے لئے تدابیر سوچ رہے ہیں اور کسی جانکاہ ذہن میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ اسلام کے لئے سچی غیرت اور محبت اور حضرت سرور کائنات ﷺ کے لئے سچا عشق اور اخلاص سرشت میں لے کر پیدا ہوئے تھے اور بچپن کی بیچارگی اور بے سمجھی کی حالت میں آپ سے اکثر ایسے ہی واقعات سرزد ہوتے رہے جو اس سرشت کی شہادت دیتے تھے۔ شروع سے ہی آپ اعلیٰ درجہ کی مردانگی اور جرأت کے اوصاف سے موصوف تھے اور کاہلی اور سستی اور دون ہمتی آپ کے نزدیک تک نہ پھٹکتی تھی۔ حضرت محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ مسیح مولود توام پیدا ہوگا اور اس کے ساتھ ایک لڑکی تولد ہوگی سو آپ توام پیدا ہوئے اور ایک لڑکی جو آپ کے ساتھ پیدا ہوئی وہ تھوڑے دن زندہ رہ کر مر گئی تھی۔ اس طرح کی پیدائش میں حکمت الٰہی یہ تھی کہ تمام زنانہ اور کمزور فصائل اور مواد انثیت وغیرہ آپ سے نکل کر اس میں چلے گئے تھے اور وہ ان سب کو لے کر دنیا سے اٹھ گئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم وتربیت کا انتظام

آپ کے والد اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح اپنے دیہات واپس حاصل کریں اور اسی دُھن کی پیروی میں چاہتے تھے کہ آپ ایسی تعلیم پائیں جس سے سرکار میں کوئی بڑا عہدہ لے سکیں تا شاید ریاست واپس لینے کا یہی ذریعہ ہو جائے۔ پس جب آپ کی عمر چھ یا سات سال کی ہوئی تو والد صاحب نے اپنے مزاج پر تعلیم دلانے کے خیال سے آپ کے لئے ایک فارسی خواں اتالیق ملازم رکھا۔ اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا۔ جیسے فضل الٰہی سے یہ دولت پائی اثنائے سبق میں آپکے ننھے ننھے ہونٹوں اور بھولے بھولے منہ سے ایسے نکات نکلا کرتے تھے کہ استاد حیران رہ جاتا تھا۔ بلکہ بعض وقت پڑھانا اس پر مشکل ہو جاتا تھا۔ آپ استاد کی بہت تعظیم فرماتے تھے لیکن اصل بات یہی تھی۔

از ادب صائب خموشم در نہ در ہر داد رے
رتبہ شاگردی من نیست استاد مرا

دو ڈھائی سال کے ہی عرصہ میں آپ نے قرآن اور فارسی کی کئی کتابیں پڑھ کر اس اتالیق کی تعلیم سے فراغت حاصل کر لی۔ پھر جب دس برس کی عمر ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب آپ کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر کئے گئے۔ ان کا نام فضل احمد تھا جو ایک دیندار بزرگ آدمی تھے۔ آثار اقبال اپنے شاگرد کے ناصیہ (چہرہ) سے ملاحظہ کر کے اور لبوں سے حکمت اور معارف کے گوہر نکلتے دیکھ کر شاگرد کی عظمت نے ان کے دل کو مسخر کر لیا تھا۔ اس لئے بہت لطف اور توجہ سے پڑھایا کرتے تھے اور ایک حد تک ادب و تعظیم کرتے تھے۔ ان سے آپ نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو پڑھے تھے۔ چونکہ آپ کی تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک بڑی بھاری تخم ریزی تھی اور آنحضرت ﷺ کی امت پر ایک بھاری فضل کی بارش تھی اس لئے یہ مبارک فال پڑتی گئی کہ آپ کے پہلے استاد کا نام فضل الٰہی ہوا اور دوسرے کا نام فضل احمد۔ جب آپ کی عمر سترہ سال ہوئی تو ایک اور مولوی استاد آپ کو پڑھانے کے لئے بلائے گئے۔ ان کا نام گل علی شاہ تھا۔ ان سے آپ نے نحو اور منطق وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا نے چاہا حاصل کیا۔

مرزا غلام مرتضیٰ صاحب فن طباعت میں دم عیسیٰ اور ید طولیٰ رکھتے ہیں۔اور اپنے علاقے میں بڑے دانا اور حاذق طبیب مانے جاتے تھے۔انہوں نے یہ نہ پسند کیا کہ ایسے فرزند کو طب جیسے شریف علم سے محروم رکھا جائے۔ چنانچہ اس بیڑے کو خود اٹھایا اور بہت ساری کتابیں طب کی پڑھا دیں۔آپ کو خدا تعالیٰ نے کتابوں کے مطالعہ کا اس قدر شوق اور شغل دیا ہوا تھا کہ مطالعہ کے وقت گویا آپ دنیا میں ہی نہ ہوا کرتے تھے۔آپ کی عادت شروع سے ایسی ہی تھی کہ اکثر مطالعہ ٹہل ٹہل کر کیا کرتے تھے۔اور ایسے محو ہو کر کثرت سے ٹہلتے تھے کہ جس زمین پر ٹہلتے تھے دب دب کر باقی زمین سے متمیز اور بہت نیچی ہو جاتی تھی۔

والد صاحب بکمال شفقت پدری اپنے اس مقدس لخت جگر کو بار بار یہی ہدایت کرتے کہ کتابوں کا مطالعہ کم کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ نہایت ہمدردی سے ڈرتے تھے کہ کہیں صحت میں فرق نہ آجائے۔اور نیز ان کا یہ بھی مطلب تھا کہ اس شغل سے الگ ہو کر ان کے کاروبار اور ان کے دنیاوی جھمیلوں اور بکھیڑوں میں آپ بھی شریک ہو جائیں۔انہوں نے پہلے آپ کا یہی اندازہ لگایا ہوا تھا کہ یہ بااقبال فرزند اپنے جوہر لیاقت سے سرکار میں کوئی بڑا امتیاز عہدہ حاصل کرلے گا اور اپنے رسوخ سے خاندان کی گمشدہ عزت اور ریاست کو واپس کرنے کا ذریعہ ہوگا۔

انہوں نے پہلے آپ کا یہی اندازہ لگایا ہوا تھا کہ یہ بااقبال فرزند اپنے جوہر لیاقت سے سرکار میں کوئی بڑا ممتاز عہدہ حاصل کرلے گا اور اپنے رسوخ سے خاندان کی گمشدہ عزت اور ریاست کو واپس کرنے کا ذریعہ ہوگا۔
انہیں کہاں معلوم تھا کہ یہ سعادت مآب ارجمند بیٹا دائرہ انسانی سے فائق تر ہے۔اور ایک آسمانی آدمی ہے۔وہ کب واقف تھے کہ یہ وہ موعود مہدی و مسیح پیدا ہوا ہے جس کی راہ دیکھتے دیکھتے لاکھوں مسلمان اس جہان سے کوچ کر گئے۔انہیں یہ خیال بھی کہاں تھا کہ عزتوں کے حاصل کرنے کی میرے دل میں دُھن اور تپش لگی ہوئی ہے ان کے توقطع اور گم ہونے کا حقیقت میں موجب یہی ہے اور باقی رہے سہے اعزاز بھی اس کے آنے سے منقطع ہو جائیں گے۔وہ نہیں جانتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے تمام دنیا سے بڑھ کر مجھ پر ایسے بیٹے کے عطا کرنے کا انعام دیا ہے۔وہ کسی اور رنگ کے نصیب جاگنے کے خیال میں سرشار ہے اور کچھ اور ہی قسم کی ہوسیں اور آرزوئیں دل ہی دل میں پکار رہے تھے لیکن معاملہ کچھ اور تھا۔جو اعزاز اس کے وجود سے دستیاب ہونے والے تھے وہ وہم وگمان

سے برتر تھے۔ وہ تو کسی بادشاہ سے چند دیہات واپس لینا چاہتے تھے یہاں مقدر تھا ان کے کپڑوں سے بادشاہ برکت ڈھونڈیں گے اور ان کے آستانہ پر برکت حاصل کرنے کے لئے ناصیہ فرسائی کریں گے۔

بیٹے کے لئے والد کی فکر

ان کو آپ سے حد درجہ کی محبت تھی اور ہمدردی اور شفقت تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ آپ کو تمام امور دنیا داری سے خوب آگاہ کر دیں۔ اور نشیب و فراز معاملات سے اچھی طرح پر خبردار کر دیں۔ لیکن خدا نے آپ کے سر پر دنیا کی اصلاح کا بھاری بوجھ رکھنا تھا۔ اس لئے آپ کو ایسی فطرت عطا کی ہوئی تھی جس کو اس قسم کے کاموں سے کچھ مناسبت ہی نہ تھی۔ ایسے امور اور دنیاوی دھندے آپ کی شان اور طبیعت کے میلان سے بہت دور گرے ہوئے تھے۔ اس لئے آپ بالطبع اس طرف سے بالکل بیزار تھے اور ان میں مبتلا ہونا ہرگز پسند نہ کرتے تھے اور خود مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کو بھی یہ بات روشن ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہ خود بسا اوقات کہا کرتے تھے کہ ”میں صرف ترحم کے طور پر اپنے اس بیٹے کو دنیا کے امور کی طرف توجہ دلایا کرتا ہوں۔ ورنہ میں جانتا ہوں کہ کس طرف اس کی توجہ ہے (یعنی دین کی طرف) اور سچ بات یہی ہے کہ ہم تو اپنی عمر ضائع کر رہے ہیں“۔ اس قدر اعتراف کے باوجود بھی ان کا آپ کی نسبت اس وقت یہ تخمینہ قائم ہوا تھا کہ آپ ایک معمولی مولوی یا صوفی بنیں گے۔ مگر چونکہ یہ طائفہ انبیاء و مامورین ایک پرلے درجے کی سلامتی اور اعتدال سے موزوں فطرت ہو کر دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ اس لئے آپ نے نیک نیتی سے نہ دنیا کے لئے ثواب اطاعت والد حاصل کرنے کے لئے اپنے تئیں ان کی خدمت میں محو کر دیا تھا اور ان کے لئے دعا میں بھی لگے رہتے تھے۔ پس طوعاً و کرہاً آخر ان کی آرزو پوری کر دی۔ ان دنوں میں آپ کے والد صاحب اپنے اجداد کے بعض دیہات کو واپس لینے کے لئے انگریزی عدالتوں میں مقدمات کر رہے تھے۔ انہی مقدمات میں آپ کو بھی لگا دیا۔ ساتھ ہی اس کی زمینداری امور کی نگرانی بھی آپ کے ذمہ کر دی۔ (حدیثوں میں آیا ہے کہ مہدی موعود حارث یعنی زمیندار ہو گا یہ بات آپ پر ہر طرح صادق آتی ہے)۔

سرکاری ملازمت

اس کے بعد مرزا غلام مرتضٰی صاحب کو یہ خیال گزرا کہ آپ کو سرکاری ملازمت میں داخل کرا دینا چاہئے۔یعنی اس طائر تقدس مآب کو جوملکوت السمٰوٰت پر سیر کرنے کے لئے مفطور رہے اوج علیین سے گرا کر حفیض الارض پر پاؤں کے بل چلنے کے لئے مجبور کیا جاوے۔ چنانچہ سرکاری ملازمت کے قفس میں بند کرا دیا۔طبیعت لاکھ پھڑ کے اور اکراہ کرے لیکن فطرت آفریں خدا کا حکم ''بر بالوالدین'' آپ سے بے پروائی میں چھوڑنا کس طرح ممکن ہوسکتا تھا۔ چنانچہ چند سال تک باکراہ تمام سرکاری ملازمت میں رہے۔آپ نے ملازمت کے زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ کے فرائض اور احکام اور والد صاحب اور سرکار اور دیگر مخلوق کے نہایت عمدگی سے ادا کر کے سب کی رضا اور خوشنودی کے تمغے حاصل کئے۔ دنیا کے تمام علاقوں میں سے سیالکوٹ کے ضلع کو ہی اس محبوب کی ملازمت کا سین (نظارہ) دیکھنا نصیب ہوا۔جس صیغہ پر آپ مامور تھے وہ اغراض شکم پروری کے لئے بہت موافق صیغہ تھا۔جس پر تقرری کے لئے لوگ بڑی بڑی کوششیں کیا کرتے ہیں لیکن آپکی دیانت اور امانت اور تقویٰ وطہارت اور نیک روشنی نے اہلکاری زندگی کا دورہ جس طرح پورا کیا وہ حاکم اور رعیت کی شہادت سے بے نظیر اور ہر عیب سے منزہ ثابت ہے۔آپ کا وجود اِبر رحمت تھا۔ آپ کی زبان سے کبھی کسی کو سخت کلامی نہیں نکلی اور آپ کی قلم سے کبھی کسی کا کچھ نقصان نہیں ہوا۔اور ہر ایک آدمی آپکو رحمت کا ایک فرشتہ سمجھتا تھا۔اس تمام عرصہ ملازمت میں آپ ہر طرح کی لوث سے پاک رہے۔

بگیر رسم تعلق دلاز مرغابی
بوودر آب چو برخاست خشک برخاست

اس جگہ آپ کو اہل دائرۂ ملازمت کے حالات سے معرفت تامہ حاصل ہونے کا اچھا موقعہ مل گیا ۔اس کے تجربہ سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ اکثر نوکری پیشہ لوگ نہایت گندی زندگی بسر کرتے ہیں۔

پادری صاحب سے مذہبی گفتگو

ان دنوں سیالکوٹ میں اسکاچ مشن کے ایک پادری صاحب تھے جو بڑے جہاں دیدہ اور فاضل تھے۔ اپنے لوگوں میں بڑے معزز اور ممتاز شمار ہوتے تھے۔ ایک دفعہ اتفاقاً کہیں ان کی آپ سے ملاقات ہوگئی۔ اثنائے ملاقات میں بہت کچھ مذہبی گفتگو ہوتی رہی۔ آپ کی تقریر اور دلائل نے پادری صاحب کے دل میں ایسا گھر کرلیا کہ ان کے دل میں آپ باتیں سننے کا بہت شوق جم گیا۔ اسی شوق میں اکثر ہوتا کہ دفتر سے رخصت کے وقت پادری صاحب آپ کے دفتر میں آجاتے اور پھر آپ سے باتیں کرتے کرتے آپ کے آرام گاہ تک پہنچ جاتے اور بڑی خوشی کے ساتھ اس چھوٹے سے مکان میں جو عیسائیوں کے خوش منظر اور پر تکلف مساکن کے مقابلہ میں ایک جھونپڑا تھا بیٹھے رہتے اور بڑی توجہ اور محویت اور ایک قسم کی عقیدت سے باتیں سنا کرتے اور اپنی طرز معاشرت کے تکلفات کو بھی اس جگہ بھول جاتے۔ بعض تنگ ظرف عیسائیوں نے پادری صاحب کو اس سے روکا اور کہا کہ اس میں آپ کی اور مشن کی خفت ہے، آپ وہاں نہ جایا کریں۔ لیکن پادری صاحب نے بڑے حلم اور لطف سے جواب دیا کہ یہ ایک عظیم الشان آدمی ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ تم اس کو نہیں سمجھتے اور میں خوب سمجھتا ہوں۔ اسی طرح سیالکوٹ کے اہل عملہ جو ان کی ملازمت کے زمانہ میں اس جگہ نوکر تھے۔ اور جن میں ہندو، مسلمان، سکھ وغیرہ شامل ہیں آپ کے تقویٰ اور صلاحیت اور اعلیٰ اخلاق اور لیاقت کے گواہ ہیں اور کوئی بھی ایسا نہیں جو آپ کی امانت، دیانت اور تقویٰ و طہارت پر کوئی اعتراض رکھتا ہو۔ بلکہ سب ثناء خواں اور مداح رہے ہیں اور آپ کے صادق اور امین ہونے کے مُصر ہیں۔

والد صاحب کی مرضی سے ایک دفعہ آپ نے امتحان وکالت کے لئے بھی تیاری کی۔ اس تیاری میں آپ کے ہم سبق اور رفیق ایک ہندو صاحب تھے۔ اگر آپ اس امتحان کو پاس کر لیتے تو والد صاحب ضرور آپ کو وکالت کا کام شروع کرا دیتے۔ تو اس صورت میں ایسا سخت انہماک اور استغراق امور دنیا کا ہو جاتا کہ وہ غرض جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا پوری نہ ہوسکتی۔ اس لئے خدا نے اس جگہ سے بھی

اپنے فضل وکرم سے آپ کو بچالیا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ آپ ان مخمصوں کی زندگی کے لئے نہیں بنائے گئے تھے اور نہ ہی ایسے کاموں سے آپ کو کچھ مناسبت تھی۔ آپ تو یہاں عندلیب نو گرفتار کی طرح زندگی بسر کر رہے تھے اور ہر وقت اسی آرزو میں رہتے تھے کہ کسی طرح خدا جلد اس جگہ سے خلاصی بخشے۔ جب یہاں کی تربیت کا کورس جو اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا پورا ہو لیا تو والد صاحب کے دل میں آرزو اور محبت کا مباحثہ برپا ہوا۔ آرزو تو یہ چاہتی تھی کہ آپ نوکری پہ ڈٹے رہیں اور خوب استغراق سے کام کر کے کوئی بڑا معزز عہدہ حاصل کر لیں۔ لیکن محبت اس بات پر زور دیتی تھی کہ کچھ بھی ہو ہم اپنے ایسے لخت جگر کا آنکھوں سے دور رہنا برداشت نہیں کر سکتے۔ اس بحث میں محبت غالب آئی اور تقاضا کیا کہ آپ نوکری چھوڑ کر گھر پر پہنچ جائیں۔ اس حکم کو بھی آپ نے بسرو چشم قبول فرمایا اور فوراً استعفیٰ دے کر ملازمت سے سبکدوشی حاصل کر لی اور گھر پہنچ گئے۔ اگرچہ خدا خدا کر کے آپ کو ملازمت وغیرہ کے دھندوں سے مخلصی ہوئی تھی اور خیال یہ تھا کہ اب آپ کو خلوت اور فراغت میسر آجائے گی لیکن قادیان پہنچتے ہی والد صاحب بدستور آپ کو زمینداری کے کاموں میں مصروف کر دیا۔ مگر اس جگہ آپ اپنے کام کے لئے بہت وقت نکال لیتے۔

قرآن کریم کا مطالعہ اور مسجد سے وابستگی کا عالم

اور اکثر قرآن شریف کے تدبر اور تفسیروں اور حدیثوں کے دیکھنے میں مشغول رہتے اور بسا اوقات والد صاحب کو بھی وہ کتابیں سنایا کرتے تھے۔ مرزا غلام مرتضیٰ صاحب کا تکیہ کلام ''ہے با کہ نہ'' (یعنی ہے بات کہ نہ) تھا۔ انہوں نے کاروبار دنیا سے آپ کی نفرت اور تقویٰ اور تزکیہ میں کوشش کی شدت اور مطالعہ و توغل کتب میں مشغولیت اور محویت دیکھ کر یہ سمجھ لیا کہ آپ دنیا کے کسی کام کے لائق نہیں۔ اکثر دوستوں کے آگے یہی بات پیش کیا کرتے تھے کہ مجھے تو غلام احمد کا فکر ہے کہ یہ کہاں سے کھائے گا اور اس کی عمر کس طرح کٹے گی۔ بلکہ بعض دوستوں کو یہ بھی کہا کرتے تھے کہ آپ ہی اس کو سمجھاؤ کہ وہ اس استغراق کو چھوڑ دے اور کمانے کے دھندے میں لگے۔ اگر کبھی اتفاق سے ان سے دریافت کرتا کہ مرزا غلام احمد کہاں

ہیں تو وہ جواب دیا کرتے کہ مسجد میں جا کر سقادہ کی ٹوٹی میں تلاش کرو۔ اگر وہاں نہ ملے تو مایوس ہو کر واپس مت آنا مسجد کے اندر چلے جانا۔ اور کسی گوشہ میں تلاش کرنا۔ اگر وہاں بھی نہ ملے تو پھر بھی ناامید ہو کر لوٹ مت آنا کسی صف میں دیکھنا کوئی اس کو لپیٹ کر کھڑا کر گیا ہوگا۔ کیونکہ وہ تو زندگی میں مرا ہوا ہے اور اگر کوئی اسے صف میں لپیٹ دے تو وہ آگے سے حرکت بھی نہیں کرے گا۔

آپ کو شیرینی سے بہت پیار ہے اور مرض بول بھی عرصہ سے آپ کو لگی ہوئی ہے۔ اس زمانہ میں آپ مٹی کے ڈھیلے بعض وقت جیب میں رکھتے تھے اور اسی جیب میں گڑ کے ٹکڑے بھی رکھ لیا کرتے تھے۔ اس قسم کی اور بہت سی باتیں ہیں جو اس بات پر شاہد ناطق ہیں کہ آپ کو اپنے یار ازل کی محبت میں ایسی محویت تھی کہ جس کے باعث اس دنیا سے بالکل بے خبر ہو رہے تھے۔

دراصل والد صاحب کی زندگی بھی آپ کے لئے ایک مکتب تھی۔ وہ اپنی زندگی سے اس قدر حسرت اور ندامت ظاہر کیا کرتے تھے کہ سن کر رونا آتا تھا۔ بارہا کہا کرتے تھے کہ میں نے جس قدر اس پلید دنیا کے لئے سعی کی ہے اگر میں وہ سعی دین کے لئے کرتا تو شاید آج قطب یا غوث وقت ہوتا۔ اور اکثر یہ شعر پڑھا کرتے ؎

عمر بگذشت و نماند ست جزایا مے
کہ در یاد کسے صبح کم شامے چند

کئی دفعہ آپ اپنا بنایا ہوا یہ شعر رقت سے پڑھا کرتے تھے ؎

بآب دیدۂ عشاق و خاک پائے کسے
مراد لے ست کہ درخوں پند بجائے کسے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور مسجد اقصیٰ کی تعمیر

ایک دفعہ انہوں نے خواب بیان کیا کہ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ بڑی شان کے ساتھ میرے مکان کی طرف چلے آرہے ہیں جیسا کہ ایک عظیم الشان بادشاہ آتا ہے۔ تو میں اس وقت آپ

کی طرف پیشوائی کے لئے دوڑا۔ جب قریب پہنچا تو میں نے سوچا کچھ نظر پیش کرنی چاہئے۔ یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈالا جو میں صرف ایک روپیہ تھا۔ اور جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا وہ بھی کھوٹا ہے۔ یہ دیکھ کر میں چشم پُر آب ہو گیا۔ اور پھر آنکھ کھل گئی۔'' اس خواب کی خود ہی انہوں نے تعبیر بھی کر دی کہ دنیاداری کے ساتھ خدا اور رسول کی محبت ایک کھوٹے روپے کی طرح ہے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک تبدیلی کرنے کا موقع ہوتا جاتا تھا اور یہ نقشہ آپ کو بے لوث زندگی کی طرف رہنمائی کرتا تھا جو دینوی کدورتوں سے پاک ہے۔ اپنی پچھلی زندگی کی تلافی کے خیال سے مرزا غلام مرتضٰی صاحب نے قصبہ قادیان کے وسط میں ایک مسجد تعمیر کی جو اس جگہ کی جامعہ مسجد ہے اور وصیت کی کہ اس مسجد کے ایک گوشہ میں میری قبر ہو۔ تا خدائے عزوجل کا نام میرے کان میں پڑتا رہے۔ کیا عجب کہ یہی ذریعہ مغفرت ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عجیب شان ہے کہ جب مسجد کی عمارت معرض وجود تیار ہو گئی تو وہ چند روز بیمار رہ کر ۸۵ پچاسی برس کی عمر میں بمرض پیچش فوت ہو گئے اور اس مسجد کے اسی گوشہ میں جہاں انہوں نے وصیت کر کے نشان کیا تھا، دفن کئے گئے۔ اللهم الرحم و ادخله الجنة۔ آمین!

خدا تعالیٰ ایسی ایسی باریک اور مخفی حکمتوں سے اپنا کام کرتا ہے کہ جب تک آپ سمجھ عطا نہ کرے انسان اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ یہ اس کی کیسی حکمت ہے کہ اس مولود مسعود کو اپنے والد بزرگوار کی مصائب اور دوسرے بزرگوں کی ریاست اور ملکداری سے کچھ حصہ نہ ملا اور یہ کیسی حکمت اور رحمت الٰہی ہے کہ جو نزول فیض و برکات وکشف حقائق و معارف آپ پر ہوا وہ کسی سے بیعت کے طفیل نہیں ہوا۔ یعنی نہ اسباب دنیا اور نہ فیوض روحانی کسی جسمانی اور روحانی باپ کے ذریعہ سے آپ کو ملے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انعامات اپنے لدن سے بلاواسطہ عطا کئے اور ان پہلوؤں سے آپ کو بن باپ مبعوث فرما کر مسیح ناصری سے مماثلت بخشی۔ اگر انسان غور کرے تو یہ مماثلت جسمانی باپ نہ ہونے کی نسبت بہت ترجیح رکھتی ہے۔ مسیح ناصری علیہ السلام اگر حضرت یحییٰ علیہ السلام (جس کو انجیل میں یوحنا بپتسمہ دینے والا لکھا ہے) سے بپتسمہ نہ پاتے یعنی ان کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے تو خدا جانے کیا ہوتا۔

جسمانی باپ نہ ہونے کا مسئلہ ان کے اور ان کی ماں صدیقہ کے سر پر ہزار ہا ناگفتہ بہ الزام و

اعتراضات کا موجب ہوا۔ لیکن اس مسیح محمدی کو روحانی طور پر بن باپ پیدا کر کے تمام شر انگیز کینہ توز حاسدوں اور بدگوئی کرنے والوں کے دہنوں پہ لگامیں چڑھا دیں۔ اور ان کے لئے کوئی موقع حرف گیری اور تہمت لگانے کا نہ چھوڑا۔ اس کے علاوہ مسیح علیہ السلام سے یہ مماثلت بھی پوری کر دی کہ جیسے بوجہ نسل داؤد ہونے کے اس کے ہاتھ نام کی شہزادگی رہ گئی ہوئی تھی۔ اسی طرح اس مسیح کے لئے بھی یہ بات بگفتن حاصل ہوئی کہ وہ ایسے رئیسوں اور ملک داروں کی اولاد سے ہے لیکن مماثلت کے اِس پہلو میں بھی فوقیت اِسی کی نظر آ رہی ہے۔ کیونکہ وہاں تو دعوائے شہزادگی از قبل والدہ (مریم صدیقہ) تھا۔ اور یہاں یہ حق جدی اور باپ کے سلسلہ کی طرف سے نصیب ہے۔ اور سوشل لحاظ سے جو ترجیح نھیالی ترکہ پر جدی اور پدری ترکہ کی مسلم ہے وہ ایسی اچھی طرح پر روشن ہے کہ محتاج بیان نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی راہ دشوار گذار یہ راہ نہایت سیدھی ہے اور اس میں سخت تکلیف دینے والی گھاٹی اور تقاضا سے وسعت بشری سے بڑھ کر دکھوں میں ڈالنے والی وادی نہیں بلکہ یہ ایسی آسان راہ ہے کہ انسان اگر ارادہ اور توجہ کرے تو سادگی اور بے تکلفی سے بآسانی اس پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ بعض لوگ جو خطرناک اور جان کو ہلاکت تک پہنچانے والے مجاہدوں اور ریاضتوں میں مشغول دیکھے جاتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ناواقف متکبر کسی جنگل میں راہ گم شدہ بیٹھتا ہے۔ اور خود نمائی اور کبر کی وجہ سے کسی واقف کار سے پوچھنا یا کسی رہنما کے پیچھے لگنا اپنی شان کے خلاف اور ہتک سمجھتا ہے۔ لیکن چاروں طرف حیرت کے ساتھ پھرتا ہے۔ اور سیدھی راہ کے چلنے والوں کی نسبت بہت تیز محنت کے ساتھ دوڑتا ہے۔ اور نہایت مشقت اٹھاتا ہے اور آخر حیرت میں ہی غرق ہو کر وہیں تباہ ہو جاتا ہے۔ پر دل کی حس کے خلاف ظاہراً اپنی اینٹھ نہیں چھوڑتا۔

ایسا ہی ان لوگوں کا حال ہے کہ جو اس راہ پر نہیں چلتے جو خدا نے اپنے فضل سے اپنے نبی معصوم ﷺ کے ذریعہ سے دنیا پر منکشف فرمائی۔ خدا تو دل کی استقامت اور پاکیزگی اور اخلاص اور ایثار اور تسلیم و اطاعت سے ملتا ہے۔ خدا کو پانے کے لئے قلب کی پاکیزگی اور استقامت کے ساتھ عملی حالت کا موافق ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نرے خشک مجاہدے جن کے ساتھ دل موافق نہیں ہوتا ہلاکت کے آتشکدہ کی طرف

رہنمائی کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ نبوت کے لئے منتخب کرتا ہے ان سے سخت مجاہدوں کا تقاضا نہیں کرتا۔ اپنے باریک در باریک مصالح سے جسے چاہتا ہے اس منصب کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ لیکن یہ انتخاب الٰہی ایسا نہیں ہوتا کہ ہر کس و ناکس اس منصب پر ممتاز ہو سکے۔ بلکہ جو لوگ یہ عہدہ پاتے ہیں وہ خاص دل و دماغ اور خاص طبیعت اور فطرت لے کر آتے ہیں۔ اور پھر اس بارِ گراں کو برداشت کرنے کے لائق بنانے کے لئے آپ ہی ان کی تربیت کرتا ہے اور ہر ایک آئندہ ضرورت کے لئے پہلی عمر میں اس کے لئے مختلف طریقوں سے تیاری کے لئے اسباب بہم پہنچاتا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تربیت خدا نے آپ فرمائی۔

تربیت روحانی کے سامان جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہیں اس کے گزرنے کے بعد اب ایک اور رنگ کی تربیت کے دن آتے ہیں جس میں آپ کو اب اس منصب جلیلہ کے عطا ہونے کی تیاری ہوتی ہے جو آپ کے لئے مقدر ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب آپ یہ منازل تیار کر چکے اور والد صاحب کی وفات کے دن قریب آ گئے تو ایسا اتفاق ہوا کہ ایک بزرگ معمر پاک صورت آپ کو خواب میں دکھائی دیا۔ اور اس نے یہ ذکر کر کے کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنت خاندان نبوت ہے۔ اس بات کی طرف اشارہ کیا آپ اس سنت اہلیت رسالت کو بجا لائیں سو آپ نے کچھ مدت تک التزام صوم کیا مگر ساتھ ہی خیال آیا کہ اس امر کو مخفی طور پر بجا لانا بہتر ہے۔

پس آپ نے یہ طریق اختیار کیا کہ گھر سے مردانہ نشست گاہ میں کھانا منگوالیا کرتے۔ اور پھر وہ کھانا پوشیدہ طور پر بعض یتیم بچوں کو جن کو آپ نے پہلے سے تجویز کر کے وقت پر حاضری کے لئے ہدایت کر دی ہوئی تھی دے دیا کرتے تھے۔ اس طرح تمام دن روزہ میں گزرتا تھا اور بجز خدا تعالیٰ کے ان روزوں کی کسی کو خبر نہ ہوتی تھی۔ پھر دو تین ہفتہ کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ ایسے روزوں سے جن میں ایک وقت پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا جاتا تھا کچھ بھی تکلیف نہیں۔ تو پھر آپ نے یہ بہتر خیال کیا کہ کسی قدر کھانے کو کم کر دیں۔ چنانچہ اس روز سے آپ کھانے کو کم کرتے گئے۔ یہاں تک کہ تمام دن رات میں صرف ایک روٹی آپ کی غذا رہ گئی۔ پھر اس کو بھی کم کرنا شروع کیا اور اس حد تک نوبت پہنچائی کہ آٹھ پہر کے بعد روٹی کے چند تولے آپ

کی غذا ہوگئی۔ اور آٹھ نو ماہ تک آپ نے ایسا ہی کیا کہ چند تولے روٹی پہ گزارہ کرتے تھے۔ یہ اس قدر تھوڑی غذا تھی کہ چند ماہ کا بچہ بھی اس سے سیر نہ ہوسکتا اور نہ صبر کرسکتا۔ مگر باوجود اس قدر قلت غذا کے خدا تعالیٰ نے آپ کو ہر ایک بلا اور آفت سے محفوظ رکھا اور آپ کے قوا قائم اور بحال رہے۔ اور اس قسم کے روزوں سے بہت بڑے بڑے عجائبات اور حالات اور لطیف مکاشفات آپ پر کھلے۔ چنانچہ بعض گزشتہ نبیوں کی ملاقاتیں ہوئیں اور جو اعلیٰ طبقہ کے اولیاء اس امت میں گزر چکے ہیں ان سے بھی ملاقات ہوئی۔ ایک دفعہ عین بیداری کی حالت میں جناب رسول اللہ ﷺ معہ حضرات حسنین وعلی رضی اللہ عنہم وحضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس تشریف فرما ہوئے اور یہ خواب نہ تھا بلکہ بیداری کی قسم تھی۔ اس طرح پر کئی مقدس لوگوں کی ملاقاتیں ہوئیں جس کا ذکر موجب تطویل ہے اور علاوہ اس کے انوار روحانی تمثیلی طور پر نظر آئے۔

آپ کی خلوت راہبانہ چلہ کشی کوئی خلاف سنت عمل نہ تھا جس پر خدا کے کلام کو اعتراض ہو۔ بلکہ مصلحت الٰہی آپ کو دنیا کے مذاہب کا پورے طور پر مطالعہ اور موازنہ کرنے کے لئے اس علیحدگی اور فراغت میں رکھنا چاہتی تھی۔ اس زمانہ میں تمام مذاہب کو آپ نے اچھی طرح جانچا اور پرکھا۔ ہر ایک مذہب کی کتب کہ بڑے غور وخوض سے دیکھا اور سنا اور تمام عقائد کی تحقیق اور پڑتال کی اور ہر ایک کے حسن وقبح کو فکر وتدبر سے دیکھا۔ اس کے علاوہ اکثر مذہبوں کے اکابر اور مشاہیر پیشواؤں سے ملاقات کی اور ان کے خیالات اور عقائد سنے اور اخلاق اور حالات دیکھے۔ اور بڑی عمیق غور اور کامل توجہ سے ان سب کا موازنہ کیا۔ اور آخر ابراہیم علیہ السلام کی طرح اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان سب مذاہب میں سے صرف اسلام ہی دین قیم منجانب اللہ سچا غالب اور واجب التعمیل ہے۔ چنانچہ آپ کی بعض تصانیف میں اس امر کا ذکر بھی ہے۔ غرض اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو ابتدائی لوازم رسالت کی منازل طے کرائیں اور لدنی علم اور غیر معمولی فہم وفکار اور عزم وجزم اور مرسلانہ جرأت وشجاعت عطا فرما کر اس عظیم القدر مرتبہ مسیحیت، مجددیت، مہدیت اور رسالت کے لئے تیار کیا۔

ضرورت زمانہ

ادھراب وہ زمانہ قریب آتا جاتا ہے جب آپ کی عمر بلوغت نبوت کو پہنچتی ہے اوراس عہدہ جلیلہ پر ممتاز اور مامور ہونے کے لئے آپ کی تربیت کا کورس ختم ہونے کے نزدیک آتا جاتا ہے۔ادھر آسمان وزمین باہم آپ کے مبعوث ہونے کی ضرورت زبان حال سے چیخ چیخ کر بتارہے ہیں اور جو کچھ الٰہی نوشتوں میں اجمال اور تفصیل اور کنایت اور صراحت سے آپ کی بعثت کے متعلق لکھا ہوا تھا وہ ہر رنگ میں پورا ہو رہا ہے۔ چمن اسلام کے نخل ونہال بادخزاں کی تخت وتاراج سے بے برگ ہو گئے۔اور بڑے بڑے ثمر دار پیڑ موسم ناساز نے خشک کر دئے۔گل ویاسمین اُداس ہو گئے، لالہ ونرگس مرجھا کر سو گئے، سروشمشاد خمیدہ کمر ہو کر زمین پر گر گئے۔فیض روحانیت کے چشموں سے آب حیات بہنا بند ہو گیا۔آس پاس کی ویران زمینوں سے باد مخالف طرح طرح کی فضول روئیدگی کے تخم اڑا لائی اور خادموں کی بے پروائی سے وہ روئیدگی ایسا پھوٹی اور بڑھی کہ سارے گلستان پر پھیل گئی۔ یہاں تک کہ خرامش کے عراق بھی نیچے چھپ گئے۔

آہ! وہ چمن اسلام جس کو عرب کے بانکے باغبان (ﷺ) کی دلفگار، جانفشانیوں اور پُر درد دعاؤں اور محنتوں اور جہاں تاب حکمتوں نے آباد اور شاداب کیا تھا۔جس کے پھولوں کی مہک نے تمام عالم کے دماغوں کو معطر کیا تھا۔جس کے پھلوں کی شیرینی اور لذت نے دنیا کو شیریں کام کر دیا تھا۔جس کے نخل و نہال کی سرسبزی اور شادابی اور حسن نے جہان کو اپنا مداح بنا لیا تھا۔جس میں حکمت اور معرفت کے دریا موجیں مار رہے تھے۔جس میں وہ پرند بسیرا کرتے تھے جن کی پرواز کا منتہا عرش معلیٰ سے بھی بلند تھا۔جس کی سدابہار رونق اپنی طرف ہر ایک دل کو کھینچتی تھی اور جس کی بلبلوں کی نغمہ سرائیاں بڑے بڑے عیاروں کے ہوش چھین لیتی تھی۔ وہ چمن جو اندر تو ہر ایک قسم کے پھلوں اور دلکش پھولوں اور روح افزاء ہواؤں وغیرہ سے معمور ہو رہا تھا۔اور بیرونی طور پر ایک ایسا حصنِ حسین تھا۔مضبوط حصار تھا کہ حاسد دشمن کی کوئی پیش نہ جاسکتی تھی۔اس کی مقدس اور مستحکم عمارت میں جابجا رخنے پڑ گئے۔اس کے بحرو بر میں طرح طرح کے مفاسد سے پُر ہوائیں ایسی تیزی سے چل پڑیں کہ ہر طبقہ کے مسلمانوں کے دماغوں میں ان کا اثر سرایت کر گیا۔اور سب

کے سروں میں بدعملی اور لاپروائی اور انہماک دنیا عام طور پر سما گیا تھا۔ وہ حضرات اہل علم جو جادۂ نبوت حضور سرور کائنات علیہ افضل التحیات والتسلیمات پر جانشین کی حیثیت سے بیٹھ کر لاف علم وفضل مارتے اور بدعیانہ تقریروں سے رگیں پھلاتے تھے۔ جن کا منصب یہ تھا کہ صرف دین کی خدمت کے لئے اپنی ہمت اور مجاہدے کا احرام ہمیشہ باندھے رکھتے وہ آپ ہی بگڑ بیٹھے۔ اور خدا پرستی اور تقویٰ کی راہوں کو چھوڑ کر دین کی طرف سے غافل ہو گئے۔ علوم حقانی جن سے معرفت الٰہی اور تزکیہ نفس کا سبق ملتا تھا ان کے توغل کے چراغ کو گل کر کے قرآن سے پیٹھ پھیر کر اور شریعت کو ترک کر کے جیفہ دنیا کے شکار کرنے میں ایسے سرگشتہ اور منہمک اور سابق ہوئے کہ اس میدان میں کسی کو اپنا ثانی نہ رہنے دیا۔

اسی طرح وہ دوسرا گروہ جو صوفیوں اور مقدس ولیوں کی جانشینی کے مدعی اور سجادہ ہائے پیری و خلافت پر مست فرما ہیں۔ وہ بھی سلوک کی منازل فنا و بقا طے کرنے کے مجاہدوں کو چھوڑ کر فنا فی الدنیا کے قعر (گڑھے) میں جا داخل ہوئے۔ زبانی (کلامی) ترہات و تامات سے حلقہ نشینوں کے دلوں کو خوش کرنا اور چند بزرگوں کے قصوں اور لطیفوں سے سامعین کو محظوظ کرنا اور قرآن چھوڑ کر شجرۂ سلسلہ اور چہل کاف اور نادعلی اور مثنوی اور قصائد کے وردوں میں دن رات لگے رہنا اور ہر ایک مجاہدہ اور ریاضت حصول دنیا اور تسخیر قلوب کے عملیات تک محدود رکھنا۔ اور گرد نامۂ حب اور رقابت نامہ عداوت اور چند وہمی شفا بخش اور مشکل کشا تعویذوں اور نقشوں کا جاننا ان بزرگوں کی جانشینی کے لئے مستحق ٹھہرانے کا کافی جوہر سمجھے ہوئے ہیں۔ ان قبر پرستی کے ایجنٹوں کے درباروں (الا ماشاء اللہ) قبجہ مہ جبینیاں پر یوش (حسین وجمیل طوائف) بن کر مرکز حلقہ ہوتی اور اپنی عیارانہ عشوۂ گریوں اور پیشہ ورناز و انداز سے مادہ پرست لوگوں کو کھینچ کر حلقہ بگوش بنواتی ہیں اور حضور کا وقتِ عزیز راگ وسرور کے ذریعہ سے منازل سلوک کے طے کرنے کا ذریعہ ٹھہرتا ہے۔ یہ مریدان خالص دوشیزگی کی نیازیں پیر صاحب ہی کے حضور میں پیش کرتیں اور اپنے بازار سے خریداری کی رونق کی دعائیں آپ سے ہی کراتی ہیں۔

غرض یہ بزرگ گروہ ہادیان دین راہ خدا کو چھوڑ کر محض نفس پروری اور لالچ وطمع اور عیش وعشرت کی اشاعت و تائید میں منہمک و مشتغل ہو گئے۔ یہیں تک بس نہ کی بلکہ ہر قسم کے کذب وخلاف گوئی اور ظلم و

جور سے حرص کے خزانے بھرنا شیوۂ عالم بنالیا۔ بلکہ یہاں سے تجاوز کر کے کیمیا گری کے ذریعہ سے خدا کے سارے خزانوں پر تصرف حاصل کرنے کی فکر میں غلطاں و پیچاں ہو گئے۔ اسی طرح امراء اسلام دین کی طرف سے غافل ہو کر ہوس دنیا میں ہمہ تن مصروف اور عیش و عشرت میں ایسے سرشار ہوئے کہ گویا دین سے ان کا کبھی کوئی رشتہ ہی نہیں ہوا۔ اور دوسرے طبقات کے مسلمانوں کی حالتیں بھی ناگفتہ بہ ہو گئیں۔ دین کے پہلو کو خالی کر بیٹھے اور اسلام کو کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا۔ غرض اسلام کی ساری فوج اس حصن حصین کی حفاظت کو چھوڑ اپنے اپنے دھندوں میں لگ گئی۔ اور اس تباہی اور مصیبت کے دن آئے کہ جن کی نظیر پیش کرنے کی دنیا کی توریخ ساکت اور عاجز ہیں۔

اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر مقہور دشمن جو ڈر کے مارے اپنے اپنے گھروں میں چھپے بیٹھے تھے تیغ و تبر اور تیر و تفنگ لے کر نکل پڑے اور اپنے بیلوں اور گدھوں کو اس چمن کے اندر آزاد چھوڑ دیا کہ وہ ہر گل رعنا کو روندیں اور کونپلوں کو تو چن کر کھا جاویں اور چمن کو ویران کر دیں۔ ان کی آڑ میں جنگلی جانور بھی اندر آ گھسے اور چمن کو ویران کرنے میں ان کے شریک ہوئے۔ صلیبی مذہب کئی بہروپ اختیار کر کے دجالی کرتبوں سے زمانہ میں محیط ہو گیا۔ کہیں تو سکول اور شفا خانے اس دجل کی اشاعت کے لئے کھولے۔ کہیں صوفیوں اور واعظوں اور منادوں کے بھیس میں ضلالت کی اشاعت کی۔ کہیں زنانہ واعظ بن کر نکلے۔ کہیں طمع نان و نفقہ دیا۔ کہیں مہ جبینیاں سیمیں تن (چاندی نمابدن) پری پیکر کے دام میں گرفتار کر کے لاکھوں انسان دجل کے پھندے میں پھنسائے اور جو اظہار کی جرأت نہ رکھتے تھے۔ انہیں اس نمائش اور لوبھ نے سست اعتقادی بنا دیا۔ اس مذہب صلیب پرستی نے بے چارے ناکردہ گناہ مسیح کے گلے میں کفارہ کی لعنت کا ہار ڈال کر اس کو اسفل السافلین میں داخل کیا۔ (نعوذ باللہ) اور اپنے پرستاروں کے لئے ہر ایک فسق و فجور کا دروازہ کھول دیا اور پیرس کے بازار اور لنڈن کا ہائیڈ پارک اپنی تاثیرات کا مجسم نمونہ بنا دکھایا۔ اتنی بات پر ایمان لانا کہ مسیح خدا کا اکلوتا بیٹا بلکہ قادر المطلق خدا تھا۔ اور اس نے تمام جہان کے گناہوں کو ایک گٹھری میں باندھ کر سر پر اٹھایا اور آپ صلیب پر چڑھ کر سب کے صدقے ہو مرا۔ اور بہ خیال ان کے ابدی لعنت میں گرفتار ہو گیا۔ نجات ابدی کے لئے ایک مضبوط اور مستند لائسنس سمجھ لیا گیا۔ اور اس پاکیزگی کے سرچشمہ اور نبیوں کے سردار خدا کے پاک حبیب محمد احمد

ﷺ پر اپنے خُبثِ نفس کے باعث تمام جہان کے گندہ اوصاف اور الفاظ بیساختہ افترا کئے۔ وہ جو پاکیزگی کا سردار اور علوم حقہ کا مخزن تھا اسے شہوت پرست اور فریبی، دغا باز، لٹیرا، حیلہ باز، دھوکہ باز، عشق باز، خونریز، جھوٹا، گناہ گار، مکار، ریاکار، ڈاکو، مفتری، دجال، گمراہ، چور، رہزن، رفیق شیطان۔ اپنی بیٹی کو نظر خبث سے دیکھنے والا اور کیا کچھ نہ کہا۔ (نعوذ باللہ من ذالک) اور اسلام اور قرآن اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو دنیا کی تمام بدیوں اور ظلموں کا معلم اور ہر قسم کے گندوں کا مرتکب قرار دیا۔

اس یورش صلیب پرستی کو دیکھ کر جنگلی مواد خند بھی جوش میں آ گئے اور مختلف پیرائے اختیار کر کے ان حملوں میں ان کے مددگار بنے۔ بعض حاسد اور کینہ توز، احسان فراموش اسلام کے خانہ زاد غلاموں نے بے وفائی کر کے اس موقعہ کو غنیمت سمجھا اور اپنے سایۂ گستر محسن کی بیخ کنی کے لئے ایک فوج تیار کر لی جس کا نام بعض قتلی مناسبتوں کے لحاظ سے آریہ رکھا اور صلیب پرستوں کے نقش قدم پر سرور انبیاء ﷺ کو گالیاں دینے میں اتنا جوش دکھایا کہ اپنے استاد سے بھی بڑھ نکلے۔ بدگوئیوں اور گالیوں سے دنیا کے کسی ایک بزرگ کو نہ چھوڑا۔ آنحضرت ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام اور ازواج مطہرات آنحضرت ﷺ اور صحابہ کبار اور ائمہ اربعہ اور دیگر بزرگان دین اور عام مسلمانوں کو ناحق گالیاں دیں اوسخت ناپاک کلمات بولے ہیں۔ جن کو بیان کرنے اور لکھنے کی دل کو طاقت نہیں۔ خدا تعالیٰ اس خبیث باطن قوم پر لعنت اور غضب کی مار نازل فرماوے۔ جس نے تمام مسلمانوں کا دل دکھانا اور دنیا کے تمام راستبازوں کو گالیاں دینا بے باک اور سنگ دل ہو کر اپنا شیوہ بنا لیا۔ آمین! یا احکم الحاکمین۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا

(سورہ النساء آیت ۱۱۳)

ترجمہ: اور جو کسی خطا کا مرتکب ہو یا گناہ کرے پھر کسی معصوم پر اس کی تہمت لگا دے تو اس نے بہت بڑا بہتان اور کھلم کھلا گناہ (کا بوجھ) اٹھا لیا۔

جو کوئی جرم و گناہ کر کے خود مجرم ہو اور پھر یہ بے باکی کرے کہ بری شخص (یعنی جو اس جرم و گناہ

سے بَرِی ہو) کو اس جرم کا الزام لگاوے یہ بہت بڑا بہتان اور گناہ عظیم ہے جس کا گراں بوجھ اس نے اٹھایا۔ یعنی ضرور وہ خدا کی لعنت میں گرفتار ہوگا۔

اسی طرح ان لوگوں کو ذرا خوف خدا نہ آیا کہ مذہبی آڑ میں نیوگ کے گند میں ایسے لپٹے ہوئے ہیں کہ اس کی موجودگی میں اپنے میں سے کسی کا صحیح النسب ہونا ہی ثابت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جس حال میں وہ اپنے سامنے اپنی بیاہتا نازنین کو نیوگ کے بہانے سے کئی غیروں سے ہمبستری کرنے اور نو تک بچے لینے کی اجازت دیتے ہیں بلکہ خود ایسے بیرج داتا کے لئے ہر ایک سامان آسائش مہیا کرتے اور اس کو اس بخشش کے صلہ میں اپنے بستر پر اپنی بیاہتا مہ جبین کے ساتھ سلاتے ہیں اور پھر ایک نہیں کئی بیرج داتاؤں سے اسی طرح تخم حاصل کرا کے ان کے نطفوں کو اپنی اولاد قرار دیتے ہیں۔ تو صحت نسب کہاں رہ سکتی ہے۔ غرض اس قسم کے لوگ اٹھ اٹھ کر اسلام پر حملے کرنے لگے۔ اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اندرون حصار اسلام میں غفلت اور کم ہمتی اور دنیا پرستی طاری ہو جانے سے سفلہ دشمن حملہ کرنے کے لئے کمین گاہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ ایسی حالت ہو رہی تھی کہ زمانہ زبان حال سے پکار پکار کر مرثیے پڑھ رہا تھا۔

ظہور مہدی کی ایک علامت: جہالت اور اخلاقی اقدار کا فقدان

دہریت اور مادہ پرستی اور بے دینی کی ایسے زور سے یورش ہوئی کہ لوگوں سے خدا پر ایمان رکھنا ہی چھوٹ گیا۔ اپنے پرائے سارے اسی بات پر متفق ہو گئے اور خدا کے حقوق سے بکلی بے پروا بن بیٹھے۔ فہم و ذکا اور عقل و قیاس کا سارا زور حصول دنیا میں لگ گیا۔ اور دنیا اور اس کے اسباب بہم پہنچوانے میں بڑی بڑی ترقیات حاصل کیں مگر روحانی طور پر اندھے مفلس اور محض بے خبر رہے۔ اور خدا کی عظمت کو بھول کر ماسو کے آگے گردن جھکائے ہوئے تھے۔ اوروں کا تو یہ حال ہو ہی رہا تھا۔ یہ ایسی تند و تیز اَثر ہوا تھی کہ اس سرزمین کے رہنے والوں کے دلوں کی ساحت پر لاکھوں غیر اللہ مقاصد نے معبودیت کی پٹری جمالی۔ جہاں مقدس ابراہیمؑ نے متبتل منقطع الی اللہ ہو کر اور تمام ذرائع معاش سے ہجرت کر کے دنیا کو برومند ہونے کا سبق دینے کے لئے مکرمہ معظّمہ ہاجرہؓ اور ننھے لخت جگر (اسمٰعیلؑ) کو تنہا چھوڑا تھا۔ وہ بنجر ریگستان جو کسی شے

کے تخم کو پیٹ میں لے کر نکالنے کے اوصاف نہ رکھتا تھا، وہ بے آب ودانہ جنگل جہاں انسان کا رہنا تو درکنار گزر بھی مشکل تھا۔ وہ تنہائی جہاں نہ کوئی اپنا نہ پرایا خبر گیر اور مددگار تھا۔ وہ شدت تمازت آفتاب جہاں پر نہ کوئی جھونپڑا اور نہ کوئی درخت سایہ کے لئے آڑ تھا۔ جہاں کھانے پینے، رہنے سہنے کا کوئی آسرا نہ تھا۔ آسرا تھا تو ایک خدا کا جو زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے۔ انہوں نے خدا کے لئے تمام جہاں سے روگردانی اور ہجرت کی۔ پس خدا نے قبول فرمایا اور انہیں برومند کیا۔ اور اس ننھے بچے کو عظیم الشان اور کامیاب انسان بنایا اور تمام روحانی اور جسمانی او ارزمینی اور آسمانی نعمتیں اور برکتیں اور اعزاز واکرام اسی گھر کے لئے مخصوص کردئے۔ اور رسولوں کے سردار اور نبیوں کے سرتاج کا باپ بننے کا اسی کو شرف بخشا جو تمام عالمین کے لئے رحمت اور فضل مجسم ہوا۔ اور جس نے انسان کو خدا تک پہنچایا۔ اور ورطۂ ضلالت میں ڈوبنے والوں کو ترایا۔ اور گرفتاران گرداب ہلاکت کی ناؤ کو پار لگایا۔ اس کے فرمودہ وہ تمام علامات ونشانات پورے ہو گئے جو ہادی برحق مسیح موعود اور مہدی مسعود کے آنے کے لئے مقرر تھے۔ اور ہر ایک تعبیر کے ساتھ پہاڑ اڑائے گئے۔ سٹیم کی طاقت نے اونٹوں سے باربرداری کا کام چھین کر انہیں بے کار کر دیا۔ مال ودولت زیادہ ہو گیا۔ ریاکاروں نے فقاہت اور وعظ پیشہ اختیار کیا اور:

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبرمی کنند
چوں بخلوت میر ونداّں کا دیگر می کنند

کے مصداق بن گئے۔ قاری قرآن کے تارک۔ کمینے صاحب رتبہ شریف ذلیل ہو گئے۔ اشتہار اور کتابیں بکثرت منتشر ہونے لگیں۔ دریا خشک اور پایاب کر کے نہریں کاٹنے اور جنگل آباد ہونے لگے۔ جنگوں کے بڑے بڑے خطرناک سامان پیدا ہو گئے۔ تمام علماء ربانی دنیا سے کوچ کر گئے اور جاہلوں اور سفیہوں نے ان کی جگہ لے لی۔ مسجدیں خوب مزین اور آراستہ مگر ان میں ذرائع نور ہدایت مفقود ہو گئے۔ ہمیشہ سے بے علمی اور جہالت کے گھٹا ٹوپ بادلوں کے نیچے دبی رہنے والی قومیں اس زمانہ کی تہذیب اور نئی روشنی سے مستفید ہوئیں۔ تمام مذاہب میں تزلزل اور جوش واقع ہو گیا۔ تجارت وسیع ہو گئی۔ زمین کے پیٹ میں جو کچھ بھرا پڑا تھا وہ سب کچھ باہر آ گیا۔ تمام علوم دنیا جیسے طب، ٹائپ، ادب، حرب، فلاحت، تجارت،

ہئیت ،طبعیات ، نباتات ، معدنیات ، موجودات ،حیوانات ، جراحی ، ملاحی ، انجینئری ، ریاضی ، طبعی ، نقشہ ، فلسفہ ، جغرافیہ ، تواریخ ، تصویر ، جرثقیل ، آواز ، کلام ، منطق وغیرہ میں اس قدر یکتن اور یکسو اور مجتمع ہو کر کوششیں کیں کہ انہیں معراج ترقی کو پہنچا دیا۔ اور ادھر چوری ، قزاقی ، ڈاکہ ، زنا ، قمار بازی ، شراب ، فریب جعل ، جھوٹ ، خیانت ، دغا ، غصب ، ظلم ، غدر ، بخل وغیرہ بداخلاقیوں کا کمال تام پیدا ہو گیا۔ سفر بہت بڑھ گیا اور اطمینان قلب اور قناعت اور آرام اٹھ گیا۔ سود ، رشوت خوری ، عہد شکنی ، حلف دروغی ، سفا کی شیوہ عام ہو گیا۔ اسراف مایہ فخر ہو گیا۔ گانے والی عورتیں نچانا ذریعہ اکرام سمجھا گیا۔ یاجوج و ماجوج یعنی آگ اور پانی کے سٹیم سے کام لینے والی قومیں ہر کام میں تمام دنیا پر سبقت لے گئیں۔ خنزیر کی طرح بے غیرتی دیوثی ، ناعاقبت اندیشی ، جہالت ، کینہ ، خلاف فطرت وافعال وغیرہ خصائل رزیلہ کر لئے گئے اور صدی کا سرا بھی نزدیک آن پہنچا۔

اس طرح سینکڑوں آثار اور علامات نصوص قرآنیہ و حدیثیہ سے آمد مسیح موعود کے مقرر تھے جو پورے ہو گئے ۔ ایسا ہی اولیائے کرام اور اہل کشوف نے بھی جو زمانہ مسیح موعود کے لئے ظاہر کیا ہوا تھا وہ بھی آن پہنچا۔

ظہور آفتاب کی قربت کے آثار

غرض نقار خانۂ عالم میں ایک دولہا کی آمد آمد کی دھوم دھام اور شور برپا ہو رہا تھا۔ اور ہر کس و ناکس اپنے اپنے حسب حال اس نوشہ کے استقبال کی تیاریوں میں لگ رہا تھا۔ اور یہ سرگرمی کا زمانہ ایک زندگی بخش بارش کی خوشخبری دے رہا تھا کہ یکا یک باد بہار نے خزاں کو دھکیلنا شروع کیا اور اپنی روح افزا تاثیر سے مُردوں کو ہوش سنبھالنے کا پیغام سنایا۔ مرجھائے ہوئے نخل و نہال کو مژدہ زندگی سنایا۔ اور بلبلوں کو ابھارا کہ اب وہ گلستان میں آ کر چہچہائیں اور نغمہ سرائیاں کریں۔ فراش باد صبا نے فرش مخمل زمرد بن کے قالین اس چمن میں بچھانا شروع کئے ۔ اور خازنان نور ہدایت نے روشنی کی قندیلیں چاروں طرف روشن کرنی شروع کیں کہ تمام عالم جگمگانے لگے۔

اے مبارک موسم اُمید! تیرے دم سے مردوں میں جانیں پڑی ہیں۔ اے نو بہار رحمت الٰہی! تو باران فضل لے کر ہم پر برسنے آیا ہے۔ اے خجستہ صدی کی کلید! تیرے مقدمت پر قربان، تو نے ڈوبتی ہوئی ناؤ کو سہارا دلایا ہے۔ اے مشرق علم صبح! ہزار سال کی لمبی تاریک رات کے بعد ہم دل شکستوں کو خدا نے تیرا چہرہ دکھایا ہے اور تیرے آنے سے نسیم سحر کے ساقی مہ رو نے اپنا حسن دل افروز دریچۂ نور سے دکھایا ہے۔

اب دور ہو، اے ضلالت اور تاریکی۔ اپنے لشکروں کو ہٹا لے کہ ان سب کو پاؤں تلے مسلے جانے کا زمانہ آگیا ہے۔ اور شپران شب دیجور کو ان اجالے نے اپنے گھونسلوں میں الٹے لٹکایا ہے۔ اٹھو! اے خواب غفلت میں سونے والو۔ شب فیج اعوج گزر گئی اور صبح ہدایت کا آفتاب طلوع ہونے لگا۔ اے مشرق و مغرب ہوش کرو اور دیکھ کہ اب وہ سردار، زیب فرمائے سریر نبوت و ماموریت ہوتا ہے جس کے لئے تم ترستے تھے۔

غرض جب آپ چالیس برس کی عمر کو پہنچ گئے اور آپ کی ابتدائی تربیت کے مختلف کورس پورے ہو گئے تو آپ کو اس عہدہ جلیلہ پر مامور کرنے کی تیاری کر لی گئی جس کے لئے آپ پیدا کئے گئے تھے۔ پہلے آپ کو بذریعہ خواب اطلاع کی گئی کہ آپ کے والد صاحب (جن کا آپ کی راہ میں کسی نہج سے رکاوٹ ہونے کا احتمال ہوسکتا تھا) کی سرپرستی کا سایہ اب اٹھ جانے کو ہے۔ اور اسی کی تائید میں یہ الہام ہوا وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ (سورہ الطارق آیت۲) ترجمہ: قسم ہے آسمان کی اور رات کو ظاہر ہونے والے کی۔ (تذکرہ، نیا ایڈیشن ۲۰۰۹، صفحہ ۳۰)

یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا و قدر کا مبدء ہے اور قسم اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا۔ اور آپ کو سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی آپ کے والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائیں گے۔ جب آپ کو یہ الہام ہوا تو بشریت کی وجہ سے خیال آیا کہ بعض ذرائع آمدنی انہیں کی زندگی سے وابستہ ہیں۔ نہ معلوم اب کیا کیا ابتلا پیش آئیں گے۔ اسی وقت یہ دوسرا الہام ہوا:

الیس اللہ بکاف عبدہ (تذکرہ، نیا ایڈیشن ۲۰۰۹ء، صفحہ ۳۱) یعنی کیا خدا اپنے بندے کو کافی نہیں۔ اس الہام نے آپ کو عجیب سکینت اور اطمینان بخشا اور فولادی میخ کی طرح دل میں دھنس گیا۔ پھر

خدا نے اپنے اس مبشرانہ الہام کو ایسے طور پر سچا کر دکھلایا کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔ اور خود آپ کا ایسا متکفل ہوا کہ کسی کا بڑا مہربان باپ بھی ایسا متکفل نہیں ہو گا۔ آپ کے والد شام کو آٹھ بجے کے قریب فوت ہو گئے۔ یہ ایک پہلا دن تھا جو آپ نے بذریعہ الہام الٰہی ایسا رحمت کا نشان دیکھا۔ اس الہام کو آپ نے انہیں دنوں میں ایک نگینہ پر کھدوا کر اس کی انگشتری بنوائی۔ جو بڑی حفاظت سے اب تک آپ کے ہاں رکھی ہوئی ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت ساری رکاوٹیں آپ کی راہ سے اٹھا دی گئیں۔ ایک طرف ان کا اٹھایا جانا تھا کہ دوسری طرف بڑے زور و شور سے سلسلہ مکالمات الٰہیہ کا آپ سے شروع ہوا۔ چونکہ اسی کام کے لئے خدا تعالیٰ نے آپ کی چالیس سال تک تربیت فرمائی تھی۔ اور یہی وہ سلسلہ تھا جو آپ کی زندگی کا مدعا تھا۔ کچھ عرصہ تک اس میں آپ کو صاحب تجربہ و مہارت کرنے کے لئے رکھا۔

ماموریت کا الہام

اور پھر جب تیرھویں صدی کا آخیر اور چودھویں صدی کا آغاز ہونے لگا۔ تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے نہایت لطف و کرم سے بذریعہ الہام خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔ اور یہ الہام ہوا

الرحمن علم القرآن لتنذر قوما ما انذر اٰباء هم و لتستبين سبيل المجرمين ۔ قل انی امات و انی اول المومنين (تذکرہ، نیا ایڈیشن ۲۰۰۹ء، صفحہ ۵۶)

یعنی قرآن سکھلایا اور اس کی صحیح معنی تجھ پر کھول دئے۔ یہ اس لئے ہوا تا ان لوگوں کو بدانجام سے ڈراوے کہ جو باعث پشت در پشت کی غفلت اور نہ متنبہ کئے جانے کے غلطیوں میں پڑ گئے اور تا ان مجرموں کی راہ کھل جائے کہ جو ہدایت پہنچنے کے بعد بھی رہ راست کو قبول کرنا نہیں چاہتے۔ ان کہ کہہ دے کہ میں مامور من اللہ ہوں اور اول مومنین ہوں۔ یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپا ہوا موجود ہے جو اسی زمانہ میں شائع ہو گئی تھی۔ پھر اس کے بعد اس بارہ میں بارش کی طرح الہامات ہوتے رہے۔ اور مختلف پیراؤں میں ان فقرات کو تکرار رہا۔ چنانچہ چند الہامات کا ترجمہ اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔

خدا کا امر آ رہا ہے۔ پس تم جلدی مت کرو۔ یہ بشارت ہے جو قدیم سے نبیوں کو ملتی رہی ہے۔ خدا

ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں یعنی ادب اور حیأ خوف الٰہی کی پابندی سے ان ظنی راہوں کو بھی چھوڑتے ہیں جن میں معصیت اور نافرمانی کا گمان ہوسکتا ہے۔ اور دلیری سے کوئی قدم نہیں اٹھاتے بلکہ ڈرتے ڈرتے کسی فعل یا قول کا قصد کرتے ہیں اور خدا ان کے ساتھ ہے جو اس کے ساتھ اخلاص اور بندں سے نیکی بجالاتے ہیں۔ وہ قوی اور غالب ہے۔ وہ ہر ایک امر پر غالب ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔ جب وہ کسی بات کو چاہتا ہے تو کہتا ہے ''ہو'' تو وہ بات ہو جاتی ہے۔ کیا تم مجھ سے بھاگ سکتے ہو اور ہم مجرموں سے انتقام لیں گے۔ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف انسان کا قول ہے۔ اور ان باتوں میں دوسروں نے اس شخص کو مددی ہے۔ یہ تو جاہل ہے یا مجنون ہے۔ ان کو کہہ دے کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو تا خدا بھی تمہیں دوست رکھے۔ اور جو لوگ تجھے ٹھٹھا کرتے ہیں ان کے لئے کافی ہیں۔ میں اس شخص کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کے درپے ہے۔ اور میں اس شخص کی مدد کروں گا جو تیری مدد کرنا چاہتا ہے۔ میں ہوں جو۔ میرے پاس ہو کر میرے رسول ڈرا نہیں کرتے۔ جب خدا کی مدد اور فتح آئے گی اور تیرے رب کا کلمہ پورا ہو جائے گا کہ یہ وہی ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے ار جب ان کو کہا جاتا ہے کہ زمین پر مت فساد کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرتے ہیں۔ خبردار ہو! کہ وہی مفسد ہیں۔ اور تجھے انہوں نے ہنسی اور ٹھٹھے کی جگہ بنا رکھا ہے۔ اور ٹھٹھا مار کر کہتے ہیں کہ کیا یہ وہی شخص ہے جو خدا نے مبعوث فرمایا۔ یہ تو ان کی باتیں ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ ہم نے ان کے لئے حق پیش کیا۔ پس وہ حق قبول کرنے سے کراہت کر رہے ہیں۔ اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے عنقریب وہ جان لیں گے کہ وہ کس طرف پھیرے جائیں گے۔ خدا ان تہمتوں سے پاک اور برتر ہے جو یہ بکواس کر رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو خدا کی طرف سے بھیجا ہوا نہیں۔ ان کو کہہ دے کہ خدا کی میرے پاس گواہی موجود ہے۔ پس کیا تم ایمان لاتے ہو۔ تو میری درگاہ میں وجیہہ ہے۔ میں نے اپنے لئے تجھے چن لیا ہے۔ جب تو کسی پر ناراض ہو تو میں اس پر ناراض ہوتا ہوں۔ اور ہر ایک چیز جس سے تو پیار کرتا ہے میں بھی اس سے پیار کرتا ہوں۔ خدا اپنے عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔ اور تیری طرف چلا آتا ہے۔ تو مجھ سے اس مرتبہ پر ہے جس کو دنیا نہیں جانتی۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ فشل سے۔ اس خدا کو حمد ہے

جس نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔ اور وہ باتیں سکھلائیں جن کی تجھے خبر نہ تھی۔ لوگوں نے کہا کہ یہ مرتبہ تجھے کہاں سے ملا اور کیوں کر مل سکتا ہے۔ ان کو کہہ دے کہ میرا خدا عجیب ہے۔ اس کے فضل کو کوئی رد نہیں کر سکتا۔ جو کام وہ کرتا ہے اس سے پوچھا نہیں جاتا کہ ایسا کیوں اور کیونکر کیا۔ مگر لوگ اپنے اپنے کاموں سے پوچھے جاتے ہیں۔ تیرا رب جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اس نے اس آدم کو پیدا کر کے اس کو بزرگی دی۔ میں نے اس زمانہ میں ارادہ کیا کہ اپنا خلیفہ زمین پر قائم کروں۔ پس میں نے اس آدم کو پیدا کیا اور لوگوں نے کہا کہ تو ایسا شخص اپنا خلیفہ بناتا ہے جو زمین پر فساد کرتا ہے۔ یعنی پھوٹ ڈالتا ہے۔ تو خدا نے انہیں کہا کہ جن باتوں کا مجھے علم ہے تمہیں وہ باتیں معلوم نہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ایک بناوٹ ہے۔ کہہ خدا ہے جس نے یہ سلسلہ قائم کیا۔ پھر یہ کہہ کر اِن کو اپنے لہولعب میں چھوڑ دے اور ہم نے حق کے ساتھ اِس کو اتارا ہے اور ضرورت حقہ کے موافق وہ اترا۔ اور ہم نے تجھے تمام دنیا کے لئے رحمت عام کر کے بھیجا ہے۔ اے احمد تو میری مراد ہے اور میرے ساتھ ہے۔ تیرا بھید ہے۔ تیری شان عجیب ہے۔ اور اجر قریب ہے۔ میں نے تجھے روشن کیا۔ اور میں نے تجھے چنا۔ تیرے پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جیسا کہ موسیٰ پر زمانہ آیا تھا۔ اور تو ان لوگوں کے بارے میں میری جناب میں شفاعت مت کر جو ظالم ہیں کیونکہ وہ غرق کئے جائیں گے۔ اور یہ لوگ مکر کریں گے اور خدا بھی ان سے تدبیر کرے گا اور خدا تعالیٰ بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔ وہ کریم ہے جو تیرے آگے آگے چلتا ہے۔ اور اس کو وہ اپنا دشمن قرار دیتا ہے جو تجھ سے دشمنی کرتا ہے۔ اور وہ عنقریب تجھے وہ چیزیں دے گا جن سے تو راضی ہو جائے گا۔ ہم زمین کے وارث ہوں گے اور ہم اس کو اِسکی طرفوں سے کھاتے جاتے ہیں تا کہ تو اس قوم کو ڈراوے جن کے باپ دادا ڈرائے نہیں گئے۔ اور تا کہ مجرموں کی راہ کھل جائے۔ کہہ میں مامور ہوں اور میں سب سے اول مومنین ہوں۔ کہہ میرے پر یہ وحی نازل ہوئی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے۔ اور تمام خیر قرآن میں ہے۔ اس کے حقائق و معارف تک وہی لوگ پہنچتے ہیں جو پاک کئے جاتے ہیں۔ پس تم اس کے بعد یعنی اس کو چھوڑ کر کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ یہ لوگ ارادہ کرتے ہیں کہ کچھ ایسی کوششیں کریں کہ تیرا کام ناتمام رہ جائے۔ لیکن خدا تو یہی چاہتا ہے کہ تیری بات کو کمال تک پہنچا دے اور خدا ایسا نہیں ہے کہ قبل اس کے جو پاک اور پلید میں فرق کر کے دکھلا دے تجھے چھوڑ

دے۔ خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو (یعنی مسیح موعودؑ کو) ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تا وہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ اور خدا کا وعدہ ایک دن ہونا ہی تھا۔ خدا کا وعدہ آ گیا ہے اور ایک پیر اس نے زمین پر مارا اور خلل کی اصلاح کی۔ خدا تجھے دشمنوں سے بچائے گا اور اس شخص پر حملہ کرے گا۔ اس کا غضب زمین پر اتر آیا۔ کیونکہ لوگوں نے معصیت پر کمر باندھی اور وہ حد سے گزر گئے۔ بیماریاں ملک میں پھیلائی جائیں گی اور طرح طرح کے اسباب سے جانیں تلف کی جائیں گی۔ یہ امر آسمان پر قرار پا چکا ہے۔ یہ اس خدا کا امر ہے جو غالب اور بزرگ ہے۔ جو کچھ قوم پر نازل ہوا خدا اس کو نہیں بدلے گا۔ جب تک کہ وہ لوگ اپنے دلوں کی حالتیں نہ بدلیں۔ وہ اس گاؤں کو جو قادیان ہے کسی قدر ابتلا کے بعد اپنی پناہ میں لے لے گا۔ الخ

اسی طرح آپ کو عربی، فارسی، اردو میں اپنے دعویٰ کے متعلق الہامات ہوتے رہے۔ چنانچہ منجملہ ان کے قابل خاص توجہ وہ الہامی قصیدہ ہے جو ازالۂ اوہام میں درج ہے۔

براہین احمدیہ کی تصنیف

منجملہ تصانیف میں سب سے پہلے آپ نے براہین احمدیہ لکھی اور اس کتاب میں اسلام کے مخالف تمام مذاہب کے باطل اور کچے اصول کو کئی سو مضبوط دلائل سے توڑ برجستہ اور قاطعہ براہین سے ثابت کر دیا کہ اسلام ہی سچا اور معقول اور واجب العمل مذہب ہے۔ اور آج روئے زمین پر قرآن شریف ہی سب الہامی کتابوں سے افضل اور اکمل اور اتم اور احسن کتاب ہے۔ جس کا کلام الٰہی ہونا دلائل قاطعہ سے ثابت ہے۔ جس کے اصول نجات بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں۔ اور عقائد کامل اور مستحکم اور احکام حق محض پر قائم ہے اور تعلیمات ہر طرح کی آمیزش شرک و بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک ہیں جو سراسر خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور عظمت کی طرف رہنما ہیں۔ جو کسی اعتقاد کو زبردستی نہیں منواتا بلکہ ہر ایک مدعا کی صداقت کے وجوہات حجج و براہین سے ایسے طور پر ثابت کرتا ہے کہ انسان یقین کامل اور معرفت تام کے مرتبہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال

اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں ان تمام کو روشن دلائل سے دور کرتا ہے اور تمام آداب سکھاتا ہے۔ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اس کی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا قانون قدرت کی عکسی تصویر ہے اور تمام انبیاء اور پیشوایان مذہب سے صرف آنحضرت محمد ﷺ ہی افضل واکمل واعلیٰ نبی ہیں۔ اور ہر نوع کے کمال میں سب سے اعلیٰ اور برتر اور رحمۃ اللعالمین ہیں۔ اور تمام آثار صداقت جو آنحضرت ﷺ میں کامل طور پر جمع ہیں کسی دوسرے میں کوئی ایک بھی ثابت نہیں۔ اور نبوت کی علت غائی آپ ہی کی ذات مبارک میں متحقق ہو رہی ہیں اور تمام مخالفان اسلام مثلاً یہودی، عیسائی، آریہ، سناتنی، بدھ، دہریہ، برہمو، بت پرست، طبیعہ اباحتی وغیرہ کے وساوس اور شبہات اور اعتراضات کا ہر نہج سے قطعی طور پر قلع قمع کیا ہے اور کمال تحقیق اور تدقیق سے عقلی طور پر بحث کر کے ثابت کر دیا گیا ہے کہ اسلام کے مقابل میں تمام مذاہب مخالف کے اصول اور عقائد صداقت اور معقولیت خارج ہیں۔ اور کوئی مخالف اسلام مذہب معیار صدق پر کھرا ثابت نہیں ہو سکتا۔ خوبی یہ کہ کوئی دعویٰ اپنی طرف درج نہیں کیا بلکہ ہر ایک دعویٰ اور دلیل قرآن شریف ہی سے پیش کئے گئے ہیں اور تمام مباحث کو نہایت متانت اور تہذیب اور عمدگی سے قوی و امین استدلال کے مذاق پر مگر بہت آسان طور پر کمال خوبی اور موزونیت اور لطافت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کتاب کے مضامین خود بتا دیں گے کہ یہ کتاب کن کن اعلیٰ مضامین اور انوار کو اپنی گود میں لئے ہوئے ہے۔ اس کی تعریف میں میری زبان اور قلم کو کچھ لکھنے کی کیا طاقت و توانائی ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا لکھنا دائرہ انسانی سے خارج ہے اور بجز تائید الٰہی اور نصرت الٰہی ایسی کتاب کا موجود ہو جانا محال ہے۔ تمام صدیوں کے مسلمانوں میں ایسی کتاب کوئی پائی نہیں جاتی۔

مولوی محمد حسین صاحب کا براہین پر ریویو

وہ حضرات جو میدان مخالفت میں سب سے آگے قدم رکھنے والے ہیں جیسے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی وہ بھی اس کی تعریف کرنے سے خاموش نہ بیٹھ سکے بلکہ بیساختہ اور بلا کسی درخواست کے طویل مضامین اس کی تائید میں اپنے رسالہ میں بطور ریویو لکھے ہیں۔ چنانچہ اشاعت السنہ نمبر ۶ جلد ۷

میں لکھتے ہیں:

''ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی'' اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرف میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں کم پائی گئی ہے۔

براہین احمدیہ کا چیلنج

''سب سے بڑی بات جو اس جگہ درج کرنے کے قابل ہے کہ آپ نے اس کتاب کے شروع میں بڑے موٹے قلم اور جلی خط میں تمام منکرین حقانیت قرآن مجید اور نبوت آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقابلہ پر اتمام الحجہ اقرار صحیح قانونی و شرعی واشائع کیا کہ اگر منکرین میں سے کوئی صاحب مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو در بارہ حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ اسی کتاب سے اخذ کر کے تحریر کی گئیں ہیں اپنی الہامی کتاب سے ثابت کر کے دکھائے یا ان سے نصف یا ثلث یا چوتھا یا پانچواں حصہ ہی نکال کر پیش کرے یا اگر پیش کرنے سے عاجز ہو تو اسی کتاب ہی کے مندرجہ دلائل کو توڑ دے تو اس صورت میں مجیب کو بلا عذر و حیلہ دس ہزار روپیہ کی جائداد دے دی جائے گی''۔

اس اشتہار نے تمام دریدہ دہن معاندان اسلام کو دم بخود کر دیا۔ آج تک کسی کا حوصلہ نہیں پڑا کہ اس کا جواب لکھ کر دس ہزار روپیہ معہودہ کا مطالبہ ہی کر سکے۔ یہ ایک ایسا قدم تھا کہ جس نے بیک دم اسلام کے دشمنوں کو پیچھا دکھا دیا اور انہوں نے اپنے عمل سے صداقت اسلام اور نبوت حضرت خیر الانام پر مہریں لگا دیں۔ اس کتاب کے بعد ان لوگوں کا اسلام کے برخلاف بولنا سوائے نالائقی اور ہٹ دھرمی کے اور کچھ بھی نہیں رہا۔ اب ان کے ہاتھ میں اس کے بعد کیا ہے جو وہ پیش کر سکتے ہیں۔ یہ سب سے پہلا اور عظیم الشان حربہ مذاہب باطلہ پر تھا۔ آپ نے اسی بات پر اکتفا نہ کیا کہ یہ اشتہار صرف کتاب میں ہی لگا رہے بلکہ اس کی چھپائی شروع کرتے ہی کثیر التعداد اشتہارات اردو اور انگریزی میں چھپوا کر تمام دنیا میں شائع کئے۔

بڑے بڑے سلاطین، وزراء، امراء، لارڈ بشوپ، بشوں، مشاہیر، پادریوں، پنڈتوں اور ہر مذہب کے سرگرہوں کے پاس اس کو پہنچایا۔

اس اشتہار میں صاف چیلنج تھا کہ میں اس خدا کی طرف سے مامور ہوں جو اسلام کا حافظ و نگہبان ہے مجھے خدا نے اس واسطے مامور کیا ہے کہ اسلام کی صداقت دنیا پر ظاہر کروں اور اس بات کا ثبوت دوں کہ قرآن کریم ہی صفحہ روزگار پر الٰہی کتاب ہے جس میں تمام صداقتیں اور حقائق بھر ہوئے ہیں۔ اور جو واجب التعمیل ہے اور حضرت فخر الاولین والاخرین امام المتقین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سچے نبی ہیں۔ اور وہ ہی واجب الاطاعت ہیں۔ ان کی اتباع کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔ اگر ان امور میں کسی کو شک ہو تو میرے پاس آئے میں اس کی تسلی کر دوں گا۔ اور تسلی نہ پانے کی صورت میں بہت انعام کے علاوہ ان کے حرج وخرچ کا ذمہ دار ہوں گا۔ یہ اشتہار عام طور پر ایک خط کے ساتھ شامل کر کے روانہ کیا گیا تھا جس کو اس جگہ بعینہٖ نقل کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد ماہ جب گزارش ضروری یہ ہے کہ یہ عاجز (مؤلف براہین احمدیہ) حضرت قادر مطلق جلشانہٗ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ بنی ناصری اسرائیلی (مسیح) کے طرز پر کمال مسکینی وفروتنی وغربت وتذلل وتواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے اور لوگوں کو جو راہ راست سے بے خبر ہیں صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی نجات حاصل ہوتی ہے اور اس عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھاوے۔ اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے۔ جس کی ۳۷ جزو چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہٰذا میں درج ہے لیکن چونکہ ساری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے۔ اسی لئے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل یہ خط معہ اشتہار انگریزی شائع کیا جائے اور اس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان وانگلستان وغیرہ بلاد جہاں تک ارسال خط ممکن ہو جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور اور معزز برہمو صاحبان وآریہ صاحبان ونیچری صاحبان وحضرات مولوی صاحبان جو وجود خوارق وکرامات سے منکر ہیں اور اس وجہ سے اس عاجز سے بد

ظن ہیں ارسال کی جاوے۔

یہ تجویز نہ اپنے فکر واجتہاد سے قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولیٰ کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیشگوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب جو خط پہنچنے پر رجوع نہ کریں گے ملزم و لاجواب ومغلوب وجائیں گے بناءً علیہ یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور مشہور اور مقتدا ہیں ارسال کیا جاتا ہے اور آپ کے کمال علم اور بزرگی کی نظر سے امید ہے کہ آپ اس خط کے مضمون کی طرف توجہ فرما کر طلب حق میں کوشش کریں گے۔آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو آپ پر حجت تمام ہوگی۔اوراس کارروائی کی (کہ آپ کو رجسٹر شدہ خط ملا اور پھر آپ نے اس کی طرف توجہ مبذول نہ فرمائی۔حصہ پنجم کتاب میں پوری تفصیل سے اشاعت کی جائے گی۔اصل مدعاء خط جس کے ابلاغ کے لئے میں مامور ہوا ہوں یہ ہے کہ دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے۔اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیشگوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے۔جس کو طالب صادق اس خاکسار (مؤلف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعائنہ چشم تصدیق کر سکتا ہے۔

”آپ کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہے تو آپ طالب صادق بن کر قادیان تشریف لائیں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا بچشم خود ملاحظہ کرلیں لیکن اس شرط ونیت سے جو طالب صادق کی نشانی ہے کہ بمجرد آسمانی نشانوں کے اس جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔

اس شرط ونیت سے آپ آوینگے تو ضرور انشاء اللہ تعالیٰ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے کہ جس میں تخلف کا امکان نہیں۔اب آپ تشریف نہ لاویں تو آپ پر خدا کا مواٴخذہ رہا اور بعد انتظار تین ماہ کے آپ کی عدم توجہی کا حال درج حصہ پنجم میں ہوگا۔اور آپ آویں تو ایک سال تک رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کو آپ اپنی شان کے شایاں نہ سمجھیں

تو اپنے حرج اوقات کے عوض یا ہمارے وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے۔ طالبانہ حرجانہ یا جرمانہ کے لئے ضروری ہے کہ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم سے اجازت طلب کریں۔ اور جو لوگ حرجانہ یا جرمانہ کے طالب نہیں ان کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ بذات خود تشریف نہ لاسکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدے کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرمادیں۔ مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اس شخص کے آپ اظہار اسلام یا تصدیق خوارق ایک سادہ کاغذ پر جس پر چند ثقات مختلف مذاہب کی شہادتیں ہوں تحریر کردیں۔ جس کو متعدد اردو انگریزی اخباروں میں شائع کیا جائے گا۔ ہم سے اپنے دو سو روپیہ ماہوار جرمانہ یا حرجانہ (یا جو آپ پسند کریں اور ہم اس کی ادائیگی کی طاقت بھی رکھیں) عدالت میں رجسٹری کرالیں۔ اور اس کے ساتھ ایک حصہ جائداد بھی بقدر شرط رجسٹری کرالیں۔ بالآخر یہ عاجز حضرت خداوند کریم جلشانہٗ کا شکریہ ادا کرتا ہے جس نے اپنے دین کی براہین ہم پر ظاہر کیں۔ اور ان کی اشاعت کے لئے ایک آزاد سلطنت کی حمایت میں جو گورنمنٹ انگلش ہے ہم کو جگہ دی۔ اس گورنمنٹ کا بھی حق شناسی کی رو سے یہ عاجز شکریہ کرتا ادا کرتا ہے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

فقط

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور (ملک پنجاب) ''

اس اشتہار سے عام طور پر لوگوں میں ایک ہلچل پڑ گئی اور طبعی مناسبتوں کے لحاظ سے ہر ایک انسان پر اس کا مخالف یا موافق اثر ہوا۔ بعض کی فطرتی نکبت نے ان کو مخالفت کی طرف رہنمائی کی اور سعید فطرت لوگ جوق در جوق مصائب سفر برداشت کرکے حاضر خدمت ہونے شروع ہو گئے۔ ابھی تک سلسلہ تبلیغ کا کام محدود تھا۔

ماموریت کا اظہار بذریعہ اشتہار

آخر یکم دسمبر ۱۸۸۸ء بحکم الہام ربانی بیعت کے لئے اشتہار شائع کیا گیا۔ اور وہ یہ ہے:

''میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب میں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر یہ طاقت پاتے ہیں۔ انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا۔ بشرطیکہ وہ ربانی شرائط پر چلنے کے لئے بدل و جان تیار ہوں گے۔ یہ ربانی حکم ہے جو میں نے آج پہنچا دیا۔ اس بارہ میں عربی حکم یہ ہے:

فاذا عزمت فتوکل علی اللہ واصنع الفلک باعیلنا و وحینا الذین یبایعو نک انما یبایعون اللہ. یداللہ فوق ایدیھم

المبلغ خاکسار غلام احمد عفی عنہ

یکم دسمبر ۱۸۸۸ء

(مجموعہ اشتہارات، جلد اول، صفحہ ۱۸۸)

شرائط بیعت کے الفاظ

اس کے بعد ایک اور اشتہار بنام ''تکمیل تبلیغ'' شائع کیا جس میں مبایعین کے لئے بیعت کی شرائط درج ہیں۔ یہ شرائط ایسی راستی اور صدق آموز ہیں کہ انسان ان پر عمل کرنے سے سلوک کی تمام منزلیں جلد طے کر لیتا ہے اور کامل راستباز اور متقی بن سکتا ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں:

۱۔ بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے

شرک سے مجتنب رہے۔

۲۔ یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بد نظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم و خیانت اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہو گا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

۳۔ یہ کہ بلا ناغہ پنجوقتہ نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد و تعریف کو ہر روز اپنا ورد بناوے گا۔

۴۔ یہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح۔

۵۔ یہ کہ ہر حال رنج و راحت، عسر اور یسر اور نعمت و بلا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا اور بہر حالت راضی بقضا ہو گا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے سے اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ آگے قدم بڑھائے گا۔

۶۔ یہ کہ اتباع رسم و متابعت ہوا و ہوس سے باز آئے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے سر پر قبول کرے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

۷۔ یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

۸۔ یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

۹۔ یہ کہ خلق اللہ کی ہمدردی میں للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچائے گا۔

۱۰۔ یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار اطاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم

رہے گا۔اوراس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔

اس جگہ یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جن الفاظ میں آپ اپنے مریدوں سے بیعت کا اقرار لیتے ہیں وہ بھی لکھ دیئے جائیں۔ چنانچہ وہ یہ ہیں:

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں کہ جن میں گرفتار تھا اور میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا۔اور دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔

استغفر اللہ رب من کل ذنب و اتوب الیہ (۳ تین بار)

رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہٗ لا یغفر الذنوب الا انت

اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں۔ میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔

(تذکرہ، نیا ایڈیشن ۲۰۰۹ء، صفحہ ۲۱۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے عہد بیعت کے الفاظ درجہ ذیل کو رائج کیا۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد عبدہ و رسولہ

آج میں طاہر کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہوتا ہوں۔ میرا پختہ اور کامل ایمان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو وہی امام مہدی اور مسیح موعود تسلیم کرتا ہوں جس کی خوشخبری حضرت محمد ﷺ نے عطا فرمائی تھی۔ میں وعدہ

کرتا ہوں کہ مسیح موعود علیہ السلام کی مقرر فرمودہ دس شرائط بیعت کا پابند رہنے کی کوشش کروں گا۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ خلافت احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ وفا کا تعلق رکھوں گا اور بحیثیت خلیفہ المسیح آپ کی تمام معروف ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔

استغفر الله رب من کل ذنب و اتوب الیه

استغفر الله رب من کل ذنب و اتوب الیه

استغفر الله رب من کل ذنب و اتوب الیه

رب انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانهٗ لا یغفر الذنوب الا انت

اے میرے رب میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں تو میرے گناہ بخش کہ تیرے سوا کوئی بخشنے والا نہیں۔

مسیح موعود اور مہدی معہود کا دعویٰ

آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد مامور کیا ہے اور وہ مسیح و مہدی موعود کا جلیل القدر عہدہ جس کا پہلے نوشتوں میں ذکر ہے اور جس کے انتظار میں دنیا لگی ہوئی تھی اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہی ممتاز فرمایا ہے۔ اور آپ کو ہی امامت کا جامہ پہنا کر خلافت و رسالت کی خلعت عطا فرمائی ہے۔ حقیقت میں یہ دعویٰ بہت ہی اہم ہے جس کو انسان کی دنیوی اور اخروی زندگی کے ساتھ بہت گہرا اور نازک تعلق ہے۔ اس کے ظہور کی طرف مسلمانوں کے تمام فرقوں کی آنکھیں لگی ہوئی تھیں اور احادیث نبویہ اور کشوف اولیاء کی متواتر پیشگوئیوں کو پڑھ کر ہر ایک مسلمان اس بات کا منتظر تھا کہ کب وہ بشارتیں ظہور میں آتی ہیں کیونکہ یہ اس قدر تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں کہ کوئی اسلامی پیشگوئی اس سے بڑھ کر تواتر نہیں رکھتی اور علماء نے لکھا ہے کہ اس پیشگوئی سے انکار کرنے والے کو کفر کا اندیشہ ہے۔ مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ اکمل اور اتم طور پر اس صورت میں ثابت اور مسلم ہو سکتا ہے جبکہ مفصلہ ذیل پہلوؤں سے بپایۂ ثبوت پہنچ سکے۔

☆ وہ دعویٰ ضرورت حقہ کے ساتھ ہو۔

☆ وہ دعویٰ نصوص قرآنیہ اور آثار و اخبار صحیحہ کے خلاف نہ ہو۔ بلکہ وہ سب اس کی مؤید ہوں اور اس کی صحت پر گواہی دیں۔

☆ اس دعویٰ کی تصدیق اور تائید آسمانی نشانات اور ارضی و سماوی تغیرات کریں۔

☆ دلائل عقلیہ و علمیہ اس دعویٰ کی تائید کریں۔

☆ رحمت اور رحمانیت دونوں اوصاف الٰہی کے ماتحت اس مدعی کے ہاتھ سے نشانات ظاہر ہوں۔

☆ علم کتاب الٰہی اور اس کے اعجازی، حقائق و معارف و انوار اور برکات کو ظاہر کرنے میں تمام موجودہ زمانہ میں بے مثل ہو۔

☆ جن مقاصد کا موجودہ زمانہ میں غلبہ ہو ان کا قلع قمع کرنا اس دعویٰ کی تصدیق پر پوری صحت اور بصارت اور شجاعت سے ایمان ہو۔

مسیح موعود کے دعویٰ کو سمجھنے میں ایک ایسی مشکل پڑی ہوئی ہے جس کا ان تمام امور پر غور کرنے سے پہلے فیصلہ ہو جانا ضروری ہے کیونکہ زمانہ فی اعوج کے علماء نے سخت غلط فہمیوں کی وجہ سے پانے اعتقاد میں قابل شرم تنازعات جمع کر لئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ حضرت مسیح ابن مریم ناصری اسرائیلی ابھی تک نہیں مرے بلکہ اس خاکی جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر چڑھ گئے تھے اور ابھی تک اسی جگہ اس انتظار میں زندہ بیٹھے تاک رہے ہیں کہ کب دنیا پر سخت مفاسد کی تاریکی چھا جائے کہ میں اس بے کاری اور انتظاری کی زندگی کے دورہ کو ختم کروں اور دنیا کے کسی مکان کی چھت پر اتروں اور وہاں لوگوں کو پکاروں کہ سیڑھی لاؤ اب میں نیچے زمین پر آنا چاہتا ہوں۔ خدا ان لوگوں پر رحم کرے۔ ان کو ذرا سمجھ نہ آئی کہ تمام مفسد جو زمانہ میں پیدا ہو رہے ہیں وہ سب مسیح ناصری کو زندہ ماننے اور اس کے عنصری جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھنے اور اس کے دوبارہ دنیا میں آنے کے اعتقاد سے پیدا ہوئے ہیں۔

کفر اور شرک کا یہ ایک ایسا خطرناک حملہ لوگوں کے ایمان پر ہے جس نے مذہب کی آڑ میں ایک طرف لوگوں سے توحید خالص کو چھین کر شرک و تثلیث کی پلیدی سے ملوث کیا اور دوسری طرف ایک عالم کے

گناہوں کے کفارہ کی لعنت کا ہار اس غریب مسیح ناصری کے گلے میں پہنا کر اسے اسفل السافلین میں پہنچایا اور ادھر لوگوں کو ہر ایک بدکاری کے ارتکاب کا لائسنس دے دیا۔ مولویوں کے اس اعتقاد نے عیسائیوں کو ان کی مشرکانہ تعلیم پھیلانے میں بڑی بھاری مدد دی ہے اور ان کو میت پرستی میں دلیر کر دیا ہے۔ حضرت سرور کائنات ﷺ جن کا کوئی نبی بھی ثانی نہیں ہوسکتا ان کی نسبت فوت ہو جانے اور زمین مدینہ میں مدفون ہونے کا اقرار ان مولوی صاحبان کی طرف سے عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک مضبوط اقبالی دستاویز ہے کہ مسیح اپنے خواص میں انسانی سطح سے بلند تر بلکہ بزرگ ترین انبیاء سے مستثنیٰ اور نرالا اور اعلیٰ ہے اور اسی وراء الانسانیت خاصیت کے اعتقاد نے امداد کا سہارا دے کر اس کی خدائی کو مضبوط کیا۔ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایک انسان کی ایسی گت بنائی جاتی ہے اور پھر اس کو ایک اعلیٰ خوبی کا کام سمجھا جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ قرآن شریف کی طرف غور سے دیکھتے تو ان کو واضح ہو جاتا کہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں۔

وفات مسیح ناصری از روئے قرآن

دیگر امور پر غور کرنے سے صاف نظر آتا ہے کہ نصوص قرآنیہ و اخبار صحیحہ ان کے دعویٰ کی صحت پر گواہی دیتے ہیں۔

۱۔ قرآن شریف سورۂ مزمل کی آیت ۱۶ میں:

اِنَّآ اَرۡسَلۡنَآ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا ۵ لا شَاهِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا

ترجمہ: یقیناً ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف بھی ایک رسول بھیجا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے سلسلہ نبوت محمدیہ کو سلسلہ نبوت موسیٰ کا مثیل بیان فرمایا ہے اور سلسلہ نبوت موسوی کی چودھویں صدی میں مسیح ابن مریم کو دین موسوی کی تجدید کے لئے مبعوث فرمایا تھا اس لئے امر مماثلت پورا کرنے کے لئے سلسلہ محمدی میں بھی ایک مسیح کا تشریف لانا ضروری ہوا۔

۲۔ ایسا ہی قرآن شریف کی آیت:

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْامِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ص وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ (سورہ النور آیت ۵۶)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا سے پہلے خلافت کے سلسلہ کا مثیل آخری زمانہ میں ایک سلسلہ خلافت روحانی قائم ہونا صاف ظاہر ہے۔ اوراس میں یہ ایک لطیفہ ہے کہ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ جو نفس مدعا ہے اس کے اعداد بحساب ابجد ۱۳۰۵ ہوتے ہیں۔ جس میں یہ اشارہ اس سلسلہ کی طرف ہے جو چودھویں صدی میں قائم ہوا ہے۔

سنن بیہقی، سنن ابی داوٗد، مستدرک حاکم میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ جو حدیث ان اللہ یبعث لھذا الامۃ علیٰ رأس کل مأۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا آئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ تیرھویں صدی کی گھٹا ٹوپ اندھیری رات کا گزرنا اور چودھویں صدی کا آنا اور دجالی فتنہ کا دنیا کا غالب ہونا۔ اور یاجوج ماجوج کا ہر بلندی اور ترقی میں نمودار ہونا۔ دنیا کی الفت کا غالب ہو جانا اور خدا پرستی اور روحانیت کا مردہ ہو جانا ایک عیسوی انفاس مجدد کا تقاضا کر رہا ہے۔

ظہور مہدی کی آفاقی علامات

ویسا ہی قرآن شریف کی بہت سی آیات اور کثیر التعداد ارضی وسماوی حوادث وتغیرات اس دعویٰ کی تصدیق وتائید میں ظاہر ہو چکی ہیں۔ جن کا مفصل بیان کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ وہ اس قدر ہیں کہ کئی جلدوں میں بھی ختم نہیں ہو سکتے۔ بہر حال اس جگہ بطور نمونہ چند نشانات لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ آسمانی نشان قرآن شریف میں وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (سورہ القیامہ آیت ۱۰) ترجمہ: اور سورج اور چاند اکٹھے کئے جائیں گے۔

اور حدیث دار قطنی میں اس کی تشریح کہ مہدی موعود کے لئے دو نشان آسمان پر ایسے ظاہر ہوں

گے جو دنیا میں پہلے واقع ہی نہیں ہوئے۔یعنی ماہ رمضان میں سورج کو گرہن لگنے کے پہلے دن میں اور چاند کو گرہن لگنے کی درمیانی رات میں گرہن لگیں گے۔

پس یہ دونوں نشان بھی خدا کے فضل و کرم سے اس زمانہ میں پورے ہوئے۔ چنانچہ اس متفقہ اور غیر مجروح حدیث کے مطابق جمعرات ۱۳ ماہ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ، ومطابق ۲۲ مارچ ۱۸۹۴ء، مطابق ۹ چیتر ۱۳۰۰ بنگالی و ۱۳۰۱ ملکی و ۱۲۵۵ مگی و ۱۸۱۵ شاکی و ۱۸۱۶ برمی ومطابق ۱۰ چیتر ۱۳۰۰ عملی ولایتی ومطابق یکم حمل ۱۸۱۶ نوروز ومطابق چیت ۱۳۰۱ فصلی ومطابق یکم چیت ۱۳۰۱ فعلی ومطابق یکم چیت بدی ۱۹۵۰ سمت بکرمی **چاند گرہن** واقع ہوا۔

اور اِسی رمضان المبارک کی ۲۸ تاریخ بروز جمعہ ۱۶، اپریل ۱۸۹۴ء و چیتر ۱۳۰۰ بنگالی و ۱۳۰۱ ملکی و ۱۲۵۵ مگی و ۱۸۱۵ شاکی و ۱۸۱۶ برمی ومطابق ۲۵ چیتر ۱۳۰۱ عملی ولایتی ومطابق ۱۶ حمل ۱۸۱۶ نوروز و مطابق ۱۶ چیت ۱۳۰۱ فصلی ومطابق ۱۵ چیت بدی، سمیت ہندی **سورج گرہن** واقع ہوا۔

۲۔ شریعت کا متروک ہوجانا۔

۳۔علماء کا ظلمت عصیاں وحب دنیا میں گرفتار ہونا۔

۴۔تمام مذاہب میں تزلزل واقع ہونا۔

۵۔خروج دجال۔

۶۔اور دریاؤں کا خشک اور پایاب کر کے نہریں نکال کر بنجر زمینیں آباد کر دینا۔

۷۔پیداوار بڑھنا۔

۸۔ریل، تار۔

۹۔پریس۔

۱۰۔ڈاک وغیرہ کا ایجاد ہوکر مروج ہونا۔

۱۱۔اونٹ بیکار اور بے قدر ہو جانا وغیرہ۔ بے شمار نشانات ایسے ہیں جو یہاں بوجہ عدم گنجائش نہیں

لکھے جا سکتے۔ مختصر طور پر ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں اور بموجب حدیث کے۔

۱۲۔ ستارہ ذوالسنین بھی مدت ہوئی کہ نکل چکا اور قرآن اور پہلی کتابوں اور سنیوں اور شیعوں کی حدیثوں کے موافق۔

۱۳۔ طاعون بھی ملک میں ظاہر اور محیط ہوگئی۔ حج بھی روکا گیا۔ کسر صلیب بھی سخت محسوس ہوئی کیونکہ ۲۹ لاکھ تو مرید عیسائی پنجاب اور ہندوستان میں ہوگیا اور دورِ آدم سے چھ ہزار برس بھی گزر گیا۔

امام مہدی کا حلیہ جو احادیث میں مذکور ہے

ان نشانات کے علاوہ وہ نشانات وکرامات ہیں جو مدعی کی ذات سے وابستہ ہیں۔ جیسے آپ کا حلیہ جو احادیث کے بیان کردہ حلیہ کے مطابق ہے۔ یعنی رنگ گندم گون، قد درمیانہ، آنکھ بڑی، کشادہ پیشانی، اونچی ناک، چہرہ ستارہ کی طرح چمکیلا، داڑھی گھنی، بال سیدھے لٹکتے ہوئے، دانت چمکیلے، سینہ چوڑا، ران کشادہ اور آپ کا فارسی الاصل ہونا جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

ایسے ہی وہ نشانات ہیں جو خدا کی وحی اور الہام کے ذریعہ سے آپ پر اور آپ کے ہاتھ سے ظاہر ہوئے۔ یہ نشانات شریعت الٰہی کے پُشتی بان ہیں۔ اور کشتیِ اہل اسلام کو جو گناہوں کے سبب غرق ہونے لگی تھی جلد تر کنارے پر پہنچانے والے ہیں۔

الہام رحمانی کی نشانیاں

ہم چند نشانات نیچے چل کر لکھیں گے۔ لیکن یہاں ان سے پہلے یہ ضروری ہے کہ رحمانی الہام کی چند نشانیاں ناظرین کی واقفیت کے لئے لکھ دیں اور وہ یہ ہیں:

☆ الٰہی طاقت اور برکت اس کے ساتھ ایسی ہوتی ہے کہ اگرچہ اور دلائل ابھی ظاہر نہ ہوں وہ طاقت بڑے جوش اور زور سے یہ بتلاتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور ملہم کے دل کو ایسا اپنا مسخر بنا لیتی ہے کہ اگر اس کو آگ میں کھڑا کیا جاوے یا ایک بجلی اس پر گرنے لگے وہ کبھی نہیں کہہ سکتا۔ یہ الہام شیطانی ہے

یا حدیث النفس ہے یا شکی اور ظنی ہے بلکہ ہر دم اس کی روح بولتی ہے کہ یہ یقینی ہے اور خدا کا کلام ہے۔

خدائی الہام میں

☆ ایک خارق عادت شوکت ہوتی ہے۔

☆ وہ پر زور آواز اور قوت سے نازل ہوتا ہے۔

☆ اس میں ایک لذت ہوتی ہے۔

☆ اس میں ایک خدائی کشش ہوتی ہے اور وہ کشش ملہم کو عالم تفرید اور انقطاع کی طرف کھینچی ہے اور آخر اس کا اثر بڑھتا بڑھتا سلسلہ مبایعین پر پڑ جاتا ہے تب ایک دنیا اس کی طرف کھینچی چلی آتی ہے اور بہت سی روحیں اس کے رنگ میں بقدر استعداد رنگین ہو جاتی ہیں۔

☆ سچا الہام غلطیوں سے نجات دیتا ہے اور بطور حکم کے کام کرتا ہے۔ سچے الہام کی پیشگوئی فی حد ذاتہٖ سچی ہوتی ہے گو اس کے سمجھنے میں لوگوں کو دھوکا ہو۔

☆ سچا الہام تقویٰ کو بڑھاتا اور اخاقی قوتوں کو زیادہ کرتا ہے اور دنیا سے دل برداشتہ کرتا ہے اور معاصی سے نفرت دلاتا ہے۔

☆ سچا الہام چونکہ خدا کا کلام ہے اس لئے وہ اپنی تائید کے لئے خدا کے فعل کو ساتھ لاتا ہے۔ اور اکثر بزرگ پیشگوئیوں پر مشتمل ہوتا ہے جو سچی نکلتی ہیں۔ اور قول و فعل دونوں کی آمیزش سے یقین کے دریا جاری ہو جاتے ہیں اور انسان سفلی زندگی سے منقطع ہو کر ملکوتی صفات بن جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ پر غیبی امور کے نزول کی بعض مثالیں

یقینی الہام میں جو آپ کو عطا کیا گیا ہے وہ حصہ جو خوارق پیشگوئیوں پر مشتمل ہے کہ کب یہ قدر اس میں سے بطور نمونہ درج ذیل کئے جاتے ہیں۔ وھوھذا۔

۱۔ منجملہ ان نشانات کے ایک وہ نشان ہے جو ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی مذہب کے وکیل کی نسبت ظاہر ہوا۔ مئی اور جون ۱۸۹۳ میں اسلام اور عیسائیت کے درمیان ایک مباحثہ قرار پایا جس میں عیسائی

مذہب کی طرف سے عبداللہ آتھم اور اسلام کی طرف سے حضرت اقدس مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام منتخب ہوئے۔ آتھم بہت شوخی اور سختی سے رسول کریم ﷺ گالیاں دینے والا تھا۔ ان کو دجال کہتا تھا۔ پندرہ دن تک مباحثہ ہوتا رہا اور آپ دعا کرتے رہے۔ جب بحث ختم ہوگئی تو آپ نے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر بحث کے خاتمہ کے دن بھری مجلس میں یہ پیشگوئی سنا دی کہ اگر آتھم اس شوخی اور گستاخی سے توبہ اور رجوع نہیں کرے گا تو وہ پندرہ مہینوں کے اندر ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ جب آتھم کو یہ پیشگوئی اس مجلس میں سنائی گئی تو اس کا رنگ فق ہو گیا اور ہاتھ کانپنے لگے۔ اور بار بار کہتا تھا توبہ توبہ میں نے بے ادبی اور گستاخی نہیں کی۔ اس کے بعد پیشگوئی کی ہیبت سے آئندہ اسلام کے برخلاف کچھ بھی نہ لکھا اور توہین واستخفاف سے اپنا منہ بند کر لیا۔ اور شہر بہ شہر ڈرتا پھرا۔ اس لئے خدا نے اس کو اس پیشگوئی کی میعاد میں مہلت دے دی۔ مگر اس میعاد کے گزرنے کے بعد وہ اپنے رجوع پر قائم نہ رہا۔ پھر آخری اشتہار کی میعاد کے اندر ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ کو فیروزپور میں مر گیا۔ اور اسلام کی صداقت اور عیسائیت کے ابطال پر مہر کر گیا۔

۲۔ منجملہ ان نشانات کے لیکھرام کی موت کا نشان ہے۔ لیکھرام ہمارے نبی ﷺ کا سخت دشمن اور بدزبان تھا۔ آریوں کا مسلم لیڈر اور ایڈوکیٹ تھا۔ آریہ قوم کے انتخاب سے آریہ مذہب کی طرف سے آپ کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے قادیان پہنچا۔ وہاں بھی اس نے فحش گوئی اور قابل شرم گالیوں کے سوا کچھ نہ سنایا۔ وہ آپ اپنی موت کے متعلق نشان کا طلبگار رہا۔ پھر اس کی نسبت پیشگوئی شائع ہوئی کہ لیکھرام قتل کے ذریعہ سے چھ سال کے اندر اس دنیا سے کوچ کرے گا اور وہ عید سے دوسرا دن ہوگا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ وہ ساعت چھٹی ہوگی اور تاریخ بھی چھٹی ہوگی۔ اس پیشگوئی کو بہت مشہور کیا گیا۔ آخر ۶ مارچ ۱۸۹۷ چھ بجے شام کے قریب شہر لاہور میں عید کے دوسرے دن کوئی شخص لیکھرام کے پیٹ میں دن دہاڑے چھری مار کر ایسا غائب ہوا کہ آج تک پتہ نہ ملا۔ آریہ قوم نے بڑا شور مچایا اور مقتول کی ہمدردی کے لئے سارے ملک میں جلسے کئے اور سال بہ سال جلسوں کے لئے اس ماتم کا ایک دن مقرر کیا تا کہ یہ واقعہ ہمیشہ تازہ رہے۔ اور نظموں اور نثروں میں مرثیے اور بین لکھ کر ملک میں شائع کئے۔ غرض یہ ایک عظیم

الشان پیشگوئی تھی۔ جس سے آریہ مذہب پر اسلام کی نمایاں اور حقیقی فتح ہوئی۔

۳۔ منجملہ ان نشانات کے ایک مستقل نشان انی مهین من اراد اھانتک کا ہے۔ یہ ایک نہایت پر شوکت وحی ہے جس کا ظہور مختلف پیرایوں اور قوموں میں ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ جس کسی نے جس رنگ میں ذلیل کرنے کی کوشش کی وہ اسی رنگ میں خود ذلیل ہوا۔ مثلاً مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے کپتان ڈگلس کی کچہری میں بہ نیت توہین آپ کے برخلاف گواہی دی تو اسی عدالت میں سخت معتوب اور ذلیل ہوا۔

۴۔ ایسا ہی مہر علی شاہ گولڑوی نے آپ کی توہین چاہی تو اول اعجاز المسیح کا جواب عربی میں نہ لکھنے پر ذلیل ہوا اور پھر ایک متوفی کی تحریرات اپنے نام پر بطور سرقہ شائع کر کے ذلیل ہوا۔ اور اس چوری سے بہت ذلتیں اٹھائیں۔ (۱) مردہ کے مال کا چور (۲) چونکہ مال سب کھوٹا تھا اس لئے دوسری ذلت یہ ثابت ہوئی کہ علمی رنگ میں بصیرت کی آنکھ ایک ذرہ اس کو حاصل نہ تھی۔ (۳) سیف چشتیائی میں اقرار کیا کہ یہ میری تصنیف ہے اور بعد ازاں ثابت ہو گیا کہ وہ محمد حسن فیضی متوفی ساکن بھین کی تصنیف ہے۔

۵۔ منجملہ ان نشانات کے بعض لوگوں کے ساتھ تو مباہلے بھی ہیں۔ مثلاً مولوی عبدالحق غزنوی نے جون ۱۸۹۳ء میں آپ کے ساتھ امرتسر کی عید گاہ کے میدان میں مباہلہ کیا۔ اس کے بعد عبدالحق کی شہرت وعزت خاک میں مل گئی اور بے اولاد رہا اور اس طرف حضرت ممدوح کی جماعت اور اولاد اور فتوحات میں نمایاں ترقی ہوئی۔ اور متواتر ترقیات وفتوحات ہو رہی ہیں جو اب حد وحساب سے باہر ہیں۔

۶۔ اس طرح مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری نے حضرت ممدوح کے لئے اپنی کتاب فتح رحمانی کے صفحہ ۲۷ پر بددعا کی تھی اور اس کا یہ اثر ہوا کہ ابھی سال نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ آپ ہی بحسرت تمام شکار اجلِ مباہلہ ہو گیا۔

۷۔ اس طرح ایک مولوی نے کتاب نیز اس کا حاشیہ لکھتے ہوئے آپ کے حق میں کسرہ اللہ کی

بدعا کی۔سوابھی حاشیہ ختم کرنے نہ پایا تھا کہ اس کی اپنی ہی ساری اولاد مرگئی اور وہ ابتر ہوگیا۔اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور لڑکا دیا۔اسی طرح مولوی اسمٰعیل علیگڑھی نے اپنی کتاب میں آپ کی ہلاکت کے لئے دعا لکھی تو اللہ تعالیٰ نے اُسی کو ہلاک کر دیا۔

۸۔ اسی طرح مولوی محی الدین لکھوکھی والے نے خدا پر افتراء کر کے ایک الہام آپ کے خلاف شائع کیا۔خدا سے اطلاع پا کر آپ نے اس کی ہلاکت سے قبل از وقت اس کو اطلاع دی اور اسی کے مطابق وہ جلد پکڑا گیا اور ہلاک ہوا۔

۹۔ اسی طرح محمد حسن فیضی ساکن بھین نے آپ کی کتاب اعجاز المسیح پر الفاظ لعنت اللہ علی الکلذ بین کے ساتھ مباہلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے دو ماہ کے اندر ہی اس کو ہیبت ناک بیماری سے ہلاک کر دیا۔

منجملہ ان نشانات کے کثرت سے ایسے الہامات ہیں جو آپ کو اپنے سلسلہ کی ترقیات کے متعلق ہوئے ہیں اور وہ سب پورے ہوئے اور ہو رہے ہیں اور آئندہ ہوں گے۔چنانچہ براہین احمدیہ میں کئی ایسے الہامات موجود ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ ”خدا کی مدد قریب ہے۔لوگ ہر ایک راہ سے تیرے پاس پہنچیں گے۔تو اکیلا نہیں چھوڑا جائے گا۔لوگ تیری طرف بکثرت آئیں گے۔کثرت ہجوم سے گھبرانا اور تھکنا مت۔خدا نے تجھے اپنا خلیفہ زمین میں مقرر کیا ہے“۔غرض اس قسم کے بے شمار الہامات ہیں جو کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

۱۰۔ منجملہ ان نشانات کے وہ نشانات ہیں جن میں غیروں کی قضا وقدر کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیب سے اطلاع دی اور وہ باتیں اُسی طرح پوری ہوئیں جیسے بشمبر داس قادیانی،شرمپت قادیانی، سرسیّد احمد خان صاحب،احمد بیگ ہوشیار پوری،شیخ مہر علی رئیس ہوشیار پور،علی محمد خاں،نواب جھبر،نظام الدین،امام الدین قادیانی،دلیپ سنگھ،پنڈت اگنی ہوتری دیانند،عباس علی لدھیانوی وغیرہ کے متعلق پیشگوئیاں کیں اور سب پوری ہوئیں۔

۱۱۔ منجملہ ان نشانات کے ایک یہ ہے کہ دسمبر ۱۸۹۶ء میں بمقام لاہور تمام مذاہب کا ایک

بڑا بھاری جلسہ ہوا جس میں تمام مذاہب کے وکلاء اور نامی آدمی اپنی قوم کی طرف سے منتخب ہو کر دور و نزدیک سے اس بات کا فیصلہ کرنے جمع ہوئے کہ مذاہب مروجہ میں کون سا مذہب حق اور بنی آدم کے لئے سب سے مفید اور اصل مقصد زندگی کا حاصل کرا دینے والا ہے۔ آپ نے بھی اس جلسہ کے لئے مضمون لکھا۔ اور قبل از وقت یہ الہام شائع کر دیا کہ ہمارا مضمون ہی غالب رہے گا۔ پس ایسا ہی ہوا کہ تمام مذاہب کے وکلاء نے پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر گواہیاں دیں کہ آپ کا مضمون ہی سب پر غالب رہا۔

۱۲۔ غرض آپ کی دعاؤں کی قبولیت اور آپ پر امور غیبیہ کا انکشاف اور آپ کی پیشن گوئیوں کے بلا استثناء پورا ہونے کا سلسلہ ایک ناپیدا کنار دریا کی طرح ہے جو احاطۂ تحریر و تقریر میں نہیں آ سکتا۔ منجملہ ان کے ایک وہ نشان ہے جو پہلے نوشتوں میں آپ کی ذات شریف کا خاصہ بیان کیا گیا تھا۔ یعنی آپ سلطان القلم ہیں۔ آپ نے عربی، فارسی، اردو، نظم و نثر میں اپنے دعویٰ کی تصدیق کی اسلام کی عظمت اور قرآن شریف کی صداقت اور سرور کائنات کی عظمت اور عصمت اور رسالت کے ثبوت میں اور لوگوں کی اخلاقی حالت سنوارنے اور مذاہب باطلہ کی تردید میں بے شمار کتب و رسائل اور اشتہارات چھپا کر تمام ممالک میں شائع کئے اور بعض اب تک زیر طبع ہیں۔ اور بہت سے حصہ قرآن شریف کی تفسیر بھی کر دی ہے۔ یہ سب تحریرات خدا تعالیٰ کی تائید سے اعجازی رنگ رکھتی ہیں۔ اور ہزارہا روپے کے انعامی اشتہارات دئے گئے کہ اگر کوئی مولوی صاحب اکیلے یا جماعت معاونین و کتب ہمراہ لے کر مقابلہ پر لکھ سکیں۔ تو وہ انعام پاویں۔ مگر باوجود اس کے کہ وہ لاکھوں ہیں اور عرب و شام کے علماء بھی مخاطب تھے تب بھی کسی کو حوصلہ نہ پڑا۔

۱۳۔ اس کے علاوہ دلائل حقہ کے موازنہ کے لئے بھی کئی کئی ہزار روپیوں کے اشتہار دئے گئے پر کوئی بھی مقابلہ پر آمادہ نہ ہوا۔ تمام علمی دنیا یورپ و امریکہ و ایشیاء آپ کے سلطان القلم ہونے پر ایمان لا چکی ہے۔ میں چاہتا تھا کہ یہاں آپ کے تصانیف کی فہرست دے دوں لیکن قلت گنجائش مانع ہے۔

۱۴۔ منجملہ ان نشانات کے وہ مقدمات ہیں جو مختلف قوموں کی طرف سے آپ کو اور آپ کے سلسلہ کو تباہ کرنے کی غرض سے عدالتوں میں آپ پر کئے گئے۔ ایک مقدمہ تو عیسائیوں اور آریوں اور

مسلمانوں کی متفقہ کوشش سے کیا گیا۔ جس میں امرتسر کے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک جو ایک مشہور معروف سرکردہ پادریان پنجاب سے مدعی ہوا۔ یہ مقدمہ اسی طرح ہوا کہ ایک شخص عبد الحمید جو نہایت بدچلن تھا قادیان آیا اور وہاں سے اپنی بدچلنی کی وجہ سے بحکم حضرت ممدوح نکال دیا گیا۔ وہ امرتسر میں گیا اور عیسائیوں کے سکھلانے سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع امرتسر کے روبرو اظہار دئے کہ مجھے مرزا غلام احمد نے ڈاکٹر کلارک مذکور کو قتل کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ ڈپٹی کمشنر امرتسر نے وہ مقدمہ گورداسپور بھیجا۔ عبد الحمید نے تین چار دفعہ حلفی بیان دئے اور مولوی محمد حسین بٹالوی پیشوائے اہل حدیث اور چودھری رام بھجدت پریزیڈنٹ آریہ سماج نے اعانت کی۔ لیکن آخر اللہ تعالیٰ کے مامور کی دعا سے اس کے دل میں حق بات کہنے کی جرأت پیدا ہوگئی اور اس نے عدالت کپتان ڈگلس صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں اقرار کرلیا کہ عیسائیوں نے مجھے سکھلا کر اظہار دلوایا تھا اور میرے وہ بیانات سراسر جھوٹے تھے۔ صاحب مجسٹریٹ ضلع نے اس آخری بیان کو صحیح پا کر بڑے زور شور کا فیصلہ لکھا اور وہ تمام لوگ جھوٹے ثابت ہوئے اور آپ بری ہوئے اور ڈپٹی کمشنر صاحب نے عیسائیوں کی حالت پر بہت افسوس اور ندامت ظاہر کی۔

۱۵۔ جب محمد حسن فیضی آپ کے مباہلہ کے اثر سے ہلاک ہوگیا اور اس کی موت کے واقعہ کو کرم الدین اس کے سالے کے خطوط کی بناء پر شائع کیا گیا اور مہر شاہ گولڑوی کے سرقہ کا ذکر اور اس کی طرح طرح کی مکاریوں کو ظاہر کیا تو مہر شاہ گولڑوی کے خیر خواہوں کی سازش سے کرم الدین نے آپ پر توہین سوئی کا مقدمہ جہلم میں کیا۔

جب آپ جہلم کی طرف تشریف لے گئے تو راستہ میں ہر ایک سٹیشن پر آپ کی زیارت کے لئے لوگوں کا ایسا ہجوم ہوتا تھا کہ تل رکھنے کی جگہ نہ رہتی تھی۔ خاص جہلم میں دو ہزار کے قریب لوگ بیعت میں داخل ہوئے اور مقدمہ خارج ہوا۔ آپ نے کتاب مواہب الرحمٰن میں کرم الدین کی نسبت پیشگوئی شائع کی تھی کہ وہ لئیم اور کذاب المھین ہے اور اس نے ہم پر بہتان باندھا ہے وغیرہ۔ اس پر کرم الدین نے آپ پر استغاثہ کیا۔ یہ استغاثہ کافی عرصہ تک چلتا رہا۔ ایک شخص چندو لال نامی مجسٹریٹ تھا۔ اس نے آپ کو تکلیف دینے کی نیت ہی کی تھی کہ ناگہاں خدا نے اس کو اس جگہ سے متنزل اور مبدل کر دیا پھر دوسرا شخص آیا۔ جب

اس کی نظر آپ کی طرف سے میلی ہوئی تو اس کے نخل مراد قطع ہوئے اور آخر کار عدالت اپیل نے قرار دے دیا کہ کرم الدین کی نسبت جو کچھ آپ نے لکھا وہ صحیح ہے۔ اور وہ شخص ان باتوں کا فی الحقیقت مستحق ہے۔ ایسا ہی اور بہت سے مقدمات ہوئے جن میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی صداقت ظاہر کی اور دشمن پسپا ہوئے۔

۱۶۔ ایسا ہی ایک جلیل الشان صاحب حکومت عہدہ دار اپنے مذہبی خیالات کے تعصب کی وجہ پر آپ سے دل میں کینہ رکھتا تھا اور چاہتا تھا کہ کس طرح آپ کو تکلیف دے۔ لیکن خدا نے اسے ایسی ذلت کے ساتھ اس عہدہ سے قبل از وقت علیحدہ کیا کہ جس کی مثال اس نئی دنیا میں موجود نہیں۔

مذاہب باطلہ کا بطلان کیا

یہ مُسلَم بات ہے کہ اس زمانہ میں سب سے بڑا عیسائی مذہب کا دجالی فتنہ ہے۔ اس مذہب نے جن جن راہوں سے اسلام کو تکلیف دی ہے اور دے رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ حضرتؑ ممدوح کے کاموں میں سب سے بڑا کام یہ ہے کہ آپ کی ہمت قلم سے عیسائی مذہب کے سارے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اور اتنے عرصہ کی بنی بنائی عمارت گر کر ریزہ ریزہ ہوگئی۔ آپؑ نے مسیحؑ کی موت ثابت کر کے اس کی قبر دکھا دی۔ اور اس کی خدائی کے اعتقاد کو توڑ کر ثابت کر دیا کہ وہ ایک انسان تھا۔

بلکہ جب اس پر مصیبت آئی تو اس کے منہ سے ایلی ایلی لما سبقتانی ایسے کلمات نکلے جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس راہ میں امت محمدیہ کے ادنیٰ فرد کی طرح بھی ثابت قدمی نہ دکھلا سکا۔ بمطابق انجیل اس نے خود کہا کہ میں نیک نہیں۔ بھوک کی حالت میں لوگوں کے کھیتوں سے بھٹے بلا اجازت اور خفیہ طور پر کھاتا اور کھلاتا تھا۔ شراب پیتا تھا اور شراب بناتا تھا وغیرہ وغیرہ۔ بے شمار باتیں جس نے اس کا معمولی انسان ہونا ثابت کر دکھایا اور کفارہ کے مسئلے کے گند کو خوب عیاں کیا۔ انجیلوں کی تحریف ثابت کی۔ غرض ہر ایک پہلو سے عیسائی مذہب کو باطل کر دیا۔

اسی طرح آریوں، بت پرستوں اور برہموؤں کے مذاہب کی قلعی کھولی۔ اور ان کا خدا سے دور ہونا ظاہر کیا۔ اور آخر خدائی فیصلہ سے اسلام کو فتح کی ڈگری دلائی۔

ایسا ہی بابا نانک صاحب کو مسلمان ثابت کر کے سکھوں کو لا جواب کیا اور مسلمانوں کو ان کی اعتقادی غلطیوں اور بدعملیوں سے بہت متنبہ کیا۔

آپ کا دعوائے مسیحیت اور مہدویت صرف ان دلائل قرآنیہ وحدیثیہ و براہین عقلیہ ونقلیہ ہی کے ثبوت پر محدود نہیں۔ بلکہ آپ نے وہ تمام اعجازی کام کر کے دکھائے ہیں جو اس دعویٰ کے مدعی کی علّت غائی تھی۔ اور جن کرامات کا اس کی ذات سے ظہور ہونا لکھا تھا اور ان فرائض کو ایسے طور سے نباہا تھا کہ انسان کی طاقت نہیں کہ اس کا ہزار حصہ بھی کر سکے۔

پاکیزہ جماعت کا مقام

آپ ایک ایسی جماعت تیار کر گئے ہیں جس میں اکثر درحقیقت پارساطبع، خداترس، نوع انسانی اور تمام مخلوق سے ہمدردی کرنے والے، دین کی ترقی کے لئے بدل وجان کوشش کرنے والے اور خدا تعالیٰ کی عظمت کو دل میں بٹھانے والے اور عقلمند اور ذی فہم اور اولوالعزم لوگ ہیں جو علیٰ قدر مراتب استعداد اسی طرف ترقی کر رہے ہیں۔

حضرت حکیم نور الدین صاحبؓ

نمونہ جماعت مولوی نورلدینؓ صاحب کے وجود میں جامع طور پر نظر آتا ہے۔ یہ صاحب کمالات ظاہری و باطنی ساری دنیا میں کیا بلحاظ علم وفضل اور کیا بلحاظ تقویٰ وطہارت بے مثل انسان تھے۔ ان کا مولد شہر بھیرہ ہے جو ضلع شاہ پور میں واقع ہے۔ یہ قریشی الاصل حضرت عمر فاروقؓ کی نسل سے تھے۔ خاندان ان کا علم وفضل اور دینداری میں ہمیشہ مشہور رہا ہے۔ ان کے والد صاحب نے (خدا ان پر رحمت کی بارش برساوے) ان کی تربیت ایک خاص مذاق پر کی۔ بچپن سے ہی ایک خاص قسم کی جرأت اور استقامت اور عزم اور بزرگی ان کے حال وقال سے مترشح ہوتی تھی۔ بڑی بڑی تکالیف اٹھا کر انہوں نے علوم کی تحصیل کو مکمل کیا۔ سارے ہندوستان میں جہاں جہاں بڑے بڑے نامور فاضل سنے وہیں پہنچے اور استفادہ حاصل کیا۔ جب تمام ہندوستان میں سے تعلیمی کورس مکمل کر چکے تو پھر عرب کی طرف رجوع کیا۔ چنانچہ بہت عرصہ مکہ معظّمہ وغیرہ مقامات میں رہے۔ اور علوم دین حاصل کئے۔ مولوی صاحبؓ کی ساری عمر قرآن

شریف کی خدمت میں گزری ہے۔خود کہا کرتے تھے کہ تمام علوم جو میں نے حاصل کئے ہیں وہ سب قرآن شریف ہی کی خدمت کے لئے حاصل کئے ہیں۔

مولوی نورالدین صاحب ؓ کا ذکر اس جگہ مجھے اس لئے پیارا معلوم ہوا کہ جب خدا کے منادی نے آواز دی کہ مجھے خدا نے مامور کیا ہے۔میری طرف آؤ کہ میں تم سب کا غمخوار ہوں گا۔تو سنتے ہی مولوی صاحبؓ نے قبولیت میں سبقت کی۔جسمانی نسبت کے لحاظ سے عمری تو تھے ہی۔اب روحانی نسبت میں ترقی کر کے نسبت صدیقی حاصل کر لی۔اور اس عہد پر ایسی ثابت قدمی اور ایثار ظاہر کیا کہ فی الحقیقت صدیق بن کر دکھلایا۔ہزار ہا روپیوں کی آمدنیوں پر لات مار کر، لاکھوں کی جائداد چھوڑ کر، دوستوں، یاروں، رشتہ داروں سے منہ موڑ کر ایک مسکینیت کی حالت اختیار کر لی اور مسیح زماں کے قدموں میں جا ڈیرہ لگایا۔اور چشمۂ فیض قرآنی سے ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں کو مستفیض کیا۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور الدین بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نور یقیں بودے

اے نورالدینؓ تیرا نام کسی نہایت درجہ کے صادق اور امین نے رکھا ہے کیونکہ اسم بامسمّٰی اگر دنیا میں کوئی ہوسکتا ہے تو تو ہی تھا۔خدا تعالیٰ تجھ پر اور تیرے آباؤ اجداد اور تیرے اہل وعیال اور اولاد پر کروڑ ہا رحمتیں اور صلوٰتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔اور تیرے اخلاص اور تقویٰ اور علم وایثار کا نمونہ مجھے اور میری اولاد کو بنا دے۔آمین!

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہیدؓ

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایسی صادق اور جانثار جماعت عطا کی ہے کہ جس کی نظیر انبیائے بنی اسرائیل میں بہت کم ملتی ہے۔ایک طرف مسیح علیہ السلام کے بڑے نامی گرامی حواری پطرس کی طرف دیکھ لو۔اور اس کی وفاداری کا اندازہ لگا لو۔اور دوسری طرف مثیل مسیح اور مہدی موعود کے غلام شہید عبداللطیفؓ کی ثابت قدمی اور وفاداری اور جاں نثاری کا حال دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے لئے تمام مال و

اولاد و عدہائے انعام کو لات مار کر نہایت خوشی سے جان دینا پسند کر لیا۔ مسیح کے حواریوں کی طرح حضرت شہید عبد اللطیف صاحبؓ دنیاوی وجاہت اور حسب و نسب کے لحاظ سے محروم نہ تھے۔ بلکہ وہ حضرت علی ہجویری گنج بخشؒ صاحب لاہوری کی صحیح النسب اولاد تھے اور اپنے خاندان کے بزرگ تھے اور علاقہ خوست حدود کابل کے رئیس اعظم تھے۔ اور تیس چالیس کے قریب دیہات کے مالک تعلقہ دار تھے۔ علاقہ سرکار انگریزی میں بھی آپ سولہ ہزار جریب زمین کے مالک تھے۔ آپ نہایت پاک باطن اور اہل علم و فراست اور خدا ترس اور تقویٰ شعار تھے۔ علم و فضل اور تقویٰ و طہارت میں علاقہ افغانستان میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اس لئے دربار کابل میں ان کو بڑی عزت اور توقیر حاصل تھی۔ یہاں تک کہ امیر عبدالرحمٰن کی وفات کے بعد حبیب اللہ خان جب تخت نشین ہوئے تو دستار بندی کے لئے سب سے پہلے انہی کو منتخب کیا گیا تھا۔ شہید مرحوم اکابر و عظام دربار کابل میں سے تھے۔ آپ کو صرف اسی لئے کہ آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کی ہوئی تھی۔ اور ان سے سچا اور کامل اخلاص رکھتے تھے۔ امیر حبیب اللہ نے مولویوں کی تحریک سے قتل کر ڈالا۔

حضرت عبدالرحمٰن صاحب شہیدؓ

اسی طرح ان سے پہلے ایک فاضل اور باعمل انسان حضرت عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیان میں ایک عرصہ سے حضرت کی صحبت سے مستفیض ہو کر اپنے وطن واپس گئے۔ امیر عبدالرحمٰن نے انہیں طلب کیا اور پوچھا تو انہوں نے صاف صاف اپنے عقائد بیان کر دئے۔ اس امیر نے بھی ان کو مروا دیا اور پھر آپ بھی جلد مر گیا۔

مولوی عبدالکریم صاحبؓ

ایسے ہی مولوی عبدالکریم صاحبؓ مرحوم نے جو سیالکوٹ کے نامی رئیس چوہدری محمد سلطان صاحب کے اکلوتے بیٹے تھے اپنی زیست کا پیمانہ خاک آستانہ مسیح پر لبریز کیا اور مبارک اور پر رحمت بہشتی مقبرہ کی سپہ سالاری کا فخر پایا۔

باطل تصورات کا قلع قمع کیا

آپؑ نے تشریف لا کر دنیا کو ہزار ہا طرح کے ناپاک اور گندے عقائد سے نکالا۔ اور کفر وشرک میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو کنار توحید پر پہنچانے کے لئے سلامتی کی کشتی تیار کر دی۔ قرآن شریف کے اسرار و حقائق و معارف کو منکشف فرمایا۔ پیشگوئیوں کا اسلام میں وجود اور ان کی حقیقت کو ثابت کر دکھایا۔ مسیح علیہ السلام اور مسیح الدجال کی نسبت جن میں شرکوں میں لوگ ڈوبے ہوئے تھے اس سے متنبہ کیا اور نکالا۔ آنحضرت سرور کائنات کی توہین کرنے والوں کو ان کی غلطیوں اور ظلموں سے مطلع کیا اور ان کو براہین قاطعہ اور باہرہ سے ایسا دم بخود کیا کہ انہیں مارے ندامت کے تاب حرف زدن نہ رہی۔ رسول اللہ ﷺ کا ظاہری قانون سے اور قول الٰہی کا فعل الٰہی سے موافق ہونا ثابت کیا۔

مسئلہ بروز کو حل کیا۔ تناسخ کی جڑ اکھاڑ دی۔ خونی جہاد سے اسلام کا منزہ ہونا ثابت کیا۔ قرآن میں ناسخ ومنسوخ کے باطل عقیدہ کو توڑا۔ خنزیر، نزول، معراج، مہدی، صلیب وغیرہ اصلاحات ومسائل کو حل کیا۔ کسر صلیب کر دی اور مسیح کے کفارہ ولعنت کی خوب قلعی کھول دی۔ مسیحی مذہب کو کیا تمام باطل مذاہب کو دلائل و براہین سے بیخ وبنیاد سے اکھاڑ دیا۔ آریوں کے مسئلہ نیوگ جو مذہبی آڑ میں بدترین قسم کی زنا کاری کی تعلیم دیتا تھا اس کی قلعی کھول دی۔ نزول مسیح و رفع وفات مسیح وغیرہ کے مسائل کا فیصلہ۔ مسیح علیہ السلام کی قبر محلّہ خانیار سری نگر کشمیر میں ثابت کی۔ اور کتاب ست بچن لکھ کر ثابت کر دیا کہ نانک صاحب مسلمان تھے۔ اور وہ اسلامی تعلیم کی اشاعت کرتے تھے۔ ڈیرہ بابا نانک میں جو چولہ بابا نانک صاحب کا ان کی اولاد میں اب تک موجود ہے اس کے اسرار کھول دکھائے۔ دعا کی فلاسفی اور اس قبولیت حاصل کرنے کی راہیں عیاں کیں۔ بنی نوع انسان سے عام ہمدردی اور گورنمنٹ موجود الوقت کے حقوق وفرائض سے آگاہ کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت

۱۔ آپ کی اہل بیعت سے معاشرت خیر کم خیر لاھلہ (حدیث) کا صحیح نمونہ ہے۔ آپ کا

گھر آپ کی اخلاقی قوت سے بہشت بن گیا۔ وہاں کوئی دلوں کی تپش اور جلن اور رنج وکدورت اور غل اور حسد کے محرکات اور موجبات نہیں تھے۔ بلکہ خیر و برکت سے بھرا ہوا ہے۔ آپ نکتہ چینی نہیں کرتے تھے۔ آپ مَس شیطان سے پاک تھے۔ فراخ دل، باحوصلہ، شجاع تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں۔ اور فرماتے تھے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کرنا شرم ہے۔ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ جب کسی دوست کے متعلق سنتے تھے کہ وہ اپنی بیوی سے درشت مزاجی سے پیش آتا ہے تو بہت کشیدہ خاطر ہوتے۔ آپ میں غیر معمولی خشیت اور تقویٰ تھا۔ آپ گھر میں اور باہر ہر جگہ یکساں حلیم اور خوش مزاج تھے۔ گھر میں فرشتوں کی طرح رہتے۔ کسی سے نہ نوک ٹوک نہ چھیڑ چھاڑ۔ جو کچھ سامنے لایا جاتا بغیر تکرار کئے کھا لیتے۔ عفو اور چشم پوشی اور غض بصر بھی عجیب طرح کا تھا کہ عورتوں کے مجمع میں سے ہر روز کیوں نہ گزرا کریں کبھی بھی کسی طرف نہ دیکھتے۔ ہمیشہ نظر بر پشت پا رکھتے۔ عجب سکون اور جمعیت باطن اور فوق العادت وقار اور حلم تھا کہ کیسا ہی شور وغل ہو ذرا محسوس نہیں کرتے۔

۲۔ جب آپ نازک سے نازک مضمون لکھ رہے ہوتے اور پاس بچوں اور عورتوں نے ہنگامہ قیامت برپا کر رکھا ہوتا مگر آپ یوں لکھتے جاتے کہ گویا خلوت میں بیٹھے ہیں۔ ساری تصانیف ویسے ہی مکانوں میں لکھی ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ آپ کو اتنے شور میں لکھنے سے کچھ تشویش نہیں ہوتی؟ مسکرا کر فرمایا میں سنتا ہی نہیں تو تشویش کیا۔

۳۔ ایک دفعہ آپ کچھ مضمون لکھ رہے تھے۔ میاں محمود (خلیفۃ المسیح الثانی) جن کی عمر اس وقت چار سال کی تھی اپنے چند ہمجولیوں کو لے کر آپ کے کمرے میں گھس آئے۔ اور آپ کے لکھے ہوئے مسودہ کو اٹھا کر دیا سلائی سے جلا دیا۔ آپ اس قدر محویت میں تھے کہ خبر نہ ہوئی۔ آخر جب سیاق عبارت ملانے کی ضرورت ہوئی تو دیکھا مضمون تو جلا پڑا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ میاں محمود کا کام ہے۔ مسکرا کر فرمایا اس میں اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی بڑی مصلحت ہو گی۔ اس قسم کے واقعات کئی دفعہ ہوئے۔ یہی مسکرانا اور حکمت الٰہی پر عمل کرنا نظر آیا۔ بیماریوں میں ثبات وتثبیت اور استقامت واطمینان اس خلیفۃ اللہ کی سیرت میں داخل تھا۔

۴۔ اعلیٰ درجہ کے چشم پوش اور فراخ حوصلہ تھے۔ ایک دفعہ گھر سے ایک عورت نے کچھ چاول چرائے تو وہ آپ کے پاس پکڑی ہوئی آئی۔ تو آپ نے فرمایا کہ حاجتمند ہے کچھ تھوڑے سے اسے دے دو، فضیحت نہ کرو۔ اور خدا تعالیٰ کی ستاری کا شیوہ اختیار کرو۔ کبھی کسی سے باز پرس نہیں کرتے۔ گھر بار میں بارُعب وجلال تھے۔ ہر ایک عورت و بچہ کو جیسے یہ کامل یقین ہے کہ حضرت سزا دینے والے نہیں۔ اس کے ساتھ ہی ادب اور ہیبت اور احترام ان کے دلوں میں سمایا ہوا تھا۔ آپ کو ہر متنفس پر وثوق تھا اور بالبداہت (دل سے) ہر ایک کو سچا سمجھتے تھے۔ کیسی ہی بے تکی اور بے معنی باتیں کوئی کرے کبھی کوئی اشارہ تک نہیں کیا کہ تیری باتیں فضول ہیں۔ جس قسم کا کوئی سودا لاوے اس کی چگونگی (قطعاً اُسکی) نسبت باز پرس نہیں کرتے اور جو کچھ خرچ کیا ہے اور جو کچھ واپس دیا ہے آنکھ بند کر کے لے لیا اور جیب میں ڈال لیا۔ کبھی کسی سے کہیں لین دین یا کسی اور بات پر تکرار نہیں کیا۔ اگر کبھی کسی عارضہ کے سبب کسی چیز کے لئے خاص فرمائش کی ہے اور اس کی انتظار میں کھانا نہیں کھایا اور وہ چیز نہیں تیار کی گئی تو مسکرا کر الگ ہو جاتے۔

آپ کا پاک وجود بے شر، بے ضرر تھا۔ کبھی کسی دشمن پر بھی ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ آپ کی صداقت اور اعلیٰ اخلاق اور تعلیم اور قوت قدسیہ کا یہاں تک اثر تھا کہ آپ کی زوجہ محترمہ بھی آپ کے منجانب اللہ ہونے پر صدق دل سے ایمان رکھتی ہیں اور آپ سے بیعت ہیں۔ جتنا جتنا آپ کا کوئی گہرا دوست اور واقف کار جلیس ہے اسی قدر اس کو دوسروں کی نسبت آپ سے زیادہ محبت اور حسنِ ظن ہے۔ اگر کوئی ہزار دفعہ بھی آپ کے کام میں ہرج کرے تو بھی آپ کے منہ سے کبھی زجر وتوبیخ کا کلمہ نہیں نکلا۔ گویا آپ کی فطرت میں زجر وتوبیخ، بدظنی، سرد مہری، بداندیشی، سفلہ پن، محبت دنیا وغیرہ بالکل نہ تھے۔ آپ بچوں کو مارنے اور ڈانٹنے کے سخت مخالف تھے۔ فرماتے تھے جتنی کوشش بچوں کو سزا دینے میں کی جاتی ہے کاش! اتنی ہی کوشش ان کے لئے دعا کرنے میں لگ جائے۔ ہدایت خدا کا فعل ہے۔ فرماتے تھے اس شخص کو شیخی کی گدی پر بیٹھنا اور پیر بننا حرام ہے جو اپنے متوسطین سے غافل رہے۔ آپ مکان اور لباس کی آرائش اور زینت سے بالکل غافل اور بے پرواہ تھے۔ آپ کو کسی مکان سے کوئی انس نہیں تھا۔ وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ لباس کی حفاظت کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ جب دینی ضرورت آپڑتی تو اپنے اوپر کھانا پینا حرام کر

لیتے۔ جب تک کہ وہ کام نہ ہو جائے۔ فرماتے ہم دین کے لئے ہیں۔ اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہئے۔

۵۔ جاڑے کا موسم تھا۔ آپ کے ایک بچے نے آپ کی واسکٹ کی ایک جیب میں بڑی اینٹ ڈال دی۔ آپ جب لیٹتے تو وہ اینٹ چبھتی۔ کئی دن ایسا ہی ہوتا رہا۔ ایک دن اپنے ایک خادم کو کہنے لگے کہ میری پسلی میں درد ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز چبھتی ہے۔ وہ حیران ہوا اور آپ کے جسد مبارک پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اس کا ہاتھ اینٹ پر جا لگا۔ جھٹ جیب سے نکال لی۔ دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا چند روز ہوئے محمود نے یہ اینٹ ڈال دی تھی اور کہا تھا کہ اسے نکالنا نہیں۔ میں اس سے کھیلوں گا۔

۶۔ آپ کے مزاج میں وہ تواضع اور انکسار اور ہضم نفس تھا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ آپ زمین پر بیٹھے ہوتے۔ اور لوگ فرش پر یا اونچے بیٹھے ہوتے۔ آپ کا قلب مبارک ان باتوں کو محسوس بھی نہیں کرتا۔ آپ کی نشست کی کوئی خاص وضع نہ ہوتی۔ ایک اجنبی آپ کو خاص امتیاز کے بغیر پہچان نہ سکتا۔ آپ کی مجلس اور احتشام اور وقار اور آزادی اور بے تکلفی اور سادگی ایک ہی وقت میں جمع رہتے۔ آپ کی مجلس کا رنگ ہو بہو نبوت کا رنگ تھا۔ آپ فرماتے کہ میرا یہ منصب نہیں کہ میں ایسا تند خو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسا ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں۔ میں بت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں۔ میں اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح نہیں دیتا۔ آپ اپنے خدام کو بڑے ادب اور احترام سے پکارتے اور حاضر و غائب ہر ایک کا نام ادب سے لیتے۔ ساری عمر کبھی کسی کو تو کر کے نہیں پکارا۔ آپ کی ملاقات کی جگہ مسجد تھی۔ برابر پانچ وقت نماز باجماعت پڑھتے۔

آپ بڑے قدردان تھے۔ بارہا قسم کھاتے کہ ہم ہر ایک شخص سے محض خدا تعالیٰ کے لئے پیار کرتے ہیں۔ آپ کا اپنے خدام سے ایسا تعلق تھا کہ فرماتے کہ جو شخص مجھ سے ایک دفعہ عہد دوستی باندھے مجھے اس عہد کی اتنی رعایت ہوتی ہے کہ وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو اور کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں اس سے قطع نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ خود قطع کرے تو ہم لاچار ہیں۔ عہد دوستی بڑا قیمتی جوہر ہے۔ اس کو آسانی سے ضائع کر دینا نہ چاہئے۔ آپ کسی کو اس کی خطاء اور لغزش پر مخاطب کر کے ملامت نہیں کرتے۔ آپ خطا کار کی

طرف عقد ہمت اور دعا سے متوجہ رہتے۔ مجلس میں کبھی دو معنی بات نہ کرتے، نہ کبھی آنکھ کے اشارے سے کوئی بات کرتے۔ حقیقت میں آپ کی ذات میں ایسی غنیت اور حلم تھا کہ زیارت متصور نہیں۔ آپ فرماتے کہ اگر سارا جہاں ہمارا عیال ہو جائے تو ہمارے مہمات کا متکفل خدا ہے۔ ہم پر ذرا بوجھ نہیں۔ آپ کو اپنے نفس پر اتنا قابو تھا کہ اگر کوئی شخص آپ کو سال بھر گالیاں دیتا رہے تو آخر وہی شرمندہ ہووے۔ آپ کی استقامت اور قوت قلب اولالعزم انبیاء کی طرح کسی ترغیب اور تراسیب اور تنذیر نظارہ سے متاثر نہ ہوتی۔ بڑے بڑے مشکل اور خطرناک مقدمات کی حالت میں بھی آپ کی معاشرت اور کشادہ پیشانی اور راحت اور کسی حرکت وسکون میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ ایک استقامت کے پہاڑ تھے۔ بچوں کی پرورش بڑی خبر گیری سے کرتے۔ تیمارداری میں بہت محویت اور توجہ رکھتے۔ مگر یہ سب کچھ خدا کے لئے تھا۔

آپ فرماتے تھ کہ میری جائداد کا تباہ ہونا اور میرے بچوں کا آنکھوں کے سامنے ٹکڑے ٹکڑے ہونا مجھ پر آسان ہے۔ بہ نسبت دین کی ہتک کے اور استخفاف دیکھنے کے۔ آپ بلالحاظ قوم وملت ہر ایک کی بہتری کے خواہاں تھے۔ ہندو بھی ہر ایک مصیبت کے وقت آپ کے وجود کو امین اور مفید صلاح کار پاتے تھے۔ اور بیماری میں آپ کی بات رشی کی بات مانتے تھے۔ آپ سائل کو کبھی محروم نہ کرتے۔

جماعت کو نصائح اور تعلیم

خدا پر ایمان لاؤ کہ وہ قادر اور قیوم اور خالق الکل ہے۔ اور اپنی صفات میں ازلی، ابدی، غیر متغیر، لم یلد ولم یولد ہے۔ اور اپنے نفس اور اوروں پر اس کے تعلق کو مقدم رکھو وفاداری دکھلاؤ۔ خدا کی مرضی بناؤ۔ اور قضاء وقدر پر ناراض نہ ہو۔ اس کی توحید زمین پر پھیلاؤ۔ مخلوق پر رحم کرو۔ زبان ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو۔ مخلوق کی بھلائی میں کوشش کرو۔ تکبر مت کرو۔ گالی مت دو۔ غریب، حلیم، نیک نیت، ہمدرد مخلوق بن جاؤ۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ ان کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو۔ نہ خودنمائی سے ان کی تذلیل۔ خدا سے ڈرتے رہو۔ تقویٰ اختیار کرو۔ مخلوق کی پرستش نہ کرو۔ اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ۔ دنیا سے دل برداشتہ رہو۔ خدا کے لئے زندگی بسر کرو اور اس کے لئے ہر ایک ناپاکی اور گند سے نفرت کرو۔

چاہئے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے یہ گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو۔ بلکہ خدا کی لعنت سے ڈرو۔ سیدھے، صاف، پاک کھرے ہو جاؤ۔ ریا، خود پسندی کسل چھوڑ دو۔ تم صرف چند باتوں کو لے کر اپنے تئیں دھوکہ میں مت ڈالو مگر جو کچھ تم نے کرنا تھا کر لیا ہے۔ کیونکہ خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ زندہ کرے گا۔ آپس میں جلد صلح کرو۔ اپنے بھائی کے گناہ بخشو۔ سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلل کرو۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کیونکہ جس دروازہ کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔ بدکار، متکبر، ظالم، خائن ہر ایک جو اس کے لئے غیرت مند نہیں دنیا پر گرنے والا۔ دنیا سے آرام یافتہ خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ جو خدا کے لئے آگ میں ہے وہ نجات دیا جائے گا۔ جو اس کے لئے روتا ہے ہنسایا جائے گا۔ غریبوں اور ماتحتوں، بیویوں پر رحم کرو۔ توکل کر کے تدبیر کرو۔ مگر تدبیر پر بھروسہ نہ کرو۔ قرآن کو مہجور نہ چھوڑو۔ تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ ﷺ۔ پس تم ان سے سچی محبت رکھو۔ وغیرہ وغیرہ۔

استدعا

میں جو اس کتاب کا مؤلف ہوں۔ نہایت عجز وانکساری کے ساتھ ہر احمدی سے استدعا کرتا ہوں کہ یہ کتاب میں نے محض اس لئے تالیف کی ہے تا کہ اسے ذریعہ خدا کے بندے ہدایت حاصل کریں۔ اور میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ اس لئے مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے۔ جس کا اجر آپ کو خدا تعالیٰ ہی عطا فرمائے گا۔

آپ کی دعاؤں کا محتاج

سیّد ابوالبرکات محقق دہلوی

حافظ صاحب کی بعض بے حد مقبول تصنیف شدہ مذہبی کتابوں کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔

یہ سب نایاب ہیں۔

۱۔محقق

۲۔قولِ سدید

۳۔ختم نبوت

۴۔کذابوں کا انجام

۵۔مرزا حیرت کا فوٹو

۶۔لغت القرآن

۷۔قرآن حکیم کا اردو ترجمہ

۸۔''داماد'' (ناول)

۹۔''دوربین'' (ناول)

۱۰۔''فلسفی محبوب'' (ناول)

۱۱۔بچھیا

۱۲۔ترجمہ صحیح بخاری پارہ اول، دوم، سوم

سید حسنات احمد۔مدیر نیو کینیڈا

احمدیت کے مخلص خادم کی مختصر سوانح حیات

سید شفیع احمد نے چھوٹی عمر میں ہندوستان کے چوٹی کے دینی مدارس میں قرآن وحدیث عربی فارسی اور صرف ونحو پڑھی تھی اور خود بارہ تیرہ سال کی عمر میں ۱۹۰۳ء میں قادیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچ گئے اور بیعت کی سعادت حاصل کی۔ اس طرح خواجہ میر درد کی اولاد میں حضرت میر ناصر نواب صاحب کے بعد صرف آپ کو قبولِ احمدیت کی توفیق ملی۔ آپ ۱۹۱۲ء تک قادیان رہے پھر پہلے لاہور قیام کیا اور ۱۹۱۳ء میں دہلی میں سکونت اختیار کر لی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوت قدسیہ اور قربت، حضرت خلیفہ اول کی تعلیم وتربیت سے سید شفیع احمد کی ذہانت، ایمان، اخلاص اور فدائیت کو چار چاند لگے۔ تبلیغ گویا اُن کی روح کی غذا تھی۔ ہر جگہ، ہر موقع، ہر مجلس، ہر محفل میں سفر میں حضر میں غرض ہر انداز ہر بہانے تبلیغ کرتے۔ بہت اچھے مناظر اور مقرر تھے۔

دہلی کی قلعہ معلّٰی کی شستہ اور بامحاورہ اُردو میں بات کرنے کا پُر اثر بلکہ سحر انگیز انداز تھا۔ غیر احمدیوں کے جلسوں میں چلے جاتے اور صدر مجلس کو ایک چٹ بھیجتے کہ نواسہ رسولؐ ہوں نبیرہ خواجہ میر درد ہوں، حضرت رسول مقبول ﷺ کی سیرت طیبہ پر کچھ بولنا چاہتا ہوں مجھے بھی کچھ وقت دیا جائے۔ جب تقریر کرتے سبحان اللہ، اللہ اکبر، مرحبا کی آوازیں سامعین سے بلند ہونے لگتیں۔ خود بھی روتے اور سننے والوں کو بھی رُلاتے۔ پھر کہتے اُس پیارے رسول کی امانت میرے پاس ہے کیا میں آپ کو دوں؟ سب کہتے ہاں ہاں ضرور دیں۔ پھر کہتے حضور ﷺ نے اپنا سلام دو لوگوں کو بھیجا ایک اویس قرنی کو، وہ تو عرصہ ہوا گزر گئے۔ دوسرے امام مہدی کو۔ امام مہدی کو سلام پہنچانے کی امانت میں آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ ان کو ڈھونڈیں اور سلام پہنچائیں۔ وہ قادیان میں آ گئے ہیں۔ کبھی تقریر کے آخر میں مسلمانوں کی ذلت رسوائی بدحالی اور غلامی کو نہایت دردناک طریقے سے بیان کرتے۔ سب اشکبار ہو جاتے پھر کہتے کہ حضور ﷺ

نے خوشخبری دی تھی کہ امام مہدی آئیں گے تب مسلمانوں کو اس تباہی بربادی سے نجات دلائیں گے۔ نشانیاں پوری ہورہی ہیں امام مہدی قادیان میں آگئے۔ مرزا غلام احمد قادیانی ان کا نام ہے مانو گے تو نجات ہے اور یہ کہتے ہی سٹیج سے چلانگ مار کر دوڑ لگا دیتے۔ سامعین جو حُسن خطابت کے مزے لے رہے ہوتے تھے یا آنکھوں سے آنسو پونچھ رہے ہوتے کہ یکا یک پکڑ یو دوڑ یو کی آوازیں بلند ہونے لگتیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ خود ہی کسی پبلک جگہ پر خوش الحانی سے تلاوت کرتے، نظم پڑھتے لوگ متوجہ ہونا اور جمع ہونا شروع کر دیتے تو حضور ﷺ کی سیرت طیبہ کا بیان شروع کر دیتے۔ کبھی یہ ہی کام مخالفین کے جلسے کے پاس شروع کر دیتے اور دیکھتے ہی دیکھتے اصل جلسے کی رونق ان کی طرف چلی آتی اور ہر دفعہ آخر میں کبھی امام مہدی کے آنے کی ضرورت کبھی اُن کی آمد کی پیشگوئیاں اور نشانیاں پوری ہوتی بتاتے اور کبھی امام مہدی کی تلاش کا سوال ذہنوں میں ڈال دیتے۔ اگرچہ انگریزی حکومت میں تبلیغ پر پابندی نہیں تھی لیکن پھر بھی بعض اوقات جان کے لالے پڑ جاتے۔

قادر الکلام

اپنی سحر بیانی کا لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ ''مَیں دس سال کا ایک دینی مدرسے میں پڑھتا تھا اور مولوی صاحب میلاد پڑھنے کے لئے جاتے تو بطور مقرنی (مقرنی وہ ہوتا ہے جو اصل میلاد پڑھنے والے کے سستانے کے وقفے میں درود و سلام سامعین کو پڑھاتا ہے۔) مجھے ساتھ لے جاتے۔ جب مولوی صاحب تھک جاتے تو مجھے اشارہ کرتے مَیں دو دفعہ درود و سلام پڑھاتا اور پھر حضرت رسول کریم ﷺ کی سیرت بیان کرنے لگتا کہ سوتے ہوئے سامعین جاگ کر توجہ اور دلچسپی سے میری باتیں سنتے۔ رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگ مولوی صاحب سے کہتے کہ ''جی میلاد میں مقرنی ہی کو بھیج دیں۔ سب اس کو ہی سننا چاہتے ہیں۔''

طبیعت میں تبلیغی صلاحیت تھی اسی طرح نوعمری کا ایک واقعہ سیرت المہدی میں بیان کرتے ہیں کہ ''ایک دن مَیں نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو دیکھا کہ ایک وزنی بیگ اُٹھائے ہوئے سٹیشن (لاہور ریلوے سٹیشن) کی طرف جا رہے ہیں۔ مَیں نے جا کر السلام علیکم کہا اور اُن کا بیگ لے لیا کہ مَیں آپ کے

ساتھ لئے چلتا ہوں پہلے انہوں نے انکار کیا مگر میرے اصرار پر کہ آپ ضعیف ہیں اتنا بوجھ نہیں اٹھا سکتے، مجھے دے دیا۔ انہوں نے جزاک اللہ کہا اور مَیں ساتھ ہولیا۔ راستہ میں کہنے لگے مَیں نے ٹمٹم کا انتظار کیا مگر نہ ملی۔ اگر ٹمٹم کا انتظار کرتا تو شاید گاڑی نکل جاتی۔ مجھے ضروری مقدمے میں جانا ہے۔ آپ نے بڑی تکلیف کی۔ مَیں نے کہا نہیں مجھے بڑی ''راحت'' ہے کہ آپ ایک معمولی آدمی کی طرح اتنا بوجھ اٹھائے چلے جارہے ہیں اور ''انی مھین من اراداھانتک '' کی ایک نئے رنگ میں تصدیق کررہے ہیں۔ یہ فقرہ سن کر مولوی صاحب بہت ناراض ہوئے اور مردود میرزائی کہہ کر وہ بیگ مجھ سے چھین لیا...

(سیرت المہدی، حصہ سوم، روایت ۹۱۸)

میر شفیع احمد ان مخلصین میں سے تھے جنہوں نے زندگی وقف نہ کرنے کے باوجود ساری زندگی وقف کی روح کے ساتھ گزاری۔ ہر وقت تبلیغ میں مصروف رہتے۔ آپ نے ۱۹۱۸ء میں ''محقق'' کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ شائع کرنا شروع کیا جس میں سوال و جواب کے انداز میں احمدیت کے عقائد پر مضامین شائع ہوتے۔ ۱۹۲۲ء میں ''محقق'' کے نام سے کتاب لکھی جس کا تاریخی نام ثواب الآخر ہے جس کے اعداد بحساب حروف ابجد ۱۳۴۱ھ ہوتے ہیں۔ جری اللہ فی حلل انبیاء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر ۱۳۴۱ معتبر شہادتیں قرآن کریم اور احادیث سے جمع کیں۔ ہزار ہا بزرگان دین کی کتب میں امام مہدی کے آنے کا آخری سے آخری سال ۱۳۴۰ھ تک کہا جاتا ہے چنانچہ سید شفیع احمد نے ان علماء پر اتمام حجت کرنے کے لئے ان کے انتظار کے آخری سال سے اگلا سال ۱۳۴۱ھ مقرر کرتے ہوئے صداقت کی ۱۳۴۱ دلیلیں دیں۔ کتاب کے مصنف محقق کے دوسرے ایڈیشن کے عرض حال میں لکھتے ہیں ''الحمدللہ جس سلیم الفطرت نے بھی اس کتاب کو پڑھا وہ احمدی ہوگیا یا کم از کم احمدیت کے قریب ہوگیا۔'' حضرت مولانا ملک سیف الرحمٰن صاحب مرحوم مفتی سلسلہ نے کئی دفعہ سید شفیع احمد کے بیٹے سید حسنات احمد صاحب اور سید مبشرات احمد صاحب اور داماد محمد سعید احمد صاحب کو بتایا کہ ''محقق'' اور دوسری کتابیں پڑھ کر مجھے احمدیت کا تعارف حاصل ہوا اور اس کی صداقت روشن ہوئی چنانچہ فرماتے کہ ''میں جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور کی مسجد میں دینی تعلیم حاصل کرتا تھا چونکہ باقی طلباء کی نسبت میں زیادہ توجہ سے پڑھتا اور اچھے نمبر لیتا

تھا اس لئے امام مسجد جامعہ اشرفیہ نے میرے ذمہ جامعہ کی لائبریری کی کتابوں کو ترتیب سے مضامین وار لگانے کی ذمہ داری سپرد کی۔ کچھ دیگر مذاہب کی کتابوں کے بارے میں کہا ''ان کو نہ دیکھنا نہ پڑھنا''۔ جس سے مجھے جستجو پیدا ہوئی کہ دیکھو کیوں منع کیا ہے؟ چانچہ ان کتب میں ڈاکٹر سید شفیع احمد محقق دہلوی کی کتاب ''محقق'' کے ایک دو صفحوں پر نظر ماری تو مجھے یہ کتاب اچھی لگی اور مَیں نے خاموشی سے اس کتاب کو نکال لیا اور مولوی صاحب سے چھپا کر اس کو اچھی طرح پڑھا۔ اس کتاب سے میری بہت الجھنیں دُور ہوئیں اور احمدیت کا تعارف اور اُس کی صداقت دل میں گھر کر گئی پھر مَیں نے ڈاکٹر صاحب کی دوسری کتابیں ''قول سدید'' ''کذابوں کا انجام'' پڑھیں۔ اور مزید جستجو اور علم کے لئے جامعہ اشرفیہ چھوڑ کر قادیان کا رُخ کیا۔''

محقق میں تمام مسائل پر نہایت مدلل اور مسکت بحث بہت آسان اور سادہ زبان عمدہ اور دلچسپ انداز میں کی گئی ہے کہ باوجود علمی بحث ہونے کے قاری کا چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ سلسلے کی مطبوعات میں یہ سب سے پہلی تبلیغی پاکٹ بک تھی۔ اس کتاب کو قبول عام کی اس قدر سند ملی کہ مصنف کو خدا تعالیٰ نے اسی نام سے مشہور کر دیا۔ سید شفیع احمد صاحب ہی کی تبلیغ سے بلب گڑھ کے ایک تاجر جو دہلی سکونت اختیار کر چکے تھے احمدی ہوئے، ان کے ساتھ ان کا پورا خاندان احمدی ہوا۔ یہ اخلاص میں اس قدر بڑھے کہ دہلی کے امیر جماعت بنائے گئے۔ ان کا نام بابو اعجاز احمد صاحب تھا پھر تقسیم ملک تک ان کے بیٹے بابو نذیر احمد صاحب دہلی کے امیر جماعت تھے۔

''محقق'' لکھنے کے زمانے میں مولوی محمد شفیع مہتمم دارالتدریس واشاعت دیوبند نے ''ختم نبوت فی القرآن'' کتاب میں ایک سو ایک آیات سے حضرت رسول کریم ﷺ کا خاتم النبین ہونا ثابت کیا اور کتاب کے دوسرے حصے ''ختم نبوت فی الحدیث'' میں دو سو دس احادیث سے حضورؐ کا خاتم النبین ثابت کیا اور ڈاکٹر سید شفیع احمد نے ختم نبوت فی القرآن کا جواب چھ سو آیات قرآنی سے اور تین سو سولہ احادیث سے کتاب ''قول سدید'' میں دے کر دیوبند کی مجلس علماء میں ہلچل مچا دی کیوں کہ دیوبندی نے کھینچ تان کر بھی صحیح استدلال نہیں کیا اور ''قول سدید'' میں آیات کے ہر پہلو کو بہت اچھی طرح بیان کر دیا گیا۔

آپ نے کتاب ''کذابوں کا انجام'' لکھی کہ جھوٹے دعویداران نبوت کا کیا انجام ہوتا ہے اور

تاریخ سے دس پانچ نہیں بلکہ پونے چارسو اسلامی فرقوں کے نام نہایت تحقیق سے جمع کئے بلکہ جس جس فرقے کا جس جس کتاب میں ذکر ہے اُس کتاب کا نام بھی درج کیا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو ثابت کیا اور جھوٹے مدعیان نبوت کے عبرتناک انجام کو تاریخ کی روشنی میں ثابت کیا۔

کتاب ''لغت القرآن'' مناظرین اور مبلغین کے لئے لکھی۔ جس میں صرف مصدر یا بڑے لفظوں کے معنے ہی نہیں بلکہ چھوٹے سے چھوٹے لفظ کے عربی زبان میں جس قدر معنے ملتے ہیں وہ تمام اس میں موجود ہیں۔ جس لفظ کو، جس مضمون کو آپ قرآن شریف میں تلاش کرنا چاہیں یہ کتاب فوراً بتا دے گی کہ فلاں پارے کے فلاں رکوع اور فلاں آیت میں یہ لفظ موجود ہے۔ مصنفوں، مقرروں، مناظروں، طالب علموں اور مدرسوں کے لئے یہ کمال کی کتاب ہے بلکہ معمولی اُردو خوان بھی اس کتاب سے استفادہ کر سکتا ہے۔

آپ نے صحیح بخاری کا ترجمہ قرآن کریم کے ترجمے کی طرح کرنا شروع کیا کہ ایک سطر میں اصل عربی عبارت مع زیر زبر اور اس کے نیچے اُردو ترجمہ، خط نسق اور نستعلیق میں ترجمے کی سلاست اُس کو عام فہم بنا دیتی تھی۔ پارہ اول کا ترجمہ تین سو صفحات میں کیا اس طرح تین پارے کئے (یہ کتب مکرم مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت کی ذاتی لائبریری میں موجود ہیں)۔

آپ نے حضرت خلیفہ اول کے درس قرآن کریم اور درس حدیث کے نوٹس بھی جو درس کے دوران لیتے تھے، مرتب کئے۔ آپ نے کتاب مرزا حیرت کا فوٹو، مرزا حیرت دہلوی کے مخالفانہ اعتراضات کے جواب میں لکھی۔ مرزا حیرت کا اخبار ''درہ عمر'' نہایت گندہ ذہنی سے جماعت کے خلاف لکھتا رہتا تھا۔ سید شفیع احمد صاحب نے ان کا منہ توڑ جواب دینے کے لئے کتاب ''مرزا حیرت کا فوٹو'' لکھی۔ خلافت عباسیہ کتاب شیعوں کے مقابلے میں لکھی۔ لغات العربی کتاب لکھی۔ آپ نے تقریباً چار درجن کتابیں لکھیں جن میں سے بعض ہزار ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔ ہر کتاب میں اسلام کے کسی ایک پہلو یا مسئلے پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے جو نہایت عالمانہ، فاضلانہ طریق سے مخالفین اسلام کا دندان شکن جواب ہیں۔

انگریز حکمرانوں کے برصغیر میں آنے کے بعد عیسائی مشنریوں نے اسلام کے خلاف ایک یلغار کی

ہوئی تھی۔ مسلمان، عیسائی مذہب اور تمدن سے مرعوب ہو کر اس کے دلدادہ بن رہے تھے۔ ادھر مسیح محمدیؐ کا ظہور ہو چکا تھا لیکن مسلمانوں کا تعلق مذہب اور ملت سے صرف نام کا رہ گیا تھا۔ اس مانے کے مسلمانوں کو اسلام اور اس کے رسول سے رغبت دلانا ایک عظیم مشن تھا۔ اس نصب العین کو سامنے رکھتے ہوئے سید شفیع احمد انے اسلام اور قرآن کی برتری کے لئے ایک مقبول اور ہر دلعزیز طریقہ اختیار کیا یعنی افسانے اور ناول کے قالب میں اسلام کی چاشنی کو اس طرح شیشے میں اُتارا کہ غٹ غٹ پیئے بغیر کوئی نہ رہ سکے۔ چنانچہ اُردو ادب میں پہلی دفعہ اسلام اور قرآن کریم کی تعلیمات کو ایسے انداز اور اسلوب میں لکھنا کہ اس میں عام ناولوں کا مزہ بھی ہو اور تبلیغی ہونے کے باوجود، طرز بیان میں ایسی کشش ہو کہ ناول کو شروع کرنے کے بعد اس کو ختم کئے بغیر رکھنا ممکن نہ ہو۔ یہ کمال سید شفیع احمد کی تحریر میں بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔

ناول اور کہانی کے اسلوب کو اختیار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اچھے ناولوں کی تعریف فرمائی اور ان کی افادیت کو تسلیم کرتے ہوئے فرمایا

''جو ناول نیت صالح سے لکھے جاتے ہیں زبان عمدہ ہوتی ہے نتیجہ نصیحت آمیز ہوتا ہے وہ بہر حال مفید ہیں''۔

(ملفوظات، جلد ۹، صفحہ ۳۵۰)

سید شفیع احمد نے مرزائی، دُوربین، فلسفی محبوب، وہ دولہا آیا تبلیغی ناول لکھے۔ ان میں اسلام کی پرشوکت تعلیم اور مسیح موعودؑ کی آمد اور آپ کی سچائی کے دلائل نہایت آسان انداز میں دیتے چلے جاتے ہیں جو قاری کے ذہن پر بوجھ نہیں بنتے۔ قاری کا ذہن مصنف کے ذہن کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ اس سے پہلے کہ قاری کے ذہن میں سوال اُٹھے مصنف عقل اور نقل کے ذریعے اس کا جواب دیتا چلا جاتا ہے۔

بچھیا ناول ہندوؤں کے تصور گائے پوجا کے خلاف تھا۔ کرشمہ تعلیم کی کہانی مسلمانوں کو انگریزی تعلیم کا شوق دلانے اور تعلیمی میدان میں ہندوؤں کے مقابل آنے بلکہ آگے نکلنے کے لئے لکھی۔ جو عرصہ دراز تک ریاست بہاولپور میں درسی نصاب میں شامل رہی۔ اسی کتاب پر امریکہ کی مشہور یونی ورسٹی کین ساس (Kansas) نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی وساطت سے سید شفیع احمد کو ڈاکٹریٹ کی

اعزازی ڈگری دی۔

شعر وسخن سید شفیع احمد کی گھٹی میں پڑا تھا۔اُردو اَدب کے لئے انہوں نے اپنے ماموں میر ناصر نذیر فراق دہلوی کے سامنے زانوے طے کئے اور اُردو معلیٰ کی تزئین اور آرائش کے آداب سیکھے۔یہی وجہ ہے کہ دہلی کے آخری داستان گو میر ناصر نذیر فراق دہلوی کی زبان کا چٹخارہ اور میر باقر علی داستان گو کا رنگ پایا جاتا ہے۔ناول تو کیا آپ کی ہر تحریر پُرکشش اور جاذب ہوتی ہے جو قاری کی توجہ پوری طرح اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔

خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو سلطان القلم بنایا آپ کے قلم نے تیغ تیز کی طرح مخالفین اسلام کی صفوں کے پرخچے اُڑا دیئے۔جیسا آپؑ فرماتے ہیں۔تیغ کا کام قلم سے ہے دکھایا خدا تعالیٰ نے آپؑ کے ماننے والوں کو بھی قلم کی کاٹ سے حصہ دیا۔سید شفیع احمد کو بھی اس تیغ تیز سے برکت ملی۔

''پیغام صلح'' میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے برصغیر کے مسلمانوں کی آزادی کے لئے سب سے پہلے دوقومی نظریہ پیش کیا۔حضرت مصلح موعودؓ بھی شروع سے مسلمانان ہند کے حقوق کے حامی اور ہر نازک موڑ پر نہایت سرگرمی اور جانفشانی سے حصہ لیتے اور اسی کی جماعت کو تلقین فرماتے۔چنانچہ سید شفیع احمد کے حقوق کے حصول اور ہندو ذہنیت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے مختلف اوقات میں بے شمار اخبارات اور رسائل نکالے بعض اوقات بیت وقت دو دو تین تین نکالتے۔آپ کے زبردست اداریوں پر ایک اخبار کا ڈکلریشن ضبط ہو جاتا تو فوراً دوسرا نکال لیتے۔گاندھی جی نے جب اخبار ینگ انڈیا (Young India) نکالا تو سید شفیع احمد نے اُس کے جواب میں دہلی سے اولڈ انڈیا (Old India) نکالا اور سول نافرمانی اور ستیہ گرہ کی مخالفت کی۔

شدھی کا زمانہ آیا تو اخبار ''دعوۃ الاسلام'' نکالا۔اپنی کتاب ''محقق'' کے دوسرے ایڈیشن میں سید شفیع احمد صفحہ ۶ پر اس طرح لکھتے ہیں ''اپنے آقا و مولیٰ حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشاد پر انسداد فتنہ ارتداد کے حالات جلد از جلد شائع کرنے اور دشمنان اسلام ''تیج'' ''بندے ماترم'' ''کیسری'' ''پرتاب'' ''ملاپ'' (یہ تمام ہندو اخبارات تھے۔ناقل) وغیرہ کو دندان شکن جواب دینے کے لئے یہ اخبار جاری کی گیا ہے جس

کا نام حضرت خلافت مآب نے ''دعوۃ الاسلام'' تجویز فرمایا ہے۔

مسلم پریس (Press) کو متحد کرنے مسلمانوں کی آواز کو مضبوط کرنے کے لئے آپ بہت کوشاں رہتے جس دن آپ کی وفات ہوئی اُس دن بھی آپ نے مسلم اخبار والوں کی ایک بڑی میٹنگ اپنے ہاں بلائی ہوئی تھی۔

شدھی کی روک تھام کے لئے سید شفیع احمد نے ۱۶؍اگست ۱۹۲۳ء سے دہلی میں ''تعلیم المناظرین نائٹ کالج'' کے نام سے ایک کالج کھولا جس میں داخلے کے لئے کسی قابلیت کی ضرورت نہیں تھی بلکہ ہر فرقے کے۔ حنفی، شیعہ، اہل حدیث، احمدی بغیر کسی فیس کے بعد نماز مغرب رات کو دس بجے تک تعلیم پاتے تھے اور آریوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف مناظرہ کرنے کا فن سیکھتے اور اسلام کی حفاظت اور اشاعت جو ہر مسلمان کا فرض ہے اس میں مہارت حاصل کرتے۔ اشاعت اسلام کے لئے زندگیاں وقف کرنے والوں کو دستکاریاں بھی دن کے وقت سکھائی جاتیں۔ غرباء کو کھانا اور کتابیں بھی مفت دیتے۔ تین مہینے کی پڑھائی میں فتنہ ارتداد کو روکنے کے قابل بنا دیا جاتا۔ اس کالج نے بہت سے لوگوں کو مناظرے کا فن سکھایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب جماعت میں ذیلی تنظیمیں انصار اللہ، خدام الاحمدیہ وغیرہ نہیں بنائی گئی تھیں لیکن ہر شخص ایک ولولے اور لگن کے ساتھ دعوت الی اللہ کرتا تھا۔

مرزا حیرت دہلوی جماعت کی مخالفت کرتے تھے ان کے اخبار کا نام ''درہ عمر'' تھا اور سید شفیع احمد اُس کے مقابلے پر ''زلزلہ'' اخبار نکالتے تھے۔ پھر ''زلزلہ'' لالہ دیش بندھو گپتا کے اخبار ''تیج'' کا بھی مقابل بن گیا۔ سوامی شردھانند کے قتل اور عبدالرشید کی المناک پھانسی اور اس کے بعد گڈھ مکتیشر کے میلے میں مسلمانوں کا جو قتل عام ہوا اس پر سید شفیع احمد نے مسلمانوں کی غیرت کو جگانے کے لئے اپنے اخبار ''زلزلہ'' میں ایک زبردست اداریہ ''گنگا پر مسلمانوں کے خون سے اشنان'' لکھا۔ جس پر حکومت کو ہندو مسلم فساد کا اندیشہ ہوا اس اخبار کا ڈکلریشن منسوخ کر کے سید شفیع احمد کو تین ماہ قید کی سزا دی گئی۔ انگریزی حکومت میں صحافیوں کا اے کلاس ملتی تھی تمام سہولتیں حاصل ہوتی تھیں۔ جیل سے نئے اخبار ''تنظیم'' کا ڈیکلریشن حاصل کیا اور اپنی مہم کو رواں دواں رکھا۔

اخبار ''دستکاری'' ۱۹۱۳ء سے اور رسالہ ''کلر مینوفیکچرنگ'' ۱۹۱۶ء سے ہندوستانیوں میں اور خاص کر مسلمانوں میں صنعت وحرفت کا شوق پیدا کرنے کے لئے نکالے۔ غرض سید شفیع احمد نے مختلف اوقات میں بے شمار اخبار اور رسائل نکالے جن میں اسلام اور احمدیت کے مخالفین، آریہ ہندو اور عیسائیت کے پروپیگنڈے کا توڑ ہوتا۔ ان میں نمایاں اخبار ''اتفاق'' ''عقد ثریا'' اور ''سلطنت'' تھے۔

سید شفیع احمد قلم برداشتہ لکھتے تھے ایک ہی نشست میں صفحات کے انبار لگا دیتے تھے۔ آپ کا قلم بے باک، رواں اور پُرکشش تحریر کا مالک تھا۔ آپ کی گفتگو دلچسپ شیریں سحر انگیز اور پر از معلومات تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا۔ والیان ریاست میں بھی بہت مقبول تھے۔ بعض نوابوں سے آپ کے ذاتی تعلقات تھے۔

جلالۃ الملک شاہ سعود جو شاہ فہد کے دادا تھے، سید شفیع احمد کی خوبیوں کے مداح تھے۔ تیل کی دریافت سے پہلے سعودی عرب کی آمدنی کا واحد ذریعہ حج تھا۔ سید شفیع احمد نے چار حج کئے۔ حکومت نے سید شفیع احمد کو جہازیوں کے جہاز پر چار مرتبہ امیر حج مقرر کیا۔ اس طرح ہزاروں مسلمانوں کو سہولت اور آرام سے حج کرانے کی چار سال توفیق پائی جس میں بہت سے احمدی بھی شامل ہوئے۔ آپ شاہ سعود کے ذاتی مہمان ہوتے۔ حاجیوں کی مشکلات شاہ کو بتاتے، اُن کے حل اور تجاویز ہندوستان کے حاجیوں کے لئے پیش کرتے، چنانچہ اس کام کے لئے انہوں نے عربی زبان میں ایک ماہانہ رسالہ ''ام القریٰ'' کے نام سے نکالا۔ شاہ سعود آپ کی بہت بات مانتے۔ ہر حج پر آپ کو خلعت شاہی اور تحائف کثیر شاہ کی طرف سے دیئے جاتے۔

ایک مرتبہ آپ کے ساتھ حج پر ڈاکٹر پروفیسر عبدالسلام صاحب کے چچا چوہدری غلام حسین صاحب بھی گئے اور انہوں نے ڈاکٹر شفیع احمد سے کہا کہ ایک رات مجھے بھی اپنے ساتھ شاہ سعود کی دی ہوئی رہائش گاہ میں ٹھہرائیں چنانچہ ڈاکٹر صاحب نے انہیں بھی اپنے ساتھ ہی مہمان خانے میں ٹھہرایا۔ چوہدری غلام حسین صاحب رات بھر دعاؤں میں مصروف رہے۔ صبح انہوں نے سید شفیع احمد کو اپنا ایک خواب سنایا جو رات انہوں نے دیکھا تھا کہ عرب کے صحرا میں اونٹوں کی لمبی قطار ہے اور اونٹوں نے آگ کے ہار پہنے

ہوئے ہیں اور کہا اس کی تفہیم یہ معلوم ہوتی ہے کہ عرب کے ریگستانوں کے نیچے دعائے خلیل اور دعائے محمد سے تیل کے ذخائر موجود ہیں۔ جس کو سن کر شاہ سعود نے تحقیقی کام کروانا شروع کیا اور خواب پورا ہو گیا۔ گویا سعودی تیل کی دولت احمدیوں کی وجہ سے ہے۔

سید شفیع احمد مرحوم، احمدیت کے مخلص اور فدائی خادم تھے۔ آپ ان بزرگوں میں سے تھے جنہوں نے زندگی وقف نہ کرنے کے باوجود دامے درمے نفسے اپنی تمام صلاحیتیں اور زندگی وقف کی روح سے سرشار ہو کر گزاری۔ ہر وقت تبلیغ میں مصروف رہتے اپنے ذاتی کاروبار کا سر عنوان بھی تبلیغ اور خدمت دین بنا رکھا تھا۔

سید شفیع احمد صاحب دہلی کی جماعت کے عرصے تک جنرل سیکرٹری اور سیکرٹری تبلیغ رہے آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا جو ایک دفعہ ملتا گرویدہ ہو کر رہ جاتا۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب، حضرت غلام رسول راجیکی صاحب، حضرت حافظ مختار احمد شاہجہانپوری صاحب سے آپ کے بہت قریبی تعلقات تھے۔ یہ سب بزرگ جب بھی دہلی آتے اکثر شفیع احمد صاحب کے یہاں قیام کرتے۔ قادیان اور ہندوستان بھر سے آنے والے اکثر احمدی احباب آپ کے گھر ٹھہرتے کیوں کہ آپ نے کہا ہوا تھا کہ میرا گھر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہی لنگر خانہ ہے۔ آپ کے ڈرائنگ روم کی رونق علمی دینی اور تبلیغی مجالس سے ہوتی تھیں۔ جہاں ہر وقت کھانے چائے اور پان کا دور چلتا تھا۔

آپ ایک شاعر، قلم برداشتہ لکھنے والے مصنف، بے باک اور نڈر صحافی اور ایک بہترین مبلغ تھے جو دلائل قاطعہ اور برہان مبین سے اپنے مخالفین کا منہ بند کر دیتے تھے۔

۳۱ را کتوبر ۱۹۴۱ء کو حرکت قلب بند ہو جانے سے دہلی میں ۵۴ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔

آپ کی شادی ۱۹۱۴ء میں میرٹھ کے رئیس اعظم بہاولپور کے وزیر اعظم کی پوتی قریشہ سلطانہ سے ہوئی۔

آپ کے آٹھ لڑکے اور پانچ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ آپ کی وفات کے وقت آپ کے چار لڑکے اور تین لڑکیاں زندہ تھیں۔ سید برکات احمد صاحب، سید حسنات احمد صاحب، سید مبشرات احمد صاحب، سید حمید احمد صاحب، سیدہ تسنیم شفیع صاحبہ، سیدہ نسیم سعید صاحبہ اور سیدہ رضیہ سمیع صاحبہ۔ اب سید برکات احمد

صاحب، سیدہ تسنیم شفیع صاحبہ اور سید مبشرات احمد صاحب فوت ہو چکے ہیں۔

محترمہ قریشہ سلطانہ بیگم شفیع صاحبہ کے بارے میں مختصر تعارف بھی ضروری ہے۔ روزنامہ ''جنگ'' لاہور ۲۴ جولائی ۱۹۹۷ء خواتین کے صفحے پر جو مضمون ہے اس میں سے کچھ حصے شامل کئے جاتے ہیں۔

لاہور (ویمن ڈیسک) یہ برقع پوش خاتون قائداعظم کے ساتھ ساتھ اخبار نویسوں کی ہر کانفرنس میں کون ہے؟ یہ بیگم شفیع صاحبہ مدیرہ اخبار ''دستکاری'' ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان، تعمیر پاکستان اور استحکام پاکستان میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔

... شوہر کے انتقال کے بعد ۱۹۴۱ء میں بیگم شفیع صاحبہ میدان صحافت میں داخل ہوئیں تو انہوں نے ماہانہ ''دستکاری'' کو جو ۱۹۱۳ء سے ان کے شوہر نکال رہے تھے ہفت روزہ میں تبدیل کر دیا اور اسے مسلم لیگ اور مسلم خواتین کا بے باک ترجمان بنا دیا۔

... مسلم لیگ کے دفتر اور دستکاری کے دفتر میں صرف درمیانی دیوار حائل تھی۔ بیگم شفیع صاحبہ تمام اجلاسوں میں جاتیں ان کی تحریر و تقریر اتنی مؤثر تھی کہ قائداعظم نے بیگم شفیع کو شعبہ خواتین مسلم لیگ دہلی کے ایک بڑے حصے کا نگران اور مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا ممبر نامزد کر دیا۔ ... قائداعظم ہمیشہ بیگم شفیع صاحبہ کی کوششوں کو بہ نظر تحسین دیکھتے اور بہت حوصلہ افزائی فرماتے۔ ہر پریس کانفرنس میں بیگم شفیع صاحبہ کو نمایاں جگہ دی جاتی۔ ... چیف کمشنر دہلی نے راشنگ کنٹرول کمیٹی بنائی جس کے چار ممبر تھے۔ اُن میں سے ایک ممبر محترمہ بیگم شفیع احمد صاحبہ بھی تھیں۔

(پروفیسر مسز نسیم سعید)

مطبوعات نیو کینیڈا

مطبوعات نیو کینیڈا نے ٹورانٹو اور کینیڈا میں بڑھتے ہوئے اردو دان کینیڈین کی ضروریات کے پیش نظران مطبوعات کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ "محقق" اس سلسلہ مطبوعات میں سے ایک ہے۔ اخبار نیو کینیڈا کے علاوہ حال ہی میں تین زبانوں میں اردو، ہندی، اور انگریزی کی ایک لاکھ الفاظ پر مشتمل ایک نادر لغت شائع کی ہے۔

اس کے علاوہ بعض دوسری کتب زیر طبع ہیں۔ سیّد حسنات احمد جو مصنف ناول کے صاحبزادے ہیں اور ریڈیو، ٹی وی کے پرانے صحافی ہیں انہوں نے اپنے ذاتی مساعی اور سرمائے سے اس خدمت کو انجام دینے کا عزم کیا ہے۔

NEW CANADA PUBLICATION

Post Box 994 Station Q

Toronto Ont. M4T 2PI

ختم شد

شکریہ

اس کتاب کی دوبارہ اشاعت میں بہت سے افراد نے اپنا قیمتی وقت صرف کیا ہے۔

پروفیسر مسز نسیم سعید صاحبہ نے ربوہ کے علماء سے مدد لی اور ان کے صاحبزادے مکرم طارق سعید صاحب نے اس کتاب کی کتابت دوبارہ کرائی۔ مکرم سید حمید احمد صاحب نے اس پر نظر ثانی کی اور مکرم شفیق اللہ صاحب نے اس کا لے آوٹ تیار کیا۔ احباب سے ان احباب کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ناشر سید حسنات احمد

کتابیات

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	مطبوعہ
۲	تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابن کثیر	ناشر نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی
۲	تفسیر ابو سعود	ابو سعود محمد بن محمد العمادی متوفی ۹۵ھ	دار الاحیاء التراث العربی بیروت
۳	تاج التفاسیر		المجلس الاعلیٰ للشئون لاسلامیہ لجنۃ القرآن والسنۃ القاھرہ ۱۳۹۲ھ
۴	تبصیر الرحمٰن وتفسیر المنان	علامہ علی بن احمد بن ابراہیم بن اسماعیل متوفی ۸۳۵ھ	مطبع بولاق مصر
۵	ترجمان القرآن	مولانا ابو الکلام آزاد	اسلامی اکادمی اُردو بازار لاہور
۶	تفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی	الناشر دار الکتب العلمیہ طھران، ایران
۷	تفسیر الکبیر (بحر المحیط)	اثیر الدین ابو عبد الثور محمد بن یوسف بن علی بن یوسف بن حیان الاندلسی ۷۵۴ھ	مکتبہ مطابع النصر الحدیثیۃ الریاض السعودیۃ العربیۃ
۸	جامع البیان عن تاویل آی القرآن	ابو جعفر محمد بن جریر الطبری متوفی ۳۱۰ھ	مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہٗ بمصر الطبعۃ الثالثۃ ۱۹۶۸ء
۹	حاشیہ الجمل علی الجلالین	الشیخ سلیمان الجمل	قدیمی کتب خانہ بمقابل آرام باغ کراچی
۱۰	حسینی تفسیر		منشی نول کشور لکھنؤ باہتمام بابو منوہر لال ھارگو سپرنٹنڈنٹ

۱۱	تفسیر خازن	علاؤالدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی	مصطفیٰ محمد صاحب المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ بمصر
۱۲	تفسیر الدر المنثور	جلال الدین سیوطی	دار المعرفۃ بیروت
۱۳	روح البیان		مطبع عثمانیۃ
۱۴	سراج منیر	امام الخطیب الشربینی	مصری (مطبع کا نام درج نہیں)
۱۵	سواطع الالھام		المنشی نولکشور لکھنؤ دام لہ السرور
۱۶	الصافی فی تفسیر القرآن	الفیض الکاشانی	المکتبۃ الاسلامیۃ طہران ۱۳۹۳ھ
۱۷	غرائب القرآن		دار الاحیاء الکتب العربیۃ عیسی البابی الحلبی وشرکاتہ ۱۹۵۸ء
۱۸	الکشاف	علامہ زمخشری	دار المعرفۃ بیروت
۱۹	کمالین امرو وشرح		مکتبۃ شرکت علمیہ بیرون بوہر گیٹ ملتان شہر
۲۰	تفسیر مدارک		قدیمی کتب خانہ مقابل ارام باغ کراچی طبعۃ جدیدۃ مصححہ
۲۱	جوہر لحان فی تفسیر القرآن	شیخ عبدالرحمٰن ثعالبی	مطبوعہ الجزائر
۲۲	تفسیر مظہری	محمد ثناء اللہ عثمانی پانی پتی	دار الاشاعت اُردو بازار کراچی مطبوعہ احمدیہ پرنٹنگ کارپوریشن کراچی ۹۱۔۳۔۲۴
۲۳	معالم التنزیل فی التفسیر والتاویل	ابو محمد الحسین بن مسعود الغراء البغوی ۵۱۰ھ	دار الفکر بیروت لبنان ۱۹۸۵ء
۲۴	اکمال الدین	محمد بن علی حسین القمی متوفی ۳۸۱ھ	المطبعۃ الحدیدیۃ النجف ۹۰۔۱۰۔۱۴

۲۵	احمد بن حنبل مسند	امام احمد بن حنبل	دار الفکر بیروت الطبعۃ الثانیۃ ۱۹۷۸ المکتب الاسلامی الطباعۃ والنشر بیروت
۲۶	حجج الکرامۃ حج الکرامہ	نواب صدیق الحسن خانصاب	مطبع شاھجہانی واقع بلدہ بھوپال
۲۷	سنن دارمی	حافظ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی سمرقندی	قدیمی کتب خانہ بالمقابل آرام باغ کراچی
۲۸	سنن الکبریٰ (بیہقی)	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی متوفی ۴۵۸ھ	مجلس دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن الہند ۱۳۵۶ھ
۲۹	کنز العمال		دائرۃ المعارف النعمانیۃ حیدرآباد دکن ہند ۱۳۱۳ھ
۳۰	غایۃ المقصود	سید علی حاشری	شمس الھند لاہور ۱۳۱۹ھ
۳۱	المشکوٰۃ		جاوید پریس کراچی ناشر اصح المطابع و
۳۲	المصابیح		کارخانہ تجارت کتب بالمقابل ارام باغ کراچی
۳۳	المعارف	شیخ عبدالرحمٰن ثعالبی	مطبع الجزائر
۳۴	الملل والنحل ترجمہ (ترجمہ)	علی بن احمد بن حزم اندلسی عبداللہ عمادی	میر محمد کتب خانہ آرام باغ کراچی
۳۵	مواھب الدینیہ	علامہ احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی	
۳۶	الفتوحات مکیہ الجز الثانی	حضرت محی الدین ابن عربی	المطبۃ الازھریہ المصریہ ۱۳۲۵ھ
۳۷	المقاصد الحسنۃ فی بیان کثیر من الاحادیث المشتہرہ فی		
۳۸	مکتوبات امام ربانی		

۳۹	تحذیرالناس	مولانا محمد قاسم نانوتوی	
۴۰	درمنثور	جلال الدین سیوطی	
۴۱	مذاھب الاسلام	ایڈیشن سوم	
۴۲	الیوافیت والجواہر	امام شوانی	
۴۳	موضوعات کبیر	ملاعلی قاری	

چیلنج

''حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہین احمدیہ کے شروع میں بڑے موٹے قلم اور جلی خط مین تمام منکرین حقانیت قرآن مجید اور نبوت آنحضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقابلہ پر اتمام الحجہ اقرار صحیح قانونی وشرعی واشائع کیا کہ اگر منکرین میں سے کوئی صاحب مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو در بار حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ اسی کتاب سے اخذ کر کے تحریر کی گئیں ہیں اپنی الہامی کتاب سے ثابت کر کے دکھائے یا ان سے نصف یا ثلث یا چوتھایا پانچواں حصہ ہی نکال کر پیش کرے یا اگر پیش کرنے سے عاجز ہو تو اسی کتاب ہی کے مندرجہ دلائل کو توڑ دے تو اس صورت میں مجیب کو بلا عذر وحیلہ دس ہزار روپیہ کی جائداد دے دی جائے گی۔''

اس اشتہار نے تمام دریدہ دہن معاندان اسلام کو دَم بخود کر دیا۔ آج تک کسی کا حوصلہ نہیں پڑا کہ اس کا جواب لکھ کر دس ہزار روپیہ معہودہ کا مطالبہ ہی کر سکے۔ یہ ایک ایسا قدم تھا کہ جس نے بیک دم اسلام کے دشمنوں کو پیچھا دکھا دیا اور انہوں نے اپنے عمل سے صداقت اسلام اور نبوت حضرت خیر الانام پر نہریں لگا دیں۔ اس کتاب کے بعد ان لوگوں کا اسلام کے برخلاف بولنا سوئے نالائقی اور ہٹ دھرمی کے اور کچھ بھی نہیں رہا۔ اب ان کے ہاتھ میں اس کے بعد کیا ہے جو وہ پیش کر سکتے ہیں۔ یہ سب سے پہلا عظیم الشان حربہ مذاہب باطلہ پر تھا۔ آپؑ نے اسی بات پر اکتفا نہ کیا یہ کہ یہ اشتہار صرف کتاب میں ہی لگا رہے بلکہ اس کی چھپائی شروع کرتے ہی کثیر التعداد اشتہارات اُردو اور انگریزی میں چھپوا کر تمام دنیا میں شائع کئے۔ بڑے بڑے سلاطین، وزراء، امراء، لارڈ بشوپ، بشون، مشاہیر، پادریوں، پنڈتوں اور ہر مذہب کے سرگروہوں کے پاس اس کو پہنچایا۔

ISBN: 978-1-77084-405-6